حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

محمد علی چراغ

DATA ENTERED

نذیر سنز پب...
40اے اردو بازار لاہور فون:042-37123219
www.nazeersons.com
info@nazeersons.com

بانیِ ادارہ: نذیر سنز پبلیشرز

نذیر حسین 1941-2005

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

2010

تحسین حسین، محمد عمران

نے نذیر سنز پبلیشرز لا ... شائع کر

گنج شکر پرنٹرز۔ لاہور

نذیر سنز پبلیشرز

40 اے اردو بازار لاہور فون: 042-37123219

www.nazeersons.com

info@nazeersons.com

Marfat.com

فہرست

باب-۱ حضرت عثمان غنیؓ ایک تعارف --۷

رحم دلی کا مجسمہ
خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
مسلمانوں کی خدمت
دشمنوں کی سازشیں
دشمنوں کی منافقانہ سازشیں
موانست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
ہجرت کے وقت خدمات
جنگ بدر سے محرومی
خلیفہ سوم کی نامزدگی
شورشوں کا آغاز
عہد عثمانی کی فتوحات
مسلمانوں کا پہلا بحری بیڑا
منافقوں کی کارروائیاں
الزام تراشیوں کی لہر
دارالخلافہ کا محاصرہ
حضرت علیؓ کا اظہار خیال
ایک اہم خطاب
قومی تعمیر و ترقی

باب-۲ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان --۲۷

نسب اور ولادت
پیشہ تجارت سے وابستگی
قبول اسلام کا واقعہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکالمہ

باب-۳ حضرت عثمان غنیؓ کاشانہ نبویؐ میں --۳۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انسیت
حضرت رقیہؓ سے نکاح
حضرت عثمان کی ہجرت حبشہ
دوران ہجرت کے حالات
مدینہ کی طرف ہجرت
حاکم مدینہ
حضرت عثمان غنیؓ کی فیاضیاں
صلح حدیبیہ کے واقعات
مسلمانوں کی سفارت
حضرت عثمان غنیؓ بطور سفیر

Marfat.com

مدینہ کے واقعات
تعمیر مسجد نبویؐ
تجارت اور کھیتی باڑی
قریش سے چشمک
غزوہ بدر
حضرت رقیہؓ کا انتقال
ذوالنورین
غزوہ احد
اللہ کی بشارت
ایک پریشان کن خبر
بیعت رضوان
حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت
ایک امتیازی خصوصیت
صلح حدیبیہ کی عظیم برکت
بیعت رضوان کا مقصد
غزوہ تبوک کے لیے حصہ
خلفاء کی مجلس مشاورت

باب ۔۔ ۴ سیدنا عثمان غنیؓ منصب خلافت پر ۔۔ ۵۵

حکومت و امارت
امام سے وابستگی
اطاعت امیر
امیر کی نامزدگی
چھ اصحاب کی کمیٹی
حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا کردار
عوام الناس سے رابطے
حضرت عثمان غنیؓ کا پہلا خطاب
مشکلات کی جانب اشارہ
عمال کے نام ایک فرمان
حضرت عثمان غنیؓ کا پہلا فیصلہ
دیت کی ادائیگی

باب ۔۔ ۵ تجمیع قرآن مجید کا کارنامہ ۔۔ ۶۵

قرآن فہمی
حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ
حضرت حذیفہ بن یمان کا پیغام
حضرت عثمان غنیؓ کے اقدامات
تجمیع و ترویج قرآن مجید میں ذاتی بصیرت
قرآن کریم
قرآن کا نزول اور لغات
قرآن مجید کی تجمیع عثمانی
مسئلہ تجمیع و ترویج میں فضیلت

Marfat.com

باب-٦ خلافت اور نظام سلطنت ---٧٥

چند ایک انتظامی تبدیلیاں
رومیوں کی شورشیں
ابن مسعود کا معاملہ
حضرت عثمان غنیؓ کے مشیر
رعایا پروری
عبداللہ بن سبا
اسکندریہ میں بغاوت
طرابلس کی فتح
رومیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ
فتح افریقہ کا خمس
دیگر فتوحات

باب-٧ اعتراضات اور انقلاب ---٨٧

فتنوں کا زمانہ
صوبائی گورنر
حضرت ابوذر غفاریؓ
ابن سبا کی کارروائیاں
شورشی تحریک
گورنروں سے مشورہ
حضرت علیؓ کا کردار
رحما بنیم
امن کی کوششیں
مفسدین کا رویہ
خلیفہ کا صبروتحمل
آخری خطاب
باغیوں کی کارروائیاں
خلیفہ کے رفقاء
شہادت عثمان کا واقعہ
تجہیزو تکفین

باب-٨ حضرت عثمان غنیؓ کے مکتوبات اور فرامین ---١٠٣

گورنروں کے نام
کمانڈروں کے نام
ایک مختصر جائزہ
سالانہ کانفرنس

Marfat.com

اصلاح اراضی
گورنر کوفہ کے نام
مال غنیمت کی تقسیم
مسلمانوں کی خوشحالی
مسیلمہ کذاب کے پیروکار
برائے امن و سکون
کوفہ کے باغیوں کے نام
باغیوں کے نام ایک وثیقہ
ایک اہم مکتوب
مومنوں اور مسلمانوں کے نام
علیؓ بن ابی طالب کے نام
ایک فیاض خلیفہ
عوامی ضروریات کی فراہمی
بچوں کے حقوق
جنگی بصیرت
انسانی نفسیات سے آگہی
تحریری مشاورت
بہتر زمینداری نظام
رفاہ عامہ کے کام
عسکری اصلاحات
صاحب صبر و حیاء
دشمنی کے قرینے

باب ۔۹ عہد عثمانیؓ کے چند اہم امور ۔۔۔ ۱۲۴

نظریہ جہاد
فتوحات کا دور
چند انتظامی تبدیلیاں
مفاد عامہ اور رعیت کا حق
عام معاشرتی فیصلے
بچوں اور بڑوں کا احساس
جاگیریں عطا کرنے کا مطالبہ
زکوٰۃ کے بارے میں
ایک اہم معاہدے پر شہادت
نجرانیوں سے حسن معاملہ
برہان بصیرت اور سچی فراست
حضرت عثمان غنیؓ کی ایک معصوم خواہش
بربر لوگوں سے جزیہ لینا
زکوٰۃ کی تقسیم کا معاملہ

باب ۔۱۰ سیرت سیدنا عثمان غنیؓ ذوالنورین ۔۔۔ ۱۳۶

تقدیر پر شاکر
دست عثمان غنیؓ کا شرف
ناشر قرآن
فضائل
ازدواجی زندگی
ایثار کی ایک مثال
مقام حضرت عثمان غنیؓ
عطا و بخشش

Marfat.com

باب-۱

حضرت عثمان غنیؓ' ایک تعارف

تعارف

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی منور کرنیں تین براعظموں' ایشیا' افریقہ اور یورپ تک پہنچ چکی تھیں' اس وقت اسلام بھی اس خطہ ارض کی عظیم ترین سلطنت اور طاقت کے طور پر مسلط ہو چکا تھا۔ اس سے پیشتر خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ اس دور کی ظالم اور بے انصاف حکومتوں اور دنیا کی ہیبت زدہ سپرپاورز کو ختم کر کے ان میں اسلام کے فلاح بخش نیو ورلڈ آرڈرز کا نفاذ کر چکے تھے۔ اسلام اپنے عروج پر دکھائی دینے لگا تھا۔ لوگوں نے صدیوں کے ظلم و ستم اور جبرو ناانصافی کے بجائے اسلام کے رواداری بھرے اور عدل و انصاف پر مبنی ترقی پسند معاشرے میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن یہودیوں اور منافقین کی سازشوں اور اپنوں ہی کی جاہ پرست تحریصات نے اسلام کی اس عظیم مملکت کی عمارت کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا تھا۔ مختلف حوالوں سے حضرت عثمان غنیؓ کے لیے یہ مشکل ہوا جا رہا تھا کہ وہ خلافت نبوی پر متمکن رہ کر لوگوں کی تمام تر خواہشات کی پیروی کر سکیں۔ اس کے باوجود انھوں نے قدیم سلطنت اسلامی کے بجائے اپنی شہادت قبول کر لی۔

(۱) **رحمدلی کا مجسمہ**۔ حضرت عثمان غنیؓ کو قتل و غارت اور لوگوں کی ناحق جان لینا پسند نہیں تھا۔ وہ اپنے ذاتی معاملے میں کسی ایک بھر فرد کے خون کو بہانا روا نہیں سمجھتے تھے' اسی لیے انھوں نے خود اسلام کی کاز کی خاطر اور عوام الناس کو قتل و خون سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی قیمتی جان نثار کر دی تھی۔

تاریخ انسانی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ ایک ایسا مسلمان حکمران کہ جس کی بہادری اور فاتح فوجیں ایران کو فتح کر کے براعظم پاک و ہند تک پہنچ چکی ہوں' ادھر بازنطینیوں کی وسیع و عریض سلطنت کو تہہ تیغ کر کے مصر میں بھی مضبوط حکومت قائم کر چکی ہوں۔ لیکن ایسے رحم دل اور پر خلوص حکمران کو چند شورش پسند باغی اسے گھر میں اس طرح مقید کر کے بیٹھے ہوں کہ اس گھر کے ذاتی خادم کو بھی یہ اجازت نہ ہو کہ وہ اپنے رحم دل آقا کا کوئی حکم بجا لائے۔ یہی نہیں بلکہ وہ خادم اپنے آقا کے حق میں تلوار بھی نہ اٹھا سکے۔

Marfat.com

اس قدر بڑی قربانی دینے کی کیوں ضرورت پیش آئی جبکہ خلیفہ وقت بڑی آسانی کے ساتھ حکم جاری کر کے ان باغیوں اور سرکشوں کا فوری طور پر خاتمہ کر سکتا تھا' اس فلسفہ ایثار اور قرآن کو وہ لوگ با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات کی حلیمی اور نرمی سے واقف ہیں۔ قتل معصوم قرآن کی نظر میں پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہوتا ہے۔ اپنے بے گناہ ساتھی کو بے رحمی کے ساتھ قتل کرنا تو قرآن کی نظر میں اور بھی گھناؤنا جرم ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنے ساتھیوں کو کسی بھی طرح کی شورش یا بغاوت کی پاداش میں ناحق قتل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایسی جرات کو ایک ملحدانہ کوشش گردانتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اس طرح کے بے جا قتل و غارت سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔

خدمت رسولؐ۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ خبردار معصوم لوگوں کو اور بے گناہ لوگوں کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ اللہ کے رسولؐ کا بھی یہ فرمانا ہے کہ اگر کسی دور میں مسلمان خود ہی اپنے مابین تلواریں سونت لیں گے تو پھر یہ ممکن نہیں ہو گا امن قائم ہو سکے۔ اس پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں لا کر ایک دوسرے کے قتل سے بچنے کی پالیسی پر عمل کو اپنے لیے بخوشی قبول کرنے میں حضرت عثمان غنیؓ کی یہی مصلحت رہی تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کے باہمی نفاق کو پسند نہیں کرتے تھے' اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم کی پیروی کرنے کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے تھے۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ اس نازک صورت حال میں کسی اور طرح کا کوئی اقدام اٹھاتے تو وہ عثمان' نہ ہوتے۔ کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ کی پوری زندگی خدمت نبویؐ ہی کا ایک بہتر باب ہے۔ ان کے لیے خدمت نبویؐ پیروی رسولؐ اللہ' اور موانست پیغمبرؐ کے سوا اس دنیا میں کچھ اور تھا ہی نہیں۔ اس لیے وہ جس پر منصب پر رہے۔ ایک خادم کی حیثیت میں' ایک وفادار پیروکار کے روپ میں' ایک جاں نثار غم خوار ساتھی کے اعتبار سے ایک نیک اور صالح داماد کے لحاظ سے اور پھر جانشین نبوی یا خلافت میں بھی انھوں نے اپنے اسی جذبہ حب رسولؐ اور خدمت رسولؐ ہی کو ہمیشہ اپنا مطمح نظر بنائے رکھا۔

حضرت عثمان غنیؓ مکہ میں عفان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ عثمانؓ بن عفان نام اور عرفیت غنی تھی۔ غنی اس اعتبار سے بھی کہ وہ دنیاوی مال متاع میں بھی بہت متمول تھے۔ لیکن اسلام میں آنے کے بعد وہ نہ صرف غنی ہی رہے بلکہ "ذوالنورین" بھی ہو گئے۔ یعنی دو نوروں والے' کیونکہ ان کی زوجیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں داخل تھیں۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ انھیں "صاحب الہجراتین" یعنی دو ہجرتیں کرنے والے کے طور پر بھی جانا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ "کامل حیاۃ والایمان" بھی شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی فضیلتوں کی سب سے بڑی کسوٹی یہی ہے کہ انھیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں عقد میں دے رکھی تھیں۔ اللہ کے رسولؐ کو اپنے ساتھی اور دوست حضرت عثمان غنیؓ سے بے پناہ محبت تھی' اور محبت ہی کا کرشمہ تھا کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں ان کے نکاح میں دے دیں' اور ایک شریف النفس رحم دل اور شرافت و سادگی کے مجسمہ شخص کو "ذوالنورین" بنا دیا۔ یہ لقب اور فضیلت حضرت عثمان غنیؓ کے علاوہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

حضرت عثمان غنیؓ اگرچہ بے حد متمول اور بہت مالدار تھے' لیکن دائرہ اسلام میں آنے کے بعد انھوں نے اپنی ساری دولت اور امارت اللہ کی راہ میں وقف کر دی تھی۔ اسلام کے لیے جہاں اور جب مسلمانوں کو مالی ضرورت پیش آئی تو حضرت عثمان غنیؓ سب میں پیش پیش اور امتیازی ہی رہتے تھے۔ ایسے ہی کئی موقعوں پر اللہ کے رسول نے انھیں کئی بار کہا تھا کہ عثمان کو اپنے ان اعمال کے بعد کسی خوف اور خطرے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ حضور پر نور نے انھیں کئی بار جنت کی بشارت دی اور انھیں عشرہ مبشرہ میں بھی داخل کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام قبول کر لیا تھا' تو انھی کی ترغیب پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے بھی اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان اسلام سے پہلے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے بہت اچھے اور معتمد ساتھی اور دوست تھے۔ اپنے دوست کی زبانی انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر براہ راست زبان رسول اللہؐ سے اسلام کو بہ صمیم قلب قبول کیا۔

مسلمانوں کی خدمت۔ جس دور میں مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی' اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو اگرچہ انصار نے بے پناہ سہولتیں اور زندگی کی اسائشیں فراہم کر دی تھیں' اس طرح مسلمانوں نے وہاں پر مکہ مکرمہ کے مقابلے میں زیادہ آسودہ زندگی گزارنا شروع کر دی تھی۔ مدینہ شہر میں اس وقت پینے کے پانی کی قلت تھی۔ ایک کنواں جس پر کسی غیر مسلم کا قبضہ تھا' اسے حضرت عثمان نے بھاری قیمت پر خرید کر مسلمانوں کی خدمت کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر وقف کر دیا تھا۔ اس دور میں بھی اپنے ساتھی مسلمانوں کی مدد کرتے رہنا حضرت عثمان غنیؓ کا ایک مستقل وصف تھا۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ دوسروں کی ضرورتوں اور مسائل کو معلوم کر کے انھیں حل کرتے رہنا ان کا ایک

Marfat.com

فطری شغل تھا۔ وہ اپنی ذاتی خدمات کو تو جنگوں میں پیش کرتے ہی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مسلمانوں کی کئی جنگوں کی تن تنہا مالی ضروریات پوری کیں۔ حضرت عثمان غنی کی ان بھاری مالی اعانتی خدمات کے حوالے سے اللہ کے رسول نے بھی ان کی کئی مقامات پر تحسین و تبریک کی۔

حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کو حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد ایک حوالے سے جمہوری طور پر خلیفہ منتخب کیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت بھی دشمنوں کی ایک خفیہ سازش کا شاخسانہ تھی لیکن خلیفہ دوم کا قاتل ایک نو مسلم پارسی غلام تھا۔ بلکہ اس کا مسلمان ہونا بھی ابھی مشکوک ہی تھا۔ بہرصورت خلیفہ سوم کا انتخاب ایک خاص اور مقتدر کمیٹی نے کیا تھا۔

دشمنوں کی سازشیں۔ خلیفہ سوم کی خلافت کا طویل دور بھی مسلمانوں کی یکے بعد دیگرے فتوحات اور کامیابیوں ہی کا دور تھا۔ مسلمان افواج حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کی فتوحات اور کامرانیوں کی رفتار کو نبھائے جا رہی تھیں' اس لیے اب مسلمان فوج دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن چکی تھی۔ مرکز اسلام میں بیٹھ کر حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کی بھلائی' بہتری اور ترقی کی خاطر کئی طرح کی اصلاحات جاری کیں۔ دور دراز صوبوں کی انتظامیہ کو بہتر اور مزید فعال بنانے کے لیے متعدد اہم اقدامات کیے۔ اس کا لامحالہ یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ عمال اور گورنروں کی کارکردگی اور بھی موثر اور بہتر ہو گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق ہی کی جاری کردہ کئی تحریکوں اور سکیموں کو جاری رکھا گیا ان کے طریقہ کار کو زیادہ فعال بنایا گیا۔ اس اعتبار سے امن پسند لوگوں کی زندگی میں امن سکون' اطمینان اور خوشحالی پیدا ہوئی لیکن اس ساری صورت حالی کے باوجود بدسگال اور سازشی لوگوں کو اس امن بھری اور سکون کی فضائیں ہرگز پسند نہیں تھیں۔ وہ بدستور اپنی اعلانیہ اور خفیہ سازشوں میں لگے رہے تھے۔

خلیفہ دوم نے چونکہ اس عہد کی بڑی بڑی ظالم حکومتوں اور جابر حکمرانوں کو تہ تیغ کر کے ایک نیا نظام بخش دیا تھا' اس لیے بعض علاقوں میں کاذب اور منافق لوگوں کے گروہ بھی پیدا ہو گئے تھے۔ اس اعتبار سے اب حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد دشمنوں نے سمجھا تھا کہ مسلمانوں کی حکومت شاید آمرانہ اور شخصی حکومت تھی' اس لیے مرکز کو ذرا کمزور دیکھ کر ان دشمنوں نے شہہ پالی تھی۔ دشمنوں نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ اب مسلمان فوجوں کو کسی بھی میدان جنگ میں تو ہرگز شکست نہیں دی جا سکتی' لہٰذا انھوں نے نفسیاتی حربے آزمانے شروع کر دیئے تھے۔ ان نفسیاتی حربوں میں سازشیں اور کذب کاریاں سب سے نمایاں تھیں۔

Marfat.com

اس کے علاوہ دشمنوں نے لگائی بجھائی کی کارروائیاں بھی اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ان بدسگال دشمنوں کے گماشتے اور چالاک، منافق اور جھوٹے نمائندے مسلمانوں کے ہر بڑے شہر اور مرکز میں اپنی اپنی سازشوں میں ہمہ وقت لگے رہتے تھے۔ مسلمان عمال اور دیگر کارندے اس کے باوجود اسلام کی رواداریوں، سہولتوں اور مراعات فراہم کرنے میں ذرا بھی توقف اور تامل سے کام نہیں لیتے تھے۔ وہ بدستور لوگوں کی بھلائی اور بہتری ہی کے لیے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔

بدسگال دشمنوں اور مخالفوں نے اپنے ایک خاص خفیہ طریقے سے ملک کے بیشتر حصوں میں مرکز اسلام مدینہ منورہ کے بارے میں کئی طرح کی غلط فہمیاں اور افواہیں پھیلانا شروع کر رکھی تھیں۔ اسلام کا مرکز تو بہت دور کی بات تھی، اصل میں تو ان لوگوں کی بری سازشوں کے باعث قریب قریب کے علاقے بھی ایک دوسرے کے احوال و واقعات سے بیگانہ اور بے خبر رہنے لگے تھے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے مرکز ہزاروں میل دور تھا۔ کیونکہ بیشتر شورش پسند لوگوں کا مرکز مصر بنا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہوتے حجاج کرام کو بھی تنگ کرنے لگا تھا۔ اور جہاں کہیں ان لوگوں کا بس چلتا وہ حجاج کرام کو مرکزی ہیڈ کوارٹر کے بارے میں گمراہ کرتے رہتے تھے۔[1]

بہر صورت حضرت عثمان غنیؓ بھی ان لوگوں کی کارروائیوں اور سرگرمیوں سے کلی طور پر بے خبر نہیں تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان شورش پسندوں کی سرکوبی پر توجہ دی۔ اس سرکوبی کے لیے انھوں نے جو طریق کار اختیار کیا وہ تعلیمات قرآنی اور اشاعت نبوی کے عین مطابق تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ ان کے الزامات اور غلط فہمیاں بجا نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنی سابقہ خدمات کا بھی برسبیل تذکرہ کیا۔ لیکن مخالفین نے ان کے کسی بیان پر توجہ ہی نہ دی۔ وہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمات اور ان کے کارناموں کے بارے میں کوئی بات کیوں سنتے، وہ تو مرکز اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کا تو مطالبہ ہی یہی تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ خلافت کے منصب سے الگ ہوں۔ اس پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کو بتایا تھا کہ انھیں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا لوگ تمھیں تمھاری راہ اور خلافت سے علیحدہ ہونے کے لیے زور دیں گے۔ لیکن اس کے لیے تمھیں لوگوں کے اس مطالبے کو کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ لہٰذا اس بات کو یاد کرتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ جیتے جی منصب خلافت سے جدا نہیں ہوں گے اور خلعت خلافت کو بھی کسی اور

Marfat.com

کے سپرد نہیں کریں گے۔

دریں اثناء مخالفین نے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا تھا اور انھیں صرف گھر تک ہی محدود کر کے رکھ دیا تھا۔ شورش پسند اور باغی ان کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ لیکن اس نازک ترین وقت پر حسنؓ بن علیؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے تحفظ کے لیے اپنی خدمات پیش کر رکھی تھیں۔ حضرت علیؓ نے انھیں متنبہ کر رکھا تھا دیکھنا کوئی دشمن کسی طرح کی مخالفانہ کار روائی نہ کرنے پائے۔ اسی دوران میں دشمنوں نے حضرت عثمان کے گھر کا پانی بھی بند کر رکھا تھا۔ اس صورت حال میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ نے ان کے گھر میں کچھ پانی پہنچانے کی کوشش کی، لیکن باغیوں نے تیر چلا کر انھیں بھی واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس قدر سنگین صورت حال اور دشمنوں کے شدید نرغے میں چند ایک شورش پسند حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کے اندر بھی داخل ہو گئے اور انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ پر حملہ کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ روزہ سے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ دشمنوں کا وار بہت شدید تھا۔ خلیفہ سوم کی اہلیہ نائلہ نے انھیں بچانے کی کوشش کی، لیکن اس بچاؤ کی کوشش میں ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عثمان غنیؓ وہیں پر ڈھیر ہو گئے اور جس قرآن مجید کو سامنے رکھ کر تلاوت کر رہے تھے وہ بھی آپؐ کے خون ناحق سے سرخ ہو گیا تھا۔ بتایا جاتا ہے۔ اس وقت جو آیت خلیفہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ تلاوت فرما رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ "اللہ ہی کافی شافی ہے، بلاشبہ وہ دیکھنے اور جاننے والا ہے۔"

دشمنوں کی منافقانہ سازشیں ۔ مورخین نے بتایا ہے کہ خلیفہ اسلام کی شہادت کے پست پردہ یعنی یہودی ابن سبا کی خفیہ سازش کار فرما تھی۔ ابن سبا اگر اسلام کو قبول کر چکا تھا لیکن اس کا سازشی ذہن ہمیشہ عداوت اسلام پر لگا رہتا تھا۔ اس طرح اپنی منافقانہ سرگرمیوں کے باعث وہ اسلام اور اسلام کی بنیادوں کو نقصان پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔ ابن سبا کی بعد کی سرگرمیوں سے تو یہ حقیقت اور بھی واضح ہو گئی تھی کہ اس نے اسلام کو محض منافقانہ انداز میں قبول کیا تھا، اصل میں تو وہ اسلام دشمنی کا پروردہ تھا۔ اس شخص کی منافقانہ اور خفیہ کار روائیوں کے باعث جس طوفان عدوات و مخاصمت نے مصر کے مرکز قاہرہ میں جنم لیا تھا، وہی طوفان رفتہ رفتہ کوفہ اور بصرہ تک بھی پہنچ گیا تھا۔ مدینہ منورہ بھی اس طوفان کی لپیٹ سے محفوظ نہیں رہا تھا۔

منافقوں اور دشمنان اسلام کی اس طرح کی منفی سرگرمیوں کا شام کے گورنر امیر معاویہ کو تو بہت پہلے احساس ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے ایک بار حضرت عثمان غنیؓ خلیفتہ المومنین کو یہ

Marfat.com

تجویز پیش کردی تھی کہ یا تو وہ دمشق میں آ جائیں یا پھر وہ اپنی ذاتی حفاظت پر زیادہ توجہ دیں۔ لیکن رحم دل اور حلیم و متین خلیفہ نے ان دونوں تجویزوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ بلکہ ان کا جواب یہ تھا کہ وہ قرابت رسول کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے' اور مزید یہ کہ وہ لوگوں کے مالیات پر اپنی ذاتی حفاظت کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرت عثمان غنیؓ بن عفان جو ابو عبداللہ بھی کہلاتے تھے' وہ مکہ میں پیدا ہوئے بنو امیہ خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ ان کا خاندان بلحاظ نسب پانچویں پشت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا تھا۔ ویسے بھی سماجی اور سیاسی اعتبار سے بنی ہاشم کے بعد بنی امیہ ہی کا مقام تھا۔ بعض صورتوں میں ان دونوں قبائل کو باقی کے قبائل پر برتری حاصل تھی۔ طلوع اسلام سے پیشتر قبیلہ قریش نے اپنا قومی پرچم اسی بنی امیہ ہی کے سپرد کیا ہوا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ بن عفان نے بچپن کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے خاندانی اور قبائلی رسم و رواج کے تحت حاصل کی اور اس کے بعد انھوں نے بھی اپنے موروثی پیشہ تجارت کو اپنا لیا تھا۔ ایک عہد میں ان کے خاندان کو عرب کی تجارت میں بڑا محترم اور امتیازی مقام حاصل تھا۔ اس لیے اپنے اس ابائی پیشہ میں حضرت عثمان غنیؓ بن عفان بھی رفتہ رفتہ مقام و مرتبہ حاصل کرنے لگے تھے۔ پھر جب وہ اپنے عہد شباب میں پوری توجہ کے ساتھ اس پیشہ تجارت سے وابستہ ہوئے تو اس کے بعد وہ جلد ہی پورے حجاز میں مشہور ہو گئے۔ ان کی شرافت' دیانت داری' معاملہ فہمی اور راست گوئی مثالی ہو گئی تھی۔

موانست نبوی میں۔ حضرت عثمان بن عفان پہلے خلیفتہ المومنین حضرت ابوبکر صدیق کے معتمد ساتھی اور جاں نثار دوست بھی تھے۔ ابوبکر صدیق ہی وہ پہلے پیامی تھے کہ جنھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو اسلام کی دعوت دی۔ اس دعوت کے بعد حضرت عثمان بن عفان نے حضرت طلحہ بن عبیدہ کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن دین اسلام کو قبول کر لینے کی پاداش میں ان کا چچا حکم انھیں بہت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ اکثر ان کا چچا "حضرت عثمان کو چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے اتنا دھواں دیتا کہ ان کا دم گھٹنے لگتا"۔ لیکن اس اذیت اور تکلیف کے باوجود ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔

اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہونے کے بعد انھوں نے خدمت دین اور رسول اللہؐ کی پیروی کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ لہٰذا حتی المقدور ان کی کوشش رہی کہ وہ اللہ کے رسول کے قریب قریب ہی رہیں۔ لیکن جب مکہ میں اہل قریش نے مسلمانوں پر دائرہ حیات کو بری طرح سے

Marfat.com

تنگ کر دیا تھا تو اس وقت مسلمانوں کو وقتی طور پر کسی پناہ اور تحفظ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی' اس لیے مسلمانوں نے اللہ کے رسول کی اجازت اور منشا کے مطابق حبشہ کی جانب ہجرت شروع کر دی تھی۔ حضرت عثمان غنی نے بھی مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

خاندانی پس منظر اور اپنے کاروبار کی وسعت کے باوصف حضرت عثمان خاصے مال دار اور متمول تھے۔ اس لیے وہ مالی اعتبار سے بھی اسلام کی بے پناہ مدد کرتے رہتے تھے' لیکن اس کے باوجود اس خدمت میں اپنے ساتھی اور دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ پر سبقت نہیں لے جا سکے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک جانب اپنی دولت کے باعث اسلام کی خدمت کی اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنی تجارت کو بھی اس مقصد کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اس لیے وہ اسلام کے مرکزہ کے ہمیشہ ایک اہم رکن رہے۔

ہجرت کے وقت خدمات۔ حضرت عثمان غنیؓ نے پہلے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت حبشہ کی اور پھر مدینہ کی ہجرت کی۔ مدینہ منورہ کی ہجرت کے حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ نے مکہ مکرمہ میں موجود اپنی جائیداد' تجارتی مال اور مکانات وغیرہ کی بھی ذرہ برابر پرواہ نہ کی بلکہ اللہ کے رسول کی اجازت سے وہ ان سب دنیاوی تحریصات اور تحفظات کو چھوڑ کر تحفظ اسلام اور خدمت دین کی خاطر چلے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں صرف ایک کنواں بنام "بیئر رومہ" موجود تھا' اس کے پانی کو ایک یہودی نے برسوں سے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں کو پانی کے حصول میں جب مالی طور پر بھی مشکلات کا سامنا ہوا تو اسے حضرت عثمان غنیؓ نے تن تنہا تیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس بیئر رومہ کی خرید کے حوالے سے اور بھی روایات ہیں کہ آغاز میں یہ کنواں اس طرح خریدا گیا تھا۔ کہ اس میں سے ایک دن مسلمان پانی بھرتے اور اور ایک دن یہودی مالک اس کنویں کا پانی فروخت کرتا' لیکن عملی طور پر یہ صورت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی تو حضرت عثمان غنیؓ نے کنویں کے کلی حقوق بھی خرید لیے تھے۔ بعض حوالوں میں اس کنویں کی قیمت جو حضرت عثمان غنی نے ادا کی اس میں بھی کم یا زیادہ مذکور ہے۔ بہر صورت اس مہاجرت کے بعد مدینہ منورہ میں از سر نو آباد ہونے کے وقت حضرت عثمان کی جانب سے مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی قربانی اور ایثار تھا۔ یہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ ہی میں ایک بڑی اور مرکزی مسجد بنانے کی خاطر جب غیر مسلموں سے زمین خریدنے کا معاملہ پیش آیا تو بھی حضرت عثمان غنیؓ ہی نے سب سے زیادہ مالی معاونت فراہم کی تھی۔ بعد میں اس مسجد کی توسیع اور تعمیر کی خاطر بھی حضرت عثمان غنی نے اپنی بھرپور مالی خدمات پیش کر دی تھیں۔

Marfat.com

جنگ بدر سے محرومی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی طرح حضرت عثمان غنیؓ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی ساتھیوں میں شریک رہے۔ انھوں نے اسلام کی دشمنوں کے مقابلے میں جنگوں میں بھی تن،من اور دھن سے حصہ لیا۔ وہ خود بھی عملی طور پر جنگوں میں شریک ہوئے۔ صرف جنگ بدر میں وہ خود شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اس وقت وہ جنگ میں عملی طور پر شریک تو ضرور ہوتے لیکن اس وقت آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ شدید بیمار تھیں۔ بنت رسول اللہؐ حضرت رقیہ کو اس بیماری کی حالت چھوڑ جانا ایک طرح سے فرائض زوج کی بھی خلاف ورزی تھی "اس لیے حضورؐ پر نور نے ان کی مدینہ میں تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا اور فرمایا تم کو شرکت کا اجر اور مال غنیمت کا حصہ دونوں ملے گا۔"

"حضرت رقیہ کا یہ مرض در حقیقت پیام موت تھا۔ غمگسار شوہر کی جانفشانی و تندہی سب کچھ کر سکتی تھی لیکن قضائے الٰہی کو کیونکر رد کرتی۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی غیر حاضری ہی میں چند روز بعد وفات پا گئیں۔"

وادی بدر میں مسلمان معرکہ حق و باطل کے بعد فتح یاب ہو کر غالباً واپسی کے لیے سوچ رہے ہوں گے کہ اس وقت ادھر اپنے گھر میں بنت رسولؐ اور زوجہ حضرت عثمان محترمہ رقیہؓ موت کی وادی میں جا پہنچی تھیں۔ گویا اس طرح والد محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وادی بدر سے واپس آ رہے تھے۔ زوج محترم حضرت عثمان غنیؓ وادی حزن و ملال میں غلطاں تھے اور زوجہ محترمہ موت کی گود میں تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کا زیادہ دیر تک انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لیے جلد ہی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ "حضرت عثمان اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اس ملکہ جنت کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ نعرہ تکبیر کی صدا آئی۔ دیکھا تو حضرت زید بن حارثہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ پر سوار فتح بدر کا مژدہ لے کر آ رہے تھے۔ محبوب اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر کی وفات کا سانحہ کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس حادثہ کے بعد حضرت عثمانؓ ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے تھے۔" اس ہمدرد اور غمخوار اہلیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "افسوس میرا رشتہ خاندان رسالت سے ٹوٹ گیا ہے۔" لیکن اللہ کے رسولؐ نے انھیں زیادہ دیر تک اس نعمت سے محروم نہ رکھا بلکہ کچھ مدت کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے کر دیا تھا۔ اس طرح ان کا خاندان رسالت سے ایک بار رشتہ اور تعلق استوار ہو گیا تھا۔

جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکنے کے باعث حضرت عثمان غنیؓ قریباً ساری زندگی اس

Marfat.com

سعادت سے محروم ہونے پر تاسف کا اظہار کرتے رہے۔

حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران میں بھی حضرت عثمان غنیؓ حکومت کے انتظامات اور نظم و نسق میں بھی اعلیٰ مناسب سے پر متمکن رہے' اس وقت بھی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سب سے بڑے معتمد ساتھی تھے۔ وہ مسلمانوں کی سب سے بڑی مشاورتی کونسل کے مستقل رکن تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ متعدد امور میں حضرت عثمان غنیؓ سے خصوصی مشاورت بھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو یہ بھی فضیلت حاصل تھی کہ وہ ان دو اصحاب میں سے تھے جنھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خلافت کے لیے حضرت عمر فاروق کے بارے میں وصیت وصول کی تھی۔

خلیفہ سوم کی نامزدگی۔ مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی اپنی خلافت اور نامزدگی کئی حوالوں سے ایک متنازعہ امر بن گئی تھی۔ اس انتخاب کے حوالے سے کئی طرح کی روایات ملتی ہیں۔ لیکن اس حقیقت میں تو کسی کو باک نہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بستر مرگ پر خلافت کے لیے چھ آدمیوں کے نام لے دیئے تھے اور بتایا تھا کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ مقرر کر لینا۔ اس کے بعد خلیفہ دوم کی شہادت کے بعد ان چھ میں سے چار اصحاب نے خلافت کے حق سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔ اس طرح صرف دو اصحاب حضرت عثمان غنی اور حضرت علی ہی خلافت کے منصب کے لیے باقی رہ گئے تھے۔ لہٰذا اس پس منظر میں ان دونوں حضرات نے یہ عندیہ دے دیا تھا کہ جس بھی امیدوار کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فیصلہ دے دیں گے وہی مسلمانوں کا خلیفہ بنا لیا جائے گا۔ اپنی وفات سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بھی نصیحت کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ تین دن کے اندر اندر اس مسئلے کو ضرور حل کر لیا جائے۔ لہٰذا تیسرے روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا تھا۔ اس طرح حضرت عثمان غنیؓ بن عفان مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے اشراف اور عام لوگوں نے حضرت عثمان غنی کے ہاتھ پر خلافت کے حوالے سے بیعت کرنا شروع کر دی تھی۔ بعض تاریخی حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے بطور خلیفتہ المومنین کے پس پردہ بھی بعض سازشی ہاتھوں اور تخریبی سوچوں کا بھی عمل دخل تھا' اس لیے اس کے ساتھ ہی بعض لوگوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا تھا کہ خلافت کے حقدار حضرت علیؓ ہیں' اور یہ حق ان ہی کو بہر صورت ملنا چاہیے۔

بہر صورت حضرت عثمان غنیؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد اپنے فرائض نہایت

Marfat.com

خلوص' ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ ادا کرنے شروع کر دیئے تھے۔ انھوں نے چونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے دور خلافت کو بخوبی دیکھا ہوا تھا اور انھیں رفاقت نبوی میں حاصل کی ہوئی تعلیمات بھی ازبر تھیں اس لیے انہوں نے حتی الامکان میانہ روی اور بالخصوص نرمی و ملاطفت ہی کو اپنا شعار سیاست بنایا۔ انھوں نے قریباً ایک سال تک اپنے انتظامی اور سیاسی نظم و نسق میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے بعد انھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے معاہدوں اور وصیت کے مطابق چند ایک انتظامی تبدیلیاں کیں۔

یوں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے پہلے چھ سال عہد فاروقی کی فتوحات اور توسیعات ہی کے تسلسل کا تواتر بنی رہی' اس طرح اسلام بدستور کئی نئے علاقوں اور صوبوں میں پھیل گیا'اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر کئی شعبوں میں بھی تعمیر و ترقی ہوتی رہی۔

شورشوں کا آغاز۔ اس کے برعکس خلافت عثمانی کو شروع ہوئے ابھی چھ ہی ماہ گزرے تھے کہ ایرانیوں میں بغاوتوں کا آغاز ہو گیا' اور پھر اسلام اور اسلام کی طاقت کے خلاف انھوں نے شورش کر دی۔ اس کا پس منظر یوں ہے کہ ایرانی سپہ سالار یزدجرد جو ایک طرح کی جلا وطنی کی زندگی گزار رہا تھا۔ اس نے اب محسوس کر لیا تھا کہ شاید مرکز اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ اس لیے اس نے اعلانیہ اور خفیہ سازشوں کا جال بچھا دیا تھا۔ اس طرح یزدجرد کی کارروائیوں کے باعث سلطنت فارس میں بعض لوگوں میں بے چینی اور اضطراب پھیلنے لگا تھا۔

عہد عثمانی کی فتوحات۔ یزدجرد کی پیدا کردہ اس بدامنی اور شورش کو دبانے کے لیے حضرت عثمان غنی نے ضروری کارروائی کی' فوری طور پر اس مقصد کے لیے کئی مہمات روانہ کیں۔ ان مہمات میں شامل مسلمان عساکر نے شورشیوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کیے۔ اور باغی لوگوں کو بڑی قوت کے ساتھ دبا دیا اور پھر ان میں سے بچنے والوں کو ایرانی حدود سے دور بھگا دیا۔ ان مہمات کے باعث ایرانی علاقوں میں سلطنت اسلامی کو وسعت بھی نصیب ہوئی۔ اسی تسلسل میں ۳۰ ہجری تک عہد عثمانی میں فارس کے مشرق میں کئی علاقے اور شمالی علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے تھے۔ ان علاقوں اور ریاستوں میں بلخ' ترکستان' ہرات' کابل' غزنی' خراساں' طوس' نیشاپور' اور مرو وغیرہ مشہور تھے۔ اس کے دو تین سال بعد ایرانی سپہ سالار کہیں جلا وطنی ہی میں مارا گیا تھا۔ گویا اس کی موت کے بعد ایک بار پھر جو فارس کے علاقوں میں بدستور امن و امان قائم ہونے لگا۔ اسی دور میں مسلمان فوجیں جو فارس کے شمال مغرب میں ترکوں اور رومیوں سے نبرد آزما تھیں انھیں بھی پے بہ پے فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ بچے کھچے رومی فارس کے مغربی کناروں سے دور بھگا دیئے گئے تھے۔ اس طرح بحیرہ

Marfat.com

اسود کے ساحلوں پر بھی اسلامی پرچم لہرانے لگا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے دوسرے سال رومی ایشائے کوچک کے راستے سے ایک بار پھر شام کے علاقوں میں داخل ہونے لگے تھے۔ اس وقت جناب امیر معاویہ شام کے گورنر تھے۔ ان کے پاس ان رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے زیادہ بہتر اور وافر جنگی ساز و سامان نہیں تھا۔ لیکن اس قدرے کمزور صورت حال کو دیکھ کر خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک تازہ کمک بھجوا دی تھی۔ یوں اسلامی فوجوں نے ان رومی فوجیوں کو بڑی قوت کے ساتھ پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ مسلمان انھیں دھکیلتے ہوئے بحیرہ اسود کے ساحلوں تک لے گئے' اور اس کے ساتھ مسلمانوں نے آرمینیا' آذر بائیجان اور ایشیائے کوچک پر اپنا قبضہ زیادہ مضبوط اور مستحکم کر لیا۔ یہاں پر ٹیفلس پر بھی مسلمانوں نے اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ اس کے بعد ۳۲ ہجری میں امیر معاویہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں پر رومیوں نے اپنے کئی ایک مضبوط فوجی قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ اس کے بعد یہاں پر مسلمانوں نے دشمنوں کی مسلمانوں کے علاقوں تک رسائی روکنے کے لیے کئی اہم اقدامات کر لیے تھے۔

انھی شورشوں اور بغاوتوں کے دوران میں مشرقی افریقی سرحدوں پر اور مصری علاقوں میں رومیوں نے ایک بار پھر مسلمان علاقوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اپنی ان کوششوں سے انھوں نے ۲۵ ہجری میں مصر کی بحیرہ روم میں موجود بندرگاہ سکندریہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن العاصؓ نے جلد ہی وہاں پر تازہ دم حملے کر کے دوبارہ قبضہ میں لے لیا تھا۔

ادھر طرابلس میں رومی کمانڈر گیریگوری نے اپنی بہت بڑی اور ایک تجربہ کار فوج بنا رکھی تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے فوجیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس فوج کا قیام اور گیریگوری کا وجود قریبی مسلمان ریاستوں کے لیے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے حضرت عثمان غنی خلیفتہ المومنین نے مرکز اسلام مدینہ منورہ سے ایک اسلامی لشکر بروقت روانہ کر دیا۔ اس اسلامی لشکر میں حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے بہادر اور شجیع جنگجو ماہر بھی موجود تھے۔

جب مسلمان فوجیں طرابلس میں پہنچیں اور رومیوں سے جنگ ہوئی تو یہاں پر بھی رومی فوجوں نے شدید مزاحمت کے بعد بڑی بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کی سرکردگی میں مسلمان عساکر ان کی مزاحمت اور زور کو توڑ کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ دشمن کا بھاری جانی و مالی نقصان کیا۔

مسلمانوں کا پہلا بحری بیڑا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے پہلی بار

Marfat.com

اپنی بحری فوج بنائی اور اسے ہر طرح کی جنگی مہارت اور سازو سامان سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے امیر معاویہ کو قبرص پر حملہ کرنے سے اس وقت تک روکے رکھا کہ جب تک مسلمانوں نے اپنی بحریہ نہیں بنا لی تھی۔ قبرص رومیوں کا ایک بہت بڑا اور مضبوط شہر تھا۔ اس کے تحفظات اور قلعہ بندیاں بڑی مثالی تھیں۔ وہ جزیرہ اپنی جنگی اہمیت کے اعتبار سے بھی بڑا مشہور تھا۔ رومیوں نے اس جزیرہ سے مسلمانوں کے علاقوں اور شام کے ساحلی علاقوں پر حملوں کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے امیر معاویہ کو اجازت دے دی تھی کہ وہ قبرص پر حملہ کر دے۔ اس طرح امیر معاویہ نے مسلمانوں کی پہلی بار باضابطہ بحری فوج بنائی۔ مسلمانوں کا یہ پہلا بحری بیڑا اپنی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار بڑا موثر تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کے اسی بحری بیڑے نے حملہ کر کے بہت جلد جزیرہ قبرص پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس کے بعد رومیوں نے اب ۳۱ ہجری میں مصر کی اسلامی حکومت کے خلاف پانچ سو بحری جہازوں سے حملہ کر دیا تھا۔ اس وقت مصر کے مسلمان گورنر کے پاس کوئی مناسب اور کافی بحریہ موجود نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود اپنی مٹھی بھر بحری فوج کے ساتھ مسلمانوں نے رومیوں کے حملے کا مقابلہ کیا۔ اس حملے میں مسلمانوں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ انھوں نے اپنی تمام کشتیوں اور بحری جہازوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیا تھا۔ یہ طریقہ جنگ رومیوں کے لیے قدرے نیا تھا، اور اس طریقہ کار میں مسلمان مجاہدین باہم دگر لیکن متحد انداز میں دشمن پر ضربیں لگاتے رہے جس کی بدولت رومی دشمن بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اس جنگ میں رومیوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اب مسلمانوں کو بحری جنگوں کے حوالے سے بھی شہرت ملنے لگی تھی۔ اس کامیابی پر مسلمانوں کو بحیرہ روم کے ساحلوں پر جو شہرت اور برتری ملی وہ مدتوں تک برقرار رہی۔ اس حوالے سے مسلمان مجاہدین نے بحری جنگوں میں فتوحات کا ایک نیا باب کھول دیا تھا۔ پھر بعد کے برسوں میں مسلمانوں میں بحریہ کے اعلیٰ اور مثالی سپہ سالار اور جنگجو پیدا ہوتے رہے۔ بہر صورت عہد عثمانی میں مسلمانوں نے بحیرہ روم کے مشرقی حصوں میں اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اس طرح کی پے بہ پے فتوحات کے باوجود ان کے خلاف لوگوں میں ایک بغاوت اور شورش پیدا ہو چکی تھی۔ اس بغاوت کے کئی اسباب بتائے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے سب سے بڑی وجہ ابن سبا کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں اور منافقانہ کار روائیاں ہی بنی تھیں۔ اس نے اپنے پیرو کاروں کی کار روائیوں کے

Marfat.com

باعث مرکز اسلام اور خلیفہ کے خلاف منافرت پھیلا دی تھی۔ ابن سبا ایک طرح کی سازش کے تحت خلیفتہ المومنین کے خلاف لوگوں میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ ابن سبا چونکہ بنیادی طور پر ایک یہودی تھا لیکن اس نے اسلام کو بھی قبول کر رکھا تھا۔ اس طرح اس کا منافقانہ رویہ اپنا کام دکھا رہا تھا۔ اس کے برعکس مرکز میں حضرت عثمان غنیؓ اپنی سادگی شرافت اور رحم دلی کے باعث مسلمانوں کو ہر طرح کے ظلم اور زیادتی سے بچانے کے لیے کوشاں تھے۔ اس صورت حال نے ابن سبا کی سازشوں کو اور بھی پنپنے کا موقع دے دیا تھا۔ دور دراز کے علاقوں کے لوگوں میں ابن سبا کے سازشی دوست بھرپور طور پر مرکز اور خلیفہ کے خلاف کام کرنے لگے تھے۔

اس ابتری اور بے چینی کی صورت حال پر قابو پانے کے لیے اگرچہ مرکز اسلام سے حضرت عثمان غنی انسدادی اور تدارک کی انتظامات کرنے لگے تھے۔ لیکن سازشی اس قدر نڈر اور منظم ہو چکے تھے کہ انھوں نے حکومت کی بعض کارروائیوں کو بھی ناکام بنا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود رحم دل خلیفہ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان غنی کی خلافت کے پہلے چھ سال تک تو انتظامی طور پر قوم کی ہر سطح پر تعمیر و ترقی بھی حسب سابق ہوتی رہی۔ اس اثناء میں ایران میں ہونے والی بغاوتوں کا تو فوری طور پر قلع قمع کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے سمندری جنگوں میں جس طرح قلعہ بندی کر کے نئے طریق جنگ سے کامیابیاں حاصل کیں' اس سے تو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کی کامرانیوں کے تسلسل ہی کا تصور پیدا ہوتا تھا۔ اس ابتدائی چھ سال کے دور میں اسلام اپنے پورے سابقہ اتحاد استحکام اور جوش و جذبہ کے ساتھ بدستور پھیلتا رہا اور نئی نئی دنیاؤں میں پہنچتا رہا۔ اس طرح خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ ہی کے عہد کی جھلک ملتی رہی۔

منافقوں کی کارروائیاں۔ مسلمانوں میں منافقین کے گروہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد سے پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ انھیں منافقین کے باعث بعض لوگوں نے جعلی نبوتوں کو بھی چمکانے کی کوشش کی۔ بلکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے مختصر لیکن مصروف ترین عہد خلافت میں اپنا زیادہ وقت ایسے کاذب، اور منافقین ہی کی سرکوبی میں گزارہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ارتداد و الحاد کا بھی مقابلہ کرتے رہے۔ اور وہ ان مسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہوئے۔ پھر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں شاید ان کے جلالی انداز و اسلوب اور دو ٹوک طور پر امور کے فیصلوں کے باعث منافقین کو کہیں پناہ نہیں ملی تھی۔ اس کے علاوہ ظاہری طور پر کسی بھی گروہ یا فرقے کو یہ موقع نہیں مل سکا تھا کہ وہ پنپ

Marfat.com

سکے۔ اس پس منظر میں شاید منافقین پس پردہ اور زیر زمین چلے گئے تھے۔ لیکن خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کے عہد میں ان شورشی اور منافق لوگوں نے موقع پایا اور چھ مہینے کے اندر اندر ہی انھوں نے اپنی خفیہ اور اعلانیہ سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ ویسے بھی عہد فاروقی میں امیر، گورنر اور دیگر عمال کو اپنے محاسبے کا بھی ہمہ وقت ڈر رہتا تھا' اس لیے وہ کسی بھی طرح کے مسئلے کو بغیر توجہ کئے نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر اس حوالے سے کوئی مسئلہ براہ راست بھی خلیفۃ المومنین کے پاس پہنچ جاتا تھا تو بھی حضرت عمر فاروق اس پر فوری اور شدید کارروائی کرتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں شاید حکومتی اہل کاروں نے چھوٹے چھوٹے اور شورش و بغاوت کا باعث بننے والے امور کو معمولی امور سمجھا تھا۔ اس لیے منافقین اور شورشی لوگوں کو موقع ملنے لگا تھا۔

اس دور تک اور بھی کئی مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ ان میں ایک بڑا مسئلہ ان عیسائیوں اور یہودیوں کا تھا کہ جنھوں نے اسلام کو قبول تو کر لیا تھا لیکن کچھ مجبوریوں کے باعث اور کچھ مصلحتوں کے تحت انھوں نے اسلام قبول کرتے ہوئے کچھ باتوں کو مخفی اور استثنا میں رکھ لیا تھا۔ بالخصوص یمن کے یہودیوں نے اسلام کو قبول کرتے ہوئے اسلام کے جمہوری اور مساوات بھرے اصولوں سے مستفید تو ہونا شروع کر دیا تھا' لیکن اسلام جو پابندیاں عائد کرتا ہے' ان سے وہ نالاں رہنے لگے تھے' اور اپنے رہنما ابن سبا کے اشاروں پر سازشیں بھی شروع کر دی تھیں۔ ابن سبا نے یہودیوں کو بعض خباثتوں کی اجازت دے رکھی تھی' اس لیے وہ لوگ ابن سبا کے گرویدہ ہونے لگے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بصرہ' کوفہ اور فوستاینی قاہرہ کے مسلمان جو غیر حجازی تھے' وہ ابن سبا کی شعلہ بیانیوں کے طلسم میں جلدی آنے لگے تھے۔ اس طرح ابن سبا کی مکارانہ کارروائیوں سے مصر' کوفہ' بصرہ اور عراق میں ایک طرح کی بے چینی اور بدامنی سی پھیل گئی تھی۔ ابن سبا کی نفرت پسندانہ سرگرمیاں اصل میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ اور آپ کی خلافت ہی کے خلاف تھیں۔

الزام تراشی کی لہر۔ اس طرح کی مفاہمت بھری سرگرمیوں میں سب سے زیادہ ہوا اس بات کو دی جا رہی تھی کہ خلیفہ نے اپنے عزیز و اقارب اور تعلق داروں کو نوازنے کی پالیسیاں اپنا رکھی ہیں۔ لیکن اصل صورت احوال یہ تھی کہ انھوں نے اپنی خلافت کے ابتدائی چھ سال کسی طرح کی انتظامی تبدیلیاں نہیں کی تھیں کہ جن سے لوگوں کو یہ تاثر ملتا کہ وہ کسی طرح سے اقربا پروری کر رہے ہیں۔ حالانکہ عدل و انصاف کے معاملے میں وہ بے ریا' غیر جانب دار اور بے لچک رویے کے مالک تھے۔ اس امر کی ایک مثال بڑی واضح تھی کہ انھوں نے گورنر ولید کو

Marfat.com

شراب نوشی کے جرم میں حد کے مطابق کوڑے لگوا دیئے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے خاندان امیہ کے متعدد اہل کاروں اور منصب داروں کو بھی ان کی کارکردگی کی بنا پر معزول کر دیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ان معزول کیے جانے والے اہل کاروں اور گورنروں کے خلاف اخلاقی اور انتظامی الزامات سچ ثابت ہونے پر ہی یہ کارروائی کی گئی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ پر بعض مورخین نے اس شک کا اظہار کیا کہ انھوں نے بنی امیہ کے قریباً تمام گورنروں اور اہل کاروں کو ان کی ملازمتوں اور مناصب سے سبکدوش کر دیا تھا۔ حالانکہ انھوں نے اس خاندان کے متعدد قابل' ایماندار اور اہل گورنروں اور منصب داروں کو ان کے عہدوں پر بدستور بحال رکھا تھا یا بعض ایسے افراد کو حکومتی امور پر شامل بھی کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے بہتر انتظامیہ اور پرامن نظم و نسق کے لیے شورشی' باعث نزاع' اور باغیانہ خیالات والے اہل کاروں کو قومی مفاد میں فارغ کر دیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہر حکمران کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی فعال انتظامیہ کے لیے ہم خیال لوگوں کو اپنے حکومتی امور میں شامل کرے۔ لہٰذا اس حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ نے بھی بعض سیاسی حوالوں سے اور انتظامیہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے طور پر کچھ ایسے افراد کا تقرر بھی کیا کہ جو لوگ منافقین اور مرکز خلافت کے دشمنوں کو پسند نہیں تھے۔ اس معاملے میں ان سے اپنے پیش رو خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کی احتیاطوں اور نزاکتوں پر توجہ نہ دی جا سکی۔ مثلاً حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر ایک ذہین اور قابل اہل کار ثابت ہو سکتے تھے لیکن حضرت عمر فاروق نے انھیں کسی طرح کا کوئی منصب نہیں دیا تھا۔ لیکن چند ایک ایسے ہی واقعات کو بدسگال لوگوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف ایک موثر تشہیری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا۔ ان نزاکت طلب اور اقربا نوازی کی جھلک والے چند ایک امور میں بھی زیادہ ہاتھ حضرت عثمان غنیؓ کے معتمد خاص مروان کا بتایا جاتا ہے۔ لہٰذا مروان کی متعدد کارروائیوں اور خواہشات کو بھی حضرت عثمان غنیؓ کے کھاتے میں ڈالا گیا۔

دارالخلافہ کا محاصرہ۔ اس کے بعد تاریخ کا فیصلہ کن وقت قریب آ گیا۔ اور باغیوں نے مدینہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کو ختم کرنے کے لیے مرکز اسلام مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا' لیکن اس صورت حال کے باوجود بھی حضرت عثمان غنیؓ نے باغیوں کے خلاف کوئی سخت کارروائی نہ کی کیونکہ ان کا مسلک ہی یہی تھا کہ مسلمانوں کا ناحق خون نہیں بہایا جائے۔ اس سلسلے میں مدینہ کے لوگوں نے مزاحمت بھی کرنا چاہی لیکن ہمدرد' امن پسند اور شریف خلیفۃ المومنین نے مزاحمت کرنے والوں کو کسی بھی طرح کی کارروائی سے روک دیا تھا۔ لیکن اس

۹۶۴۴۳

Marfat.com

توکل اور شاکر برضائے الٰہی ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ حضرت علیؓ نے خلیفہ کی حفاظت کے لیے اپنے دو بیٹوں کو مقرر کر دیا تھا تاکہ وہ اپنی جان کی بازی لگا کر بھی خلیفہ کی ذاتی حفاظت کریں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ افراد نے حفاظتی اقدام اختیار کر لیے تھے۔ اس اثنا میں خلیفۃ المومنین نے باغیوں کے ایک اس مطالبے کو فوری طور پر مان لیا تھا اور مصر کا گورنر محمد بن ابوبکر کو مقرر کر دیا تھا۔ اس تازہ تقرری کے بعد ایک وقت تو ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ لوگ بڑی حد تک مطمئن ہو گئے ہیں' اور مدینہ پر جو طوفانی بادل چھائے ہوئے ہیں وہ رفتہ رفتہ چھٹنے لگے ہیں۔ لیکن اس صورت حال کے چند دن بعد باغیوں نے ایک بار پھر مدینہ منورہ دارالخلافہ کو اپنے نرغے میں لے لیا۔

اس تازہ محاصرے کا باعث ان باغیوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کوئی ایک خفیہ خط بھی لکھا ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے محمد بن ابوبکر کو مصر پہنچنے پر قتل کر دیا جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ خط اس وقت کے گورنر کے نام لکھا گیا تھا۔ لیکن تاریخ اور حالات و واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ جس شخص سے منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ یہ خط لے کر بطور پیامی گیا تھا' اس سے اس نوعیت کا کوئی خط دستیاب نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی ایسا خط کہیں اور سے بھی برآمد ہوا ہے۔

اس نوعیت کے گمراہ کن اور خلیفۃ المومنین کے قطعاً مزاج کے خلاف خط سے حضرت عثمان غنیؓ نے برملا طور پر اپنی لاعلمی اور لاتعلقی کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان غنی کی اس وضاحت اور لاعلمی کو باغیوں نے بھی تسلیم کیا اور انھوں نے بھی اس خفیہ خط کی ساری ذمے داری آپؓ کے سیکریٹری مروان پر ڈال دی تھی۔ ان لوگوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا تھا کہ یہ ساری خفیہ سازش مروان ہی کی ہے اور وہی محمد بن ابوبکر کو قتل کروانا چاہتا ہے۔ اس طرح باغیوں نے خلیفہ سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان لوگوں کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کسی مصدقہ اور مستحکم ثبوت کے بغیر مروان کو ان لوگوں کے سپرد کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

حضرت علیؓ کا اظہار خیال۔ اس ساری صورت حال پر باغیوں کے ساتھ حضرت علیؓ نے بھی ایک مکالمہ کیا اور ان لوگوں سے یہ دریافت کیا تھا کہ چند دن پہلے آپ سب مدینہ منورہ کا محاصرہ اٹھا کر مختلف سمتوں اور جوانب میں روانہ ہوئے تھے۔ لیکن پھر تم لوگوں کی مراجعت کس طرح ایک ہی وقت میں ممکن ہو سکی ہے۔ حضرت علیؓ کے اس سادہ سے لیکن اہم سوال کا جواب وہ لوگ تسلی بخش طور پر نہ دے سکے۔ لہٰذا اس پس منظر میں حضرت علیؓ نے بھی اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ جس خفیہ خط کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ایسا خط محض ایک دھوکا بلکہ ایسے خط کا

Marfat.com

لکھا جانا ہی محل نظر ہے۔ اس موقع پر خلیفتہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور بتایا کہ:

"میرے لیے جہاں تک موت کا معاملہ ہے، تو اس سلسلے میں میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا، اور میرے نزدیک موت ایک سہل اور آسان چیز ہے۔ اور اسی طرح جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے، اگر میرا یہ مقصد ہو تو میری خاطر ہزاروں لوگ سامنے آکر لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن میں مسلمانوں کا ایک قطرہ بھی خون بہانے کے حق میں نہیں ہوں"۔

حضرت عثمان غنیؓ کی اس وضاحت کے باوجود بھی باغیوں کی تشفی نہ ہوئی، اور وہ اپنی ضد پر ڈٹے رہے اور انھوں نے اپنے مطالبات اور کارروائیوں میں بھی کمی نہ کی اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے کوئی رعایت یا ڈھیل بھی نہ دی۔ اسی اثناء میں مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح مدینہ منورہ میں متعدد مسلمان نہ رہے۔ اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے حوالے سے پیدا ہونے والی صورت حال کو باغیوں نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ اس کے بعد انھوں نے تھوڑی سے ظالمانہ منصوبہ بندی کر کے مدینہ کے محاصرے کو زیادہ تنگ کر کے اب تو حضرت عثمانؓ کے گھر کو بھی گھیرے میں لے لیا تھا۔ لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین چونکہ خلیفہ کے گھر کے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے اس لیے باغیوں کو گھر کے اندر داخل ہونے کی جرات نہ ہو سکی۔ لیکن ایک دن ان باغی محاصرین نے گھر کی ایک پہلوی دیوار کو پھلانگ کر حضرت عثمان غنیؓ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ اس وقت خلیفتہ المومنین قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور ایک خاص معنی والی آیت پر پہنچے تھے۔ باغیوں سے بچانے کے لیے حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت نائلہ نے کوشش کی۔ لیکن باغیوں میں سے ایک شخص کی تلوار کے وار سے ان کی انگلیاں کٹ کر الگ ہو کر گر گئیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت نائلہ نے آگے بڑھ کر تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکنا چاہا جس سے ان کی چھوٹی انگلی یا انگلیاں کٹ گئیں اور وہ اس کے ساتھ ہی بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ دشمن کی کاری ضربوں اور تلوار کے واروں سے حضرت عثمان غنیؓ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر بیاسی سال تھی، اور خلافت کا دورانیہ بارہ سال تھا۔

ایک اہم خطاب۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی ساری زندگی خدمت اسلام کے لیے گزاری اور ہر موقع پر مالی طور پر بھی بھرپور اور مثالی مدد کی۔ انھوں نے اپنی ساری دولت اور مال متاع کو پیغمبر اسلام اور اسلام کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ وہ آنحضرت نبی رحمت کے

Marfat.com

ایک اشارے پر سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے۔ ان کی فیاضی کی کوئی حدود نہیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں جب مملکت اور دین کا سب سے بڑا منصب امامت اور خلافت کا تفویض کیا گیا تو انھوں نے اس کے معاوضے میں بیت المال سے کچھ حاصل نہ کیا' اور اس کے بجائے وہ اپنی تجارت ہی سے اپنا خرچ چلاتے رہے اور لوگوں کی خدمت بھی کرتے رہے۔ اسی پس منظر میں مورخ طبری نے خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی ایک تقریر میں سے چند ایک اقتباسات یوں دیئے ہیں کہ:

"اے لوگو! تمھیں یاد ہو گا کہ جب مجھے منصب خلافت سونپا گیا تو اس وقت میں پورے عرب میں زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا۔ لیکن آج میرے پاس دو اونٹوں کے سوا کوئی مویشی نہیں ہیں۔ اور وہ بھی حج کے سفر کے لیے چھوڑے ہوئے ہیں۔ میرے پاس ایک اونٹ اور ایک بکری نہیں ہے۔ بخدا! میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا کہ جس کے ادا کرنے کے وہ لوگ متحمل نہ ہوں' اور جو کچھ وصول ہوا وہ ان لوگوں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کیا گیا۔ میرے پاس صرف بیت المال میں صرف خمس آتا تھا۔ اور اس میں سے کچھ لینے کا میں روا دار نہیں ہوں۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورہ کے بغیر مستحقین میں صرف کیا۔ بخدا! خدا کے مال میں سے ایک پیسہ کا تصرف نہیں کیا جاتا۔ میں اس میں سے کچھ نہیں لیتا' یہاں تک کہ میں اپنے ذاتی مال ہی میں سے کھاتا ہوں"۔

حضرت عثمان غنیؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ قرآن مجید کا ایک مصدقہ نسخہ جمع کر کے اسے رائج کرنا بھی ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنے عہد میں ایک مصدقہ نسخہ کی نقلیں تیار کروا کے اسلام کے تمام بڑے بڑے مراکز کو روانہ کر دی تھیں۔ تجمیع قرآن کے اس کارنامے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کی گئی تھی' کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کا ایک مستند معیاری نسخہ تیار ہو جانا چاہیے۔

قومی تعمیر و ترقی۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں بھی قومی تعمیر و ترقی کے کاموں میں کسی طرح رفتار کم نہیں ہونے دی تھی۔ انھوں نے اپنے دور میں نئی بستیاں بسائیں' پل' سڑکیں' مسجدیں' مہمان خانے بھی تعمیر کرائے۔ اسلامی دنیا میں موجود تمام شہروں کو مزید ترقی بخشی۔ مدینہ تک پہنچنے والی بڑی سڑکوں پر جا بجا چوکیاں اور کاروان سرائیں بنائیں۔ اس طرح ان سڑکوں پر سفر محفوظ اور آرام دہ ہو گیا۔ مدینہ اور دیگر کئی علاقوں میں پینے کے پانی کی وافر سہولتیں بہم پہنچائی گئیں۔ بعض ریگستانی شہروں اور علاقوں کو بھی پینے کے پانی کی سہولتوں کی فراہمی ممکن کی گئی۔ اس طرح لوگوں کی دیرینہ ضروریات اور پانی کی احتیاجات پوری

Marfat.com

ہونے لگی تھیں۔ اسی دور میں نقل و حمل اور سفر کی محفوظ اور بہتر سہولتوں کے باعث دار الخلافہ مدینہ منورہ بہت بڑا تجارتی شہر بھی بن گیا تھا۔ مدینہ منورہ کی دیگر مرکزی حیثیتوں کو بھی حتی المقدور وسعت اور ترقی بخشی گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے زرعی اور مویشیات کی ترقی میں بھی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ انھوں نے اپنے عہد میں گھوڑوں کے وسیع و عریض نئے اصطبل بنائے اور اونٹوں کے لیے بھی کئی مراکز اور کھیت مخصوص کیے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی بہتر نسل کشی کے انتظامات بھی کیے گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ ہی کی طرح مجالس مشاورت قائم رکھیں اور متعدد امور میں ان کی رائے اور مشاورت کو اہمیت دی گئی۔ ان مجالس مشاورت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ساتھی اور صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ اپنے سے پہلے خلفاء کی طرح خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ بھی لوگوں کے لیے ہر وقت بلا روک ٹوک دستیاب تھے۔ ان کے عہد خلافت میں بھی بڑے سے بڑے حاکم، منصب دار اور اہل کار کے خلاف معمولی سے معمولی شکایت پر بھی کارروائی کی جاتی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ اپنی رحم دلی، بردباری، راست بازی اور شرافت کے باعث زیادہ مشہور ہیں۔ ان کی سادگی اور خدمت خلق بھی قابل ذکر ہے۔ ان کا کردار و عمل ہر طرح کے شکوک و شبہات سے بالا تر ہے حتیٰ کہ ان کے شدید دشمن بھی آپؐ کے ان اوصاف کے معترف دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے عہد میں حضرت عثمان غنی کی سادگی اور رحم دلی سے بعض لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور خلافت کے منصب کو ان مفاد پرستوں نے شدید نقصان پہنچایا۔ لیکن حضرت عثمان نے اس حوالے سے جو کچھ بھی کیا وہ اپنی دانست میں مناسب اور موزوں ہی کیا۔

Marfat.com

باب-۲

حضرت عثمانؓ بن عفان

خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ بن عفان' قریش کے ایک خاندان بنو امیہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ اس خاندان کو امیہ بن عبد شمس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ محکمہ "لوا" اسی خاندان بنو امیہ کے سپرد تھا۔ یہ اس دور میں ایک طرح سے محکمہ فوج تھا۔ اور اس محکمے کے پاس ہی قومی پرچم اور علامتی پرچم یعنی "عقاب" تھا۔ اس محکمے کے باعث لوا یعنی جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر قوم دشمن سے جنگ کرنے جاتی تھی۔ اس کی محافظت' قومی جھنڈے کا محافظ تمام افواج کا سپہ سالار ہوتا تھا۔ یہ فوجی عہدہ بنو امیہ میں تھا۔ حضرت عثمان بن عفان بھی اس خاندان بنی امیہ کے ایک محترم اور اہم فرد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابو سفیان بن حرب بھی اس خاندان بنو امیہ میں سے تھا' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ابوسفیان ہی لوا پر قابض اور مکہ کی پوری فوج کا سپہ سالار اور سب سے بڑا منصب دار تھا۔

سلطنت مکہ میں خاندان بنو امیہ کو اپنی معاشرتی اور اہم منصب اور ذمہ داری سنبھالنے کے باعث خاصا قابل قدر مقام حاصل تھا۔ اس خاندان پر صرف بنو ہاشم خاندان کو ایک طرح سے برتری حاصل تھی۔ لیکن یہ برتری بھی اصل میں لوا ہی بلند رہنے کے حوالے سے قائم ہوتی تھی۔ ویسے اس وقت سقایہ کا محکمہ یعنی زمزم کے کنوؤں اور تمام پانی پر بنی ہاشم ہی کی اجارہ داری تھی۔ بنی ہاشم والے اس دور میں بھی حجاج کرام کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت سقایہ کے سب سے بڑے عہدے پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس فائز تھے۔

بنی ہاشم چونکہ اپنی فیاضیوں کے باعث طلوع اسلام سے کچھ عرصہ پہلے تنگ دستی کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس لیے ایک وقت ایسا بھی آ گیا تھا کہ "زائرین حرم کو کھانا کھلانے کا منصب ان کے حریف بنو امیہ کے ہاتھوں میں آ چکا تھا' جنھوں نے آل ہاشم کو ہمیشہ رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اس طرح جب اللہ کے رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا

Marfat.com

اعلان کیا تو اس وقت سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مخالفت اسی خاندان بنو امیہ نے اختیار کی تھی۔ لیکن اس مخالفت اور دشمنی کے باوجود حضرت عثمان بن عفان نے جلد ہی اسلام کو قبول کر لیا تھا"۔

نسب اور ولادت۔ حضرت عثمان غنیؓ کا خاندان اور نسب یوں ہے کہ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی تک جاتا ہے۔ اسی طرح والدہ کی طرف سے آپ کا نسبی سلسلہ اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں بحوالہ عبد مناف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ گویا حضرت عثمان کا سلسلہ نسب دونوں والد اور والدہ کی جانب سے خاندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور آپ نجیب الطرفین ہو جاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان کی والدہ اروی بنت کریز اور نانی ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب' اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی ولادت عام الفیل کے چھ سال بعد ۵۷۶ء میں ہوئی۔ اس طرح عثمان بن عفان رسول خدا سے پانچ چھ سال چھوٹے تھے۔

حضرت عثمان بن عفان کا خاندان مکہ میں اپنی جنگی خدمات کے باعث بہت اہم تھا اور اس خاندان کے چند لوگوں نے لکھنے اور پڑھنے کے فن میں بھی دسترس حاصل کر رکھی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت مروجہ نظام اور رواج کے مطابق ہونے کے علاوہ اس تخصیص سے ہوئی تھی کہ جوان ہونے سے پہلے ہی انھوں نے باقاعدہ طور پر لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ اس خصوص کے باعث حضرت عثمان غنیؓ کو نوجوانی ہی میں لکھا پڑھا نوجوان ہونے پر ایک خاص مقام اور مرتبہ مل گیا تھا' یہ اس دور کی بات ہے کہ جب اہل قریش میں پڑھے لکھے افراد کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان کے بیشتر لوگ پیشہ تجارت سے وابستہ تھے۔ اس لیے بالغ ہونے پر انھوں نے بھی تجارت ہی کے پیشہ کو اختیار کیا' اس خاندان کی اصول پسندی روا داری' شرافت اور ایک طرح کی سیادت بھی اہل قریش میں مشہور تھی' اور اب جبکہ بنی ہاشم کی مالی تنگ دستی اور بے بہا فیاضیوں کے نتیجے میں اس کے بجائے بنی امیہ نے زائرین کعبہ کو کھانا کھلانے اور مہمان داری کا بھی منصب سنبھال لیا تھا اور اسی خاندان کے ایک بہادر جنگجو اور سپہ سالار ابو سفیان نے جب سے مکہ کی گورنری سنبھالی تھی تو اس خاندان کو ایک نیا وقار میسر آ

Marfat.com

گیا تھا۔

پیشہ تجارت سے وابستگی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی جوانی ہی کے دور سے پیشہ تجارت کو اختیار کر لیا تھا۔ تجارت میں دیگر عربوں کے مقابلے میں انھوں نے اپنی بعض خوبیوں کے باعث زیادہ شہرت حاصل کی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی وہ نیک سیرت اور صاف ستھری زندگی گزارنے والے تھے۔ ایمانداری اور ان کی شرافت کے باعث لین دین میں بڑی متانت اور سنجیدگی سے کام لیتے تھے۔ اس طرح انھوں نے جلد ہی مکہ کی تجارتی منڈی میں ایک اہم اور وعدوں کی پاسداری کے بل بوتے پر ان کی تجارت خاصی پھیلتی چلی گئی تھی۔ پھر کپڑے کی تجارت میں تو انھوں نے مکہ کے تمام تاجروں میں سے تخصیص حاصل کر لی تھی۔ یوں ان کی کوششوں سے عربوں نے کپڑے کی تجارت کو بہت فروغ دیا۔

اپنی تجارت میں حضرت عثمان بن عفان نے اس قدر زیادہ نیک نامی اور شہرت حاصل کی تھی کہ دیگر کئی عربوں نے ان کے ساتھ مل کر تجارت کرنا شروع کر دی تھی۔ اس طرح ان کے تجارتی مال اور خرید و فروخت میں زیادہ نفع ہونے لگا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ خاصے خوشحال اور مالدار تاجر بن گئے تھے۔ کعبۃ اللہ کے گردونواح میں ہونے کے باعث عربوں کے اندر جو متعدد اہم اوصاف پیدا ہو چکے تھے۔ ان میں مہمان نوازی۔ بہادری وعدے کی پاسداری' شائستہ کلامی' فیاضی' رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی اور اسی طرح کی اور کئی خوبیاں امتیازی طور پر پیدا ہو چکی تھیں۔ ایک آسودہ مال اور مالدار تاجر ہونے کے حوالے سے عثمان بن عفان نے بھی کئی فلاحی اور باہمی کاموں میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ دوسروں کی مدد کرنے اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے باعث وہ قبل از اسلام ہی غنی لے لقب سے پکارے جانے لگے تھے۔

اپنی تاجرانہ مصروفیات اور خود اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی لگن نے حضرت عثمان غنی کو محنت کا خوگر بھی بنا رکھا تھا۔ اس تجارت پیشہ میں وہ اپنے ساتھیوں اور شراکت داری کے دوستوں سے بہتر اور اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ سادگی اور حلیمی کے حوالے سے ان سے متعلقہ لوگ ہمیشہ خوش رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مال تجارت کی خرید و فروخت میں صاف گوئی اور معاملہ فہمی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے مقامی تجار اور دور دراز کے علاقوں کے تاجر بھی ان پر پورا بھروسہ کرتے تھے اور لین دین کے معاملات میں کبھی کسی قسم کی پس و پیش سے کام نہیں لیتے تھے۔ انھوں نے اپنی تجارت کے لیے باہمی مفادات اور تعلقات کے اصولوں کو اپنا رکھا تھا۔ اور تجارت میں کبھی دروغ گوئی اور مصلحت انگیزی سے کام نہیں

Marfat.com

لیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ عمر میں اللہ کے رسول حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال چھوٹے تھے لیکن اس کے باوجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ خود بھی پیشہ تجارت اپنائے رکھا تھا تو اس وقت حضرت عثمان غنیؓ بھی اپنے خاندانی پیشہ اور کاروبار تجارت سے وابستہ ہو چکے تھے۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر کے بعد اپنی بعثت کا اعلان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس موقع پر سب سے پہلے دشمنی کا آغاز کرنے والا گروہ بھی بنوامیہ ہی کے لوگوں پر مشتمل تھا۔ ویسے بھی اس خاندان کے پاس جنگی مہارت تھی اور وہی ابوسفیان کی سربراہی میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن بن گئے تھے۔

قبول اسلام کا واقعہ۔ لیکن ان باہمی خاندانی آویزش اور ابوسفیان اور عقبہ بن معیط کی اسلام دشمن کارروائیوں کے باوجود حضرت عثمان بن عفان اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی بنو امیہ کی ان سرگرمیوں کا ساتھ نہیں دیتے تھے' بلکہ وہ تو بنی ہاشم اور بنی امیہ کے خاندانی تعصب کو بھی تنقید اور نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ویسے بھی اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور روابط قائم ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق تو بہت جلد اسلام کو قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے اور جاں نثار ساتھ بن چکے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے خود اسلام قبول کرنے کے بعد اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں' دوستوں اور دیگر لوگوں میں تبلیغ دین کا فریضہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے باہمی تعلقات خاصے مثالی اور دوستانہ تھے اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بھی دین اسلام کی جانب مائل کیا تھا۔ اس دوستی اور باہمی ارتباط کے باعث اور حضرت عثمان غنیؓ کی عام معاشرتی خوبیوں اور شرافت کو دیکھتے ہوئے' ایک دن وہ حسب معمول حضرت عثمان غنیؓ سے اس سلسلے میں بات کرنے کا عندیہ کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان غنیؓ نے خود بھی دین اسلام کے بارے میں دلچسپی کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کئی طرح استفسارات کیا کرتے تھے۔

"پھر ایک روز حضرت عثمانؓ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور اسلام کے بارے میں گفتگو شروع کر دی"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود بھی چونکہ فصاحت اور بلاغت کلام کے دھنی تھے' اور ویسے بھی وہ دیگر لا تعداد اصحاب سے بہت پہلے دین اسلام کو قبول کر کے حضور پر نور کے ہم جلیس بن چکے تھے۔ اس لیے ان کی تبلیغ میں بڑی کشش' وارفتگی اور استحکام پیدا ہو چکا تھا۔

Marfat.com

گویا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چونکہ علم، تجربہ اور حسن خلق کے باعث اپنی بات چیت میں دلکشی اور صحبت نبوی میں بیٹھنے کے باعث حلم اور تاثیر بھی پیدا کرلی تھی، اس لیے جب انھوں نے اپنے خاص انداز اور وارفتگی کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ گفتگو کی تو اس سے ان پر بہت اثر ہوا۔ اس طرح جلد ہی حضرت عثمان غنی نے خود حضور نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے کا ارادہ کرلیا تھا۔

رسولؐ اللہ سے مکالمہ۔ بتایا جاتا ہے کہ اس بات چیت اور دین اسلام کے بارے میں گفتگو کے بعد دونوں دوستوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال ہی کیا تھا کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی کام سے اس جگہ پر تشریف لے آئے۔ وہاں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان کو دیکھ کر فرمایا کہ۔

"اے عثمانؓ! اللہ تبارک و تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنت کو قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری اور تمام مخلوق کی رشد و ہدایت اور رہنمائی کے لیے نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اسلام کو قبول کرلینے میں فلاح اور بہتری ہے۔ اور میں تمھیں اس فلاح اور بہتری کی جانب بلاتا ہوں"۔

اللہ کے رسولؐ کی جانب سے اس واضح اور دو ٹوک دعوت کے جواب میں عثمان بن عفان نے فوراً ہی دین اسلام کو قبول کر لیا۔ اس پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ کا اپنا بیان ہے کہ "زبان نبوت کے ان سادہ و صاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا"۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے قبیلہ بنی امیہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور دین اسلام سے شدید مخاصمت کے باوجود دین اسلام اور فلاح کو قبول کیا تھا، اور انھیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ اس کے بزرگ اسے قبول نہیں کریں گے۔ انھوں نے ان تمام مخالفتوں اور دشمنیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ اپنے اسلام قبول کرنے کے اس عمل پر وہ اپنے آپ کو بہت خوش قسمت اور افضل سمجھتے تھے۔ اسی حوالے سے آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں اسلام قبول کرنے والے چار میں سے چوتھا ہوں"۔ اور ویسے بھی یہ حقیقت ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد صرف تین درجن تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ سے پہلے ابوبکر صدیقؓ، حضرت علی اور حضرت زید بن حارث اسلام قبول کر چکے تھے۔

آغاز میں بانی اسلام اور اسلام کے پیروکاروں کو ان کے اپنے رشتہ دار اور لواحقین بھی سخت سزائیں اور اذیتیں دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے بزرگوں میں ان کے چچا حکم بن ابی

Marfat.com

العاص سب سے قریب اور برتر تھے۔ اس لیے انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو سزا دینا اپنا معمول بنا لیا تھا' وہ اکثر انھیں رسیوں سے جکڑ کر مارا کرتے تھے اور دین اسلام کو ترک کر دینے پر اکساتے تھے۔ پھر کبھی وہ حضرت عثمان غنیؓ کو رسیوں سے جکڑ کر نیچے سے آگ جلا کر دھواں دیا کرتے تھے' اس سے حضرت عثمان کو سانس لینے میں بہت اذیت ہوتی تھی۔ لیکن حکم بن ابی العاص کی یہ "دھونیاں" بھی پروانہ شمع رسالت کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکیں اور ان کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

حضرت عثمان غنیؓ قریش کے معزز افراد میں سے تھے' ان کی اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی اہل مکہ میں بڑی عزت تھی' لیکن اس اعزاز اور عزت کے باوجود بھی انھیں مسلمانوں کے قافلے کا فرد بن جانے پر سخت مخالفتوں اور تکلیفوں کا سامنا رہا۔ عربوں کی یہ ایک موروثی خوبی یا خرابی ہے کہ وہ دوستی میں بھی پکے اور اسی طرح دشمنی میں بھی پکے ہیں۔ لہٰذا وہی شخص کہ جس نے مسلمان ہونے سے پہلے اہل مکہ کی بہتری اور فلاح کے لیے کئی کام کیے تھے' متعدد لوگوں کی حاجتیں پوری کی تھیں' اب وہی ایک دم سے لوگوں کی نظروں سے گر گئے تھے۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے بعثت سے پہلے بھی اہل مکہ اللہ کے رسولؐ کو سچا اور امین اور وعدوں کی پاسداری کرنے والا کہتے تھے اور اپنی امانتوں پر انھیں امین بناتے تھے' لیکن جب وہی سچا اور امین شخص اپنے نبی ہونے کا اعلان کرتا ہے تو لوگ اسے سچا اور امین ماننے کے باوجود اس کی دعوت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

بہرصورت بنو امیہ کے تمام افراد نے حضرت عثمان غنیؓ کے مسلمان ہو جانے کو پسند نہیں کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں نے ان سے قطع تعلق کر لی تھی۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی دولت اور فیاضیاں بھی ان کے کسی کام نہیں آ سکیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے خلوص کے ساتھ احترام دیا اور دین کی خدمت کو اپنا مدعا و منشا بنا لیا۔

Marfat.com

باب - ۳

حضرت عثمان غنیؓ کاشانہ نبویؐ میں

حضرت عثمان بن عفان قبول اسلام سے پیشتر بھی خاصے شریف النفس، حلیم اور فیاض تھے۔ ضرورت مندوں کی اکثر ضرورتیں پوری کرتے رہتے تھے۔ ادھر جس وقت اللہ کے رسول نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو انھیں جن مشکلات، مزاحمتوں اور اہل قریش کی دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، حضرت عثمان غنی ان سے بخوبی واقف تھے، اور بڑی حد تک ان کا شعور بھی تھا۔ ایک حد تک حضور پاک سے انھیں ہمدردی بھی تھی۔ اس پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ کے قبول اسلام کے واقعہ سے بھی واضح جھلک ملتی ہے۔

رسول اللہؐ سے انسیت۔ "مدائنی نے بہ سند عمرو بن عثمان روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ "میں اپنی خالہ مسماۃ اروی بنت عبدالمطلب کے یہاں ان کی عیادت کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔" اس کے بعد حضرت عثمان نے بتایا کہ "میں نے آپؐ کی طرف بغور دیکھنا شروع کر دیا"۔ اسکے ساتھ ہی حضرت عثمان غنیؓ نے اللہ رسول کی نبوت اور ان کی مشکلات سے بھی بخوبی آگاہ ہونے کے حوالے بات کی "آپؐ کی نبوت کے بارے میں تھوڑا بہت ان دنوں تذکرہ ہو چلا تھا۔ آپؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "عثمان غنیؓ! کیا بات ہے"؟"

میں نے عرض کیا کہ "آپؐ پر بڑا تعجب ہے کہ آپ کا ہم لوگوں میں کیا مرتبہ تھا اور اب آپ پر کیا افترا پردازی کی جا رہی ہے"۔

حضرت عثمان غنیؓ بیان کرتے ہیں کہ "آپؐ نے جواب میں لا الہ الا اللہ کہا۔ خدا گواہ ہے کہ یہ سن کر میں کانپ گیا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ اس آیت کا ترجمہ یوں ہے:"

"لوگو! یقین لانے والوں کے لیے زمین میں قدرت خدا کی بہتیری نشانیاں ہیں، اور خود تمہاری ذات میں بھی کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔ اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے اور وہ چیز بھی جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے۔ بس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی، یہ بات حق ہے اور ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو" (سورہ ذاریات: آیت ۲۰-۲۳)

Marfat.com

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد آپؐ چل پڑے اور میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا"۔

حضرت عثمان بن عفان کے قبول اسلام کے واقعہ اور اللہ کے رسولؐ سے ان کے اسلام لانے سے پہلے کے اس مختصر سے مکالمے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو افترا پردازی کا مشکل وقت آن پڑا تھا' اس سے حضرت عثمان غنیؓ بخوبی واقف تھے بلکہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے اور لوگوں میں صادق اور وعدالامین کے لقب سے بھی واقف تھے۔ بہر صورت قبول اسلام کے بعد اللہ کے رسولؐ اور حضرت عثمان غنیؓ میں اور بھی تعلقات مستحکم اور مضبوط ہو گئے تھے۔ ویسے بھی کسی نئے دین کی تبلیغ و ترویج کے لیے ضروری تھا کہ اسے اچھی افرادی قوت اور جاں نثار ساتھیوں کا سہارا ملے اور اس کے علاوہ باہمی فلاح و بہبود کی خاطر مالی معاونت بھی حاصل ہو۔ لہٰذا اس پس منظر میں حضرت عثمان جیسے خوشحال تاجر اور مالدار اور سخی شخص کے اسلام قبول کر لینے کے باعث لامحالہ اسلام کو معاشی قوت بھی حاصل ہو گئی تھی۔

حضرت رقیہ سے نکاح۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شرافت' حلیمی' پارسائی اور دین اسلام سے وابستگی کے باعث اسلام قبول کرنے کے کچھ عرصہ بعد یعنی جب حضرت عثمان کی عمر چھتیس سینتیس سال تھی' اس وقت اللہ کے رسولؐ نے اپنی بیٹی رقیہ کی شادی ان کے ساتھ کر دی تھی۔ بعض روایتوں میں بتایا جاتا ہے کہ نکاح کے وقت جناب رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر دس بارہ برس تھی۔ جناب رقیہ آنحضرت صلعم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سے پہلے جناب رقیہ کا نکاح ابولہب کے بیٹے عقبہ سے ہوا تھا' لیکن رخصتی شاید ابھی تک عمل میں نہیں آئی تھی لیکن ابولہب کی اسلام دشمنی کے باعث انھیں علیحدگی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لیکن جب اللہ کے رسول نے اپنی بیٹی رقیہ کو حضرت عثمان غنی کے نکاح میں دینے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت عثمان غنی نے اپنے لیے ایک نعمت اور رسول اللہ کی دامادی میں آنے کو اپنے لیے ایک عظیم سعادت سمجھا۔ اس طرح نکاح کے بعد جناب رقیہ اور حضرت عثمان غنیؓ بڑی خوش حالی اور آسودگی کی زندگی گزارنے لگے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ رئیس اور فیاض تھے' اس لیے انھوں نے جناب رقیہ کو گھر میں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ لیکن گھر سے باہر جو مصائب اور آلام مسلمانوں کے لیے موجود تھے' ان سے تو کوئی بھی مسلمان مرد اور عورت محفوظ نہیں تھا۔ حضرت رقیہ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شادی امن و سکون' رفاقت اور وارفتگی کا ایک

Marfat.com

مثالی نمونہ تھی' ایسی کامیاب اور پر وقار شادیاں عربوں میں خال خال ہوتی تھیں۔ مکہ کے لوگ اس مثالی جوڑے کی شادی پر ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان اور حضرت رقیہ بنت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی بعثت نبوی کے تین سال بعد ہوئی تھی' اور رسول خدا کی اولاد میں سے یہ پہلا کامیاب رشتہ تھا جس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خوش اور مطمئن تھے۔ ویسے بھی بعثت نبوی کے لیے خاندان بنو ہاشم اور خاندان بنو امیہ کو باہم قریب لانے کی ایک بہت بہت بڑی اور تازہ کوشش تھی۔

حضرت عثمان کی ہجرت حبشہ۔ قریش کے بڑے بڑے لوگ جب اسلام کو قبول کر لینے کے بعد یکسر ایک نئی اور عظیم قوم کے اہم فرد بننے لگے تھے تو اس پر اہل قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متبعین پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو ان کا چچا حکم بہت اذیت ناک سزا دیا کرتا تھا۔ ان بے تحاشہ مصائب اور مسلمانوں کی مٹھی بھر جمعیت پر ڈھیروں مظالم کو دیکھ کر اللہ کے رسولؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ قریب کی عیسائی سلطنت حبشہ میں' جہاں ایک خدا ترس بادشاہ حکومت کرتا تھا' جا کر اس وقت تک پناہ لیں جب تک کہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قریش کے جذبات کو تبدیل نہ کر دے۔ "آپؐ نے اس عیسائی بادشاہ کی نیکوکاری' روا داری اور مہمان نوازی کے تذکرے سن رکھے تھے اور آپؐ کو یقین تھا کہ وہ ان کے ساتھ مدارات سے پیش آئے گا"۔

"اس وقت ادھر مکہ میں حضور نبی اکرم خود خفیہ و اعلانیہ تبلیغ اسلام فرماتے رہے" اس وقت کے حبشہ کے بادشاہ کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ عربی زبان میں اصحمہ کے معنی عطیہ کے ہیں' اور نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ حبشی لوگ مذہباً" نسطوری مسیحی تھے۔ پس آنحضرت کے حکم کے بعد مہاجرین صحابہ حبشہ کی طرف خفیہ طور روانہ ہو گئے' اور یہ واقعہ بماہ رجب ۵ بعد از نبوت' یا ۶۱۵ کو ظہور پذیر ہوا۔ اگرچہ مہاجرین کی تعداد کم تھی لیکن اسلامی تاریخ میں یہ ہجرت عظیم الشان تھی' کیونکہ یہ ہجرت اہل مکہ کے لیے مسلمانوں کے اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہنے میں غایت درجہ اخلاص اور اس راہ میں تمام مشکلات و نقصانات برداشت کرنے کے عزم پر ایک واضح و روشن دلیل تھی"۔ حبشہ کی طرف یہ پہلی ہجرت تھی' اور یہی ہجرت پھر دوسری ہجرت کا اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کا پیش خیمہ بنی۔ اس پہلی ہجرت میں مہاجرین کا یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ یہ سب لوگ پہلے مکہ سے جدہ کے قریب ایک مقام شعیبہ تک پہنچے اور پھر دو کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ کی طرف گئے۔

Marfat.com

"اس ہجرت کے مہاجرین و مہاجرات کے نام یہ ہیں:
حضرت عثمان بن عفان مع زوجہ حضرت رقیہ دختر رسول اللہ" حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ مع زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد مع زوجہ حضرت ام سلمہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عامر بن ربیعہ مع زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی ہشمہ، حضرت ابوسبرہ، حضرت حاطب عمر، حضرت سہیل بن بیضاء، ان ہی کو سہیل بن وہب بھی کہا جاتا ہے"۔

دوران ہجرت کے حالات۔ بہر صورت صحابہ کرام کی یہ پہلی ہجرت جو اللہ کی راہ میں کی گئی، وہ سراسر خفیہ اور اہل قریش کے علم سے ابھی باہر تھی۔ اس لیے مسلمان چپکے سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس ہجرت حبشہ کے حوالے سے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ "سب سے پہلے جس نے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ اللہ کی راہ میں ہجرت کی وہ سیدنا عثمان بن عفان ہیں"۔ حضرت انس نے تو اس پس منظر میں یوں بیان کیا ہے کہ:

"حضرت عثمان حبشہ کی ہجرت کے لیے چلے۔ آپؑ کے ہمراہ آپ کی بیوی رقیہ حضور کی صاجبزادی بھی تھیں۔ حضور نبی اکرمؐ کے پاس ان کی خیر خبر پہنچنے میں دیر ہوئی۔ ایک قریش عورت آئی اور کہنے لگی: اے محمدؐ! میں نے تمھارے داماد کو دیکھا، اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا ان دونوں کا کیا حال تھا"؟ اس نے جواب دیا کہ، اپنی بیوی کو ایک کمزور گدھے پر سوار کر رکھا تھا، اور خود اس کو ہنکا کر لے جا رہے تھے۔ حضور نے فرمایا، اللہ ان دونوں کے ساتھ ہے۔ بیشک عثمان، حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ہمراہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہجرت کی"۔

طبری کی روایت یوں بھی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے والوں کی خبریں آنا بند ہو گئی تھیں۔ حضور گھر سے باہر نکل کر آنے جانے والوں سے خبر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے آپ کے پاس آکر یہ خبر دی تھی۔

اگرچہ حبشہ میں جا کر حضرت عثمان غنیؓ اور کچھ اور صحابہ نے وہاں پر بھی اپنا ذاتی کاروبار یا کام کاج کرنا شروع کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود حبشہ میں اس وقت مکہ کے یہ مہاجرین زیادہ بہتر حالات میں نہیں رہ سکے تھے۔ اس بے چینی میں نبی رحمت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی اور دوری، اہل قریش کا تعاقب اور عزیز و اقارب سے ناگہانی جدائی کے باعث بھی وہاں پر مسلمان آسودہ حالی میں نہیں رہ سکتے تھے، بلکہ وہ ہمیشہ مکہ سے آنے والی خبروں کے منتظر رہتے تھے بہر صورت نجاشی بادشاہ حبشہ کے بہتر سلوک اور خصوصی تحفظات کے سایوں

Marfat.com

میں مسلمانوں نے وہاں پر چند سال گزارے۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت رقیہؓ بنت محمد الرسول اللہ زیادہ دیر تک دوری اور جدائی کے باعث جلد از جلد شمع رسالت کے قریب آ جانا چاہتے تھے۔ عین اسی دور میں حبشہ میں بعض لوگوں نے یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ کفار مکہ اور اہل قریش نے رسول رحمت اور آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم اور مظالم کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ اس لیے دیگر کئی صحابہ کرام اور حضرت عثمان غنی اور آپؐ کی زوجہ رقیہ واپس مکہ آ گئی تھیں۔ لیکن مکہ میں آ کر معلوم ہوا کہ حالات ابھی تک ویسے ہی ہیں' اور کفار مکہ کے مظالم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ لیکن اس وقت ہر طرح کی مشکل اور مصیبت کے باوجود حضرت عثمان غنی نے اللہ رسول سے مزید دور رہنا ہرگز قبول نہ کیا' اور ایک بار پھر آلام و مصائب اور کفار جفاؤں کو سینے سے لگا لیا۔ حالانکہ بعض صحابہ کرام مجبوراً پھر حبشہ کی طرف لوٹ آئے تھے۔

مدینہ کی طرف ہجرت۔ بعض حوالوں میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے دوسری بار بھی حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ اس حوالے سے محمد رضا جامعہ فواد قاہرہ کے عالم نے اپنی سیرت رسول پر کتاب میں لکھا ہے کہ پہلی ہجرت کے بعد جب صحابہ کرام بعض غلط خبروں پر حبشہ سے واپس آ گئے تو کفار نے اس بار بھی اپنے مظالم ڈھانے اور اذیتیں پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن اس مرتبہ ان صحابہ کا مکہ سے نکلنا بڑا مشقت طلب تھا۔ اس مرتبہ قریش نے ان سے بہت برا برتاؤ کیا۔ ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کر دی اور انھیں طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں۔ اس لیے اس تناظر میں "ہجرت کے وقت حضرت عثمان غنیؓ نے عرض کیا:یا رسول اللہؐ! ہم نے پہلے بھی نجاشی کی طرف ہجرت کی تھی اور اب یہ دوسری مرتبہ بھی ہجرت کر رہے ہیں' لیکن افسوس کہ آپؐ ہمارے ساتھ نہیں ہیں"۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا "دراصل تم سب کی ہجرت اللہ کی اور میری طرف ہے۔ پس تمھیں ان دونوں ہجرتوں کا اجر عظیم ملے گا"۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنیؓ نے عرض کیا "پس یا رسول اللہ یہ ہمارے لیے کافی ہے"۔

بہر صورت اہل قریش اور کفار کے مظالم شدت اختیار کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے کہ انھوں نے ایک دستاویز اور حکم کے تحت مسلمانوں بالخصوص بنو ہاشم سے مکمل مقاطعہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اس طرح اب تمام مسلمان اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابوطالب میں جمع ہو گئے اور کفار نے ایک طرح سے انھیں محصور کر لیا تھا۔ تین سال تک اس مجبوری اور تنگی میں وقت گزارنے کے بعد قریش کی دستاویز جب دیمک کی نذر ہو گئی تو پھر یہ مسلمان

Marfat.com

نبوت کے اعلان کے عین دسویں سال بعد شعب ابی طالب سے باہر نکل آئے تھے۔ اسی اثناء میں ابوطالب وفات پا گئے تھے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی فوت ہو گئی تھیں۔

پھر اللہ کے رسولؐ نے طائف کا سفر کیا لیکن وہاں سے ناکامی کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو معراج انسانیت سے نوازا۔ اس کے بعد سے تو آپؐ نے خود کو قبائل عرب پر برملا پیش کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں انصار کی جماعتوں نے بیعت عقبہ کی۔ اور پھر نتیجتہ" ہجرت مدینہ منورہ عمل میں آئی۔ دیگر ضروری انتظامات کے بعد اب اللہ کے رسولؐ نے بعثت سے تیرہ سال بعد مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت فرما دی تھی۔ مدینہ کی جانب ہجرت میں حضرت عثمان غنیؓ اب ایک بار پھر اپنے اہل و عیال سمیت مہاجر ہوئے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں رسول خدا نے جو نظام مواخات قائم کیا' اس میں حضرت عثمان غنی ایک انصار حضرت اوس بن ثابت کے مواخاتی ساتھی اور مہمان بنے تھے۔

مدینہ کے واقعات۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو مدینہ کے انصار نے بڑی خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے ساتھ قبول کیا تھا۔ مدینہ کی آب و ہوا اور موسم مکہ مکرمہ سے مختلف تھا' یہاں زرخیزی اور ہریالی کی دولت بھی موجود تھی' لیکن یہاں پر موسم قدرے مرطوب ہونے کے باعث خاص موسم میں ملیریا قسم کا بخار عام پھیل جایا کرتا تھا۔ بہر صورت مدینہ منورہ کے ارد گرد کھیتیاں' کھجوروں کے باغ' شوریلی زمینیں اور کچھ پتھریلے علاقے بھی تھے۔ مدینہ کی اکثر زمینیں کنوؤں کے پانی اور برساتی پانی سے سیراب کی جاتی تھیں۔ مدینہ کے گرد و نواح میں بدر' احد' قبا' عقیق اور فرع کی وادیاں مشہور تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدینہ منورہ میں اگرچہ بہت سی فیاضیاں بھی تھیں لیکن اس کے باوجود مسلمان مہاجرین کی ایک اچھی خاصی تعداد مکہ میں خاص بخار کی شکار ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یثرب یعنی مدینہ میں پینے کے پانی کا صرف ایک ہی اہم کنواں تھا۔ اس کنویں کا نام "بیئر رومہ" تھا۔ اس خاص کنویں کا مالک ایک یہودی تھا۔ یہودی نے اپنے معاش اور روز گار کو اسی کنویں سے وابستہ کر رکھا تھا' اور اس مقصد کے لیے وہ اس کنویں کا پانی اہل یثرب کو قیمتاً" بیچا کرتا تھا۔ لیکن مکہ سے بے سروسامانی کی صورت میں۔ ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کے لیے یہ مشکل امر تھا کہ ہر روز پینے کا پانی خرید کر استعمال کریں۔ مسلمانوں کی اس مجبوری کا جب اللہ کے رسولؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو اس سلسلے میں آپؐ نے حضرت عثمان غنیؓ سے اپنا عندیہ بتایا۔ لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے وہ کنواں بھاری رقم ادا کر کے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنیؓ کی فیاضیوں کا سلسلہ اب مدینہ منورہ میں بھی

Marfat.com

شروع ہو گیا تھا۔

تعمیر مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین میں نظام مواخات قائم کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنا شروع کی۔ اس حوالے سے "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا آغاز فرمایا۔ تو سب سے پہلے اس مسجد کا خود سنگ بنیاد رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ میرے پتھر کے برابر اپنا پتھر رکھیں۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر اپنا پتھر رکھیں۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ سے فرمایا کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے برابر اپنا پتھر رکھیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ' یہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے"۔ یہ امام بیہقی نے حضرت سفینہ سے روایت نقل کی ہے۔ آغاز میں یہ مسجد کچی اینٹوں اور کھجور کے شہتیروں پر بنائی گئی تھی۔

اسی مسجد نبوی کے حوالے سے بعد کی تعمیر اور توسیع کے بارے میں یوں بتایا جاتا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی مسجد کی تعمیر کی گئی تھی' جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی اور ستون کھجور کے درخت کے تنے کے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس میں کچھ اضافہ نہیں فرمایا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس میں اضافہ فرمایا اور اس کی سابق بنیادوں پر ہی اس کی تعمیر جدید کرائی۔ پھر حضرت عثمان نے سابق تعمیر کو بدل دیا اور اسے منقش پتھروں اور چاندی کے پتروں سے تعمیر کرایا' اور اس کے ستون منقش پتھروں کے بنوائے۔ اس کی چھت ساگوان لکڑی کی بنوائی اور مسجد کے رقبہ میں بھی مزید اضافہ فرمایا"۔

مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ جس میں یہود سے باہمی صلح اور امن کے ساتھ رہنے کا عہد تھا اور انھیں اپنے مذہب اور مال و متاع پر قائم رکھا گیا تھا۔ اس وقت تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں قائم کردہ مواخات بھی اپنا رنگ لانے لگی تھی۔ یہاں پر حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کو حضرت اوس بن ثابت کا مواخاتی بھائی بنایا گیا تھا۔ حضرت اوس بن ثابت کا پورا خاندان حضرت عثمان غنیؓ کی دینداری' نرم روئی' ایمانداری اور راست بازی کی ہمیشہ قدر کرتا تھا۔ ویسے بھی انصار مدینہ کے حسن سلوک کے بارے میں مہاجرین اکثر کہا کرتے تھے "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کوئی قوم جن کے پاس ہم آئے ہوں' انصار کے برابر نہیں دیکھی' وہ ہمارے تھوڑے کام کا بہت اچھا صلہ دیتے اور زیادہ کام میں بھی غیر معمولی معاوضہ دیتے ہیں"۔ مزید یہ کہ "انھوں نے ہمارے تمام مصارف و ضروریات کی ذمے داری اپنے سر لے لی ہے اور اپنے کاروبار میں ہمیں حصہ دار بنا لیا ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ ثواب سب کا سب وہی

Marfat.com

حاصل کر رہے ہیں۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ان کی تعریف کرنا اور ان کے حق میں دعا کرنا اور ان کے تمہارے ساتھ حسن سلوک کی کسی قدر تلافی کر دے گا"۔

تجارت اور کھیتی باڑی۔ اس نظام مواخات کے بعد باقی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اصحاب صفہ کے نام سے جانی جانے لگی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنی مالی خدمات سے اصحاب صفہ کی بہتری اور ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی فعال رہتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق اصحاب صفہ کی تعداد چار سو کے قریب تھی۔ اللہ کے رسول نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو اپنے خاص دوست قرار دیا کرتے تھے اور انھیں اسلام کے خصوصی مہمانوں کا درجہ دیا گیا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ کی جانب ہجرت کے دوران میں بیشتر مہاجرین اپنی املاک اور اموال مکہ ہی میں چھوڑ آئے تھے۔ اس کے علاوہ بعض مہاجرین کی املاک اور اموال زیادہ نہیں تھے۔ چند ایک مہاجرین اپنے ساتھ معمولی اموال لا سکے تھے۔ حضرت عثمان غنی چونکہ مالدار اور غنی تھے اس لیے اس باعث ان کے پاس اموال اور رقم بھی تھی' وہ اپنے اثاثے بھی اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں آکر حضرت عثمان غنیؓ نے وقتی طور پر اب تجارت کے بجائے پیشہ کھیتی باڑی کو اختیار کر لیا۔ اس طرح انھیں خدمت اسلام کے لیے بھی زیادہ وقت میسر آنے لگا تھا۔ انھوں نے اپنی دولت سے مسلمانوں کے لیے فلاحی کام بھی کرنے شروع کر دیے تھے۔ کھیتی باڑی میں ان کی لگن اور محنت کو دیکھ کر مدینہ کے کئی انصار نے اپنی زمینیں بھی حضرت عثمان غنیؓ کے سپرد کر دی تھیں۔ اس طرح ایک عرصہ تک عثمان غنیؓ ایک کامیاب کاشت کار بھی بنے رہے تھے۔ اس حوالے سے بھی حضرت عثمان میں تجارت کے ساتھ ساتھ کاشت کاری میں بھی بڑا اعتماد اور بھروسہ ہو گیا تھا۔

قریش سے چشمک۔ مدینہ منورہ میں یہودی قبائل سے معاہدے کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مجاہدین کی ایک جنگجو جماعت بھی بنانے پر توجہ دی۔ اس طرح سب سے پہلے حضرت حمزہ کی قیادت میں مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا گیا۔ اس لشکر اسلام نے ہجرت کے صرف سات ماہ بعد قریش کے ایک بہت بڑے قافلے کو جس میں تین سو سوار بھی تھے' کا سامنا کیا' لیکن مجدی بن عمرو جہنی نے دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرا دی' اس طرح جنگ نہ ہوئی۔ اس کے قریباً ایک ماہ بعد مسلمانوں کے ایک اور ساٹھ افراد پر مشتمل لشکر نے ابوسفیان بن حرب کے قریباً دو سو افراد کا سامنا کیا' دونوں جانب سے صرف تیروں کا

Marfat.com

تبادلہ ہوا لیکن باقاعدہ جنگ نہ ہوئی۔ اسی طرح ہجرت نبوی کے نویں مہینے مسلمانوں کے ایک بیس افراد کے لشکر نے قریش کے ایک قافلہ کے تعاقب میں ایک خاص مقام تک سفر کیا تھا۔ اس سے پیشتر ان تینوں فوج کشیتوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہیں ہوئے تھے' لیکن ہجرت کے بارہویں مہینے قریش اور بنو حمزہ کے قافلوں کے تعاقب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شریک ہوئے تھے۔ اس وقت قریش کا قافلہ تو نکل گیا تھا۔ لیکن بنو حمزہ کے قافلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاہدہ ہو گیا تھا۔ اس فوج کشی کو غزوہ ودان یا غزوہ ابوا بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہجرت رسول کے تیرھویں مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو سو مہاجرین کو ساتھ لے کر قریش کے ایک بہت بڑے تجارتی قافلہ کی طرف بڑھے تھے۔ اس قافلہ میں اڑھائی ہزار اونٹ تجارتی سامان سے لدے ہوئے تھے۔ لیکن یہ قافلہ مسلمانوں کو نہ ملا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے بغیر ہی واپس ہو گئے۔

مسلمانوں کی ان پے بہ پے کارروائیوں کے باعث قریش مکہ نے اب بڑا محتاط رویہ اپنانا شروع کر دیا تھا' لیکن اس کے بعد ایک قافلے کو مسلمانوں نے باقاعدہ طور پر روک لیا تھا' اور چند ایک قافلہ والوں کو قتل بھی کر دیا گیا تھا۔ پھر ایک اور لشکر پر مسلمانوں نے حملہ کر کے کچھ مال غنیمت بھی حاصل کر لیا تھا۔

غزوہ بدر۔ اسی دوران میں ابوسفیان کا ایک بہت بڑا قافلہ شام سے بہت سا تجارتی مال لے کر آ رہا تھا۔ مسلمان مجاہدین نے اس قافلے کا انتظار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس امر کی جب ابوسفیان کو اطلاع ملی تو اس نے اپنی مدد اور قافلہ کے مال اسباب کی حفاظت اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل مکہ سے فوری طور پر مدد طلب کی۔ اس طرح رمضان المبارک کے مہینے میں قریباً ایک ہزار افراد خاصے مسلح ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

یہ ہجرت نبوی کے دوسرے سال کا واقعہ ہے کہ اہل قریش کا ایک جنگی لشکر کہ جس میں سات سو اونٹ بھی تھے' لوگوں کی اکثریت زرہ پوش تھی' وہ مدینہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی جانب سے صرف تین سو تیرہ مجاہدین تیار ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف ستر اونٹ اور چھ گھوڑے تھے۔

اس وقت زوجہ حضرت عثمانؓ اور بنت رسول حضرت رقیہؓ شاید ایک قسم کے ملیریا بخار کا شکار تھیں؟ اور حضرت عثمان غنیؓ ان کی تیمار داری کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی یہ آرزو تھی کہ وہ بھی اہل قریش کے خلاف جہاد میں بھرپور عملی حصہ لیں لیکن اہلیہ کی بیماری شدید تھی' اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی تیمار داری کے لیے رکنے

Marfat.com

کے لیے کہہ دیا تھا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود وادی بدر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ ادھر مدینہ شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کے علاوہ بھی سات اور صحابہ کرام کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ یہ صحابہ جو عملی طور پر جنگ میں شریک نہیں ہو سکیں گے انھیں فتح کی صورت میں مال غنیمت میں سے برابر کا حصہ ملے گا۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے حوالے سے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پھر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق کو یقیناً باطل پر فتح دے گا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مدد اور نصرت کی دعا مانگی' مسلمان مجاہدین کی صف بندی کی۔ پھر مسلمانوں اور اہل کفار کی پہلی باقاعدہ جنگ ہوئی۔ پہلے فرداً فرداً مقابلہ ہوا۔ اور پھر فریقین میں بھی جنگ چھڑ گئی۔ اسی جنگ میں اللہ کے رسولؐ نے اپنے اللہ سے عرض کیا کہ "یا باری تعالیٰ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے' وہ آج پورا کر آج اگر یہ تیرے چند بندے مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیرا کوئی نام لیوا نہیں رہے گا"۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح سے فیض یاب کیا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ان کے ستر آدمی قتل ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنا لیے گئے۔ بدر کی جنگ کی اہمیت اس لحاظ سے زیادہ تھی کہ اسی جنگ پر اسلام کے مستقبل کا دارومدار تھا۔ بہر صورت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل قریش پر واضح فتح نصیب کی۔

حضرت رقیہؓ کا انتقال۔ میدان بدر سے مسلمان فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ ادھر بستی مدینہ میں حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان دم توڑ رہی تھیں۔ حضرت عثمان ان کے غم سے نڈھال ہو رہے تھے۔ وفات کے بعد حضرت عثمان اور حضرت اسامہ بن زید ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان کے پاس معرکہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ میدان بدر سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کئی صحابہ کرام حضرت رقیہؓ کی قبر پر دعا اور فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان بڑا افسردہ سے رہنے لگے تھے۔ اس افسردگی کی ایک وجہ جہاد اسلام میں شرکت نہ کر سکنے کی حسرت تھی' اور دوسری وجہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محرومی بھی تھی۔

بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے ہمدردی کے طور پر کہا کہ "جو ہونا تھا ہو گیا' اب اس قدر رنج و غم سے کیا فائدہ!"۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے کہا "افسوس' میں جس

Marfat.com

قدر اپنی محرومی قسمت پر ماتم کروں کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن میری قرابت کے سوا تمام قرابت داریاں منقطع ہو جائیں گی۔ افسوس کہ میرا رشتہ خاندان رسالت سے ٹوٹ گیا"۔

بدر کی جنگ کے بعد اللہ کے رسولؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بھی جنگ کا مجاہد قرار دیا کیونکہ وہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بھی رہے تھے اور اپنی بیمار اہلیہ کی تیمارداری بھی کرتے رہے تھے۔ اسی طرح حسب وعدہ مال غنیمت میں سے ایک مجاہد کے برابر حصہ دیا تھا۔

ذوالنورین۔ ام کلثوم بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن پیدا ہوئی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اپنی اس چہیتی بیٹی کی شادی ابولہب کے بیٹے سے کر رکھی تھی' لیکن اعلان نبوت کے بعد انھیں بھی طلاق مل چکی تھی۔ اس طرح حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان غنیؓ سے کر دیا تھا۔ اسی حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالنورین بھی کہلانے لگے تھے۔ لیکن حضرت ام کلثوم بھی تھوڑے عرصے کے بعد انتقال کر گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میری اس سے زیادہ بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک بعد دوسری کا نکاح عثمان غنیؓ سے کر دیتا"۔

حضرت عثمان غنیؓ اگرچہ فطرتاً" جنگجو نہیں تھے اور شائد سپاہیانہ کاموں کے لیے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ پورے جوش و خروش اور جذبے کے ساتھ جہاد اسلامی میں شریک رہتے تھے۔

غزوہ احد۔ ہجرت کے تیسرے سال جب اہل قریش نے بدر کے میدان میں شکست کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں پر مدینہ میں پوری قوت اور بڑی جمعیت کے ساتھ چڑھائی کر دی تو اس بار مسلمانوں نے ان کا مقابلہ مقام احد پر کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں میں دشمنوں کی افواہوں کے باعث ایک طرح سے انتشار پھیل گیا تھا' اور بے خبری اور بدحواسی کے باعث بہت سے مسلمان خود ہی کفار کی تلواروں کی زد میں آکر شہید ہو گئے تھے' اس طرح گھمسان کے رن میں کئی مسلمان شہادت پا گئے۔ حضرت حمزہ بھی بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کو کاٹتے ہوئے شہادت پا گئے۔ ہندہ نے آپؓ کا پیٹ چاک کر دیا اور جگر بھی نکال کر منہ میں چبا لیا۔

جنگ احد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی ہو گئے تھے۔ لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سے کئی صحابہ حیران و سراسیمہ ہو گئے تھے۔ لیکن ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور بڑی ثابت قدمی سے جما ہوا تھا۔ پھر

Marfat.com

جب مسلمانوں کے دوسرے گروہوں اور فریقوں کو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسولؐ زندہ ہیں تو وہ بھی ٹکڑیوں میں آ آ کر آپؐ کے پاس جمع ہوتے چلے گئے۔ شکست خورہ صحابہ میں حضرت عثمان بن عفان، ولید بن عتبہ، خارجہ بن زید اور رفاعہ بن معلی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ یہ سب تین دن تک کہیں ٹھہرے رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے۔

اللہ کی بشارت۔ غزوہ احد کے حوالے سے ابن سعد کا بیان ہے کہ جس وقت سراسیمگی کی حالت اور غیر یقینی کیفیت میں بھی مسلمان لڑ رہے وہ ایک دوسرے کو بھی بد حواسی میں قتل کرنے لگے تھے، اس وقت "آنحضرت برابر اپنی کمان سے تیر اندازی فرماتے رہے اور اپنی جگہ سے نہ ہٹے یہاں تک کہ کمان تیر اندازی کرتے کرتے دو ٹکڑے ہو گئی۔ پھر آپؐ دشمن پر پتھروں کی بوچھاڑ کرتے رہے۔ اور آپؐ دوسرے مجاہدین کی بہ نسبت کفار کے بہت نزدیک پہنچ گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سب سے زیادہ بہادر اور ثابت قدم رہنے والے تھے۔"

عین جنگ احد کے اژدہام میں جب حضرت عثمان غنیؓ بھی افواہوں اور غلط فہمیوں کی بنا پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ گئے تو اس کا انھیں بے حد ملال ہوا تھا۔ اس پر وہ بہت پشیمان ہوئے تھے۔ لیکن صحابہ کرام کو اس طرح کی پشیمانی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان صحابہ کو بشارت دے دی تھی۔ "اور تم میں سے وہ لوگ جو جنگ کے موقع پر (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) بچھڑ گئے، انھیں تو اصل میں شیطان نے ان کے بعض اعمال کے بدلہ میں گمراہ کر دیا تھا۔ لیکن اللہ نے ان کو معاف کر دیا، اور بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے اور رحم والا ہے"۔

حاکم مدینہ۔ ہجرت مدینہ کے چوتھے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے کچھ گروہوں اور یہودیوں کے کئی قبیلوں کی سرکوبی کے لیے تیاری کی۔ اس مقصد کے لیے جب وہ غزوہ ذات الرقاع پر روانہ ہوئے تو اس وقت بھی آپؐ نے مدینہ میں حضرت عثمان غنیؓ کو حاکم اور جانشین مقرر کیا تھا۔ ادھر دشمنوں کی ایک جمعیت سے مسلمان لشکر کا سامنا ہوا تو لوگ ایک دوسرے کے قریب آ گئے لیکن ان میں باہم جنگ نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہدین کے ساتھ واپس آ گئے۔ لیکن اسی اثناء میں مدینہ میں حضرت عثمان غنیؓ بطور حاکم خدمات انجام دیتے رہے۔ بعض روایات میں حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ کا حاکم اور جانشین مقرر کرنے کا بیان بھی ملتا ہے۔

اس کے بعد جتنی جنگیں اور مہمات مسلمانوں کو پیش آئیں، ان میں حضرت عثمان غنیؓ اکثر

Marfat.com

عملی حصہ لیتے رہے۔ انھوں نے غزوہ خندق میں بھی بھرپور حصہ لیا اور وہ خندق کھودنے میں بھی مصروف رہے۔ ان جنگوں کے حوالے سے جس امر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی ان تمام جنگوں کے لیے بہت زیادہ مالی خدمات بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی فیاضیاں۔ حضرت عثمان غنیؓ رؤسائے قریش میں سب سے زیادہ فیاض اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے' انھوں نے اپنی ساری دولت و ثروت اللہ کی راہ میں وقف کر رکھی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگوں کی تیاری اور لشکروں کی روانگی کے لیے اعلان فرماتے تو ان میں حضرت عثمان غنیؓ قریباً سب سے زیادہ مالی معاونت فراہم کرتے۔ بعض جنگوں میں ہزاروں اونٹ بھی پیش کر دیتے تھے۔ چند ایک جنگوں میں انھوں نے جنگ کے کل مصارف کا نصف خرچ اپنے ذمے لے لیا تھا۔

ویسے بھی حضرت عثمان غنیؓ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی قریش میں ایک معزز اور معتبر حیثیت کے حامل تھے۔ ''اول تو عام چلن کے برخلاف عہد طفولیت ہی میں زیور تعلیم سے آراستہ ہو چکے تھے۔ دوئم نو عمری ہی سے تجارت کو پیشہ بنایا تھا۔ چونکہ طبیعت میں حلم' تدبر' نرمی و شفقت ادب و لحاظ کے عناصر نمایاں تھے لہٰذا تجارت میں بڑا فروغ ہوا''۔ اس طرح ان کا مسلمان ہو جانا کفار قریش کے لیے ایک بڑا دھچکا تھا۔ اس کے بعد سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کی صف اول میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انھیں اللہ کے رسول نے اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔ ان حوالوں سے دشمنوں نے ان پر بھی سختیاں اور زیادتیوں کا دور شروع کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں آنے کے بعد انھوں نے اپنا سب کچھ اسلام کے لیے نثار کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مدینہ منورہ میں پہلے تجارت ہی کا پیشہ اختیار کیا' یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے بنو قینقاع کے بازار میں کھجوروں کے لین دین کی تجارت شروع کر دی' اور پھر اس کے بعد وہ ایک عرصہ تک پیشہ کھیتی باڑی سے بھی وابستہ رہے۔

مدینہ منورہ میں چونکہ حضرت عثمان غنیؓ بڑی حد تک اپنا مال و متاع بھی لے آئے تھے' اس لیے ان کی مالی حالت خاصی بہتر اور قابل رشک تھی۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان غنی اور دیگر چند اصحاب نے بھی اچھے اور قیمتی لباس زیب تن کرنا شروع دیئے تھے۔ لیکن چونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سادگی اور کفایت شعاری کا درس دیا کرتے تھے۔ اس لیے ان لوگوں نے بھی جلد ہی عام مسلمانوں کی طرح سادہ اور معمولی لباس پہننا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے جب اپنی مکی زندگی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و تبلیغ اور درس و

Marfat.com

تدریس کی خفیہ یا اعلانیہ مجالس منعقد کیا کرتے تھے تو ان مجالس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مناسب اور ان کی معاشی حالت کے بجائے لوگوں کو یہی فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے"۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مجالس اور محافل میں عام معمولی انسان' آزاد کردہ غلام اور صاحبان عالی مرتبت حضرت عثمان غنیؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت علیؓ' حضرت حمزہؓ' اور حضرت عباس وغیرہم بھی شریک ہوا کرتے تھے' لین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام مسلمان محترم اور برابر ہی ہوتے تھے۔

بہر صورت حضرت عثمان غنیؓ جن دنوں قبیلہ بنی قینقاع کے بازار کہ جس کا نام بھی بنی قینقاع تھا میں کھجوروں کی تجارت کرتے تھے' اس وقت بنی قینقاع کے بیشتر لوگ یہودی ہی تھے' لیکن اس کے باوجود آپؓ تجارتی اصولوں کی باقاعدہ پاسداری کرتے تھے اور اسی طرح دوسرے فریق سے بھی تجارت میں پاسداری کرواتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ اپنی صاف گوئی' تجارتی معاملت اور سودے کی خرید و فروخت کے لیے حضرت عثمان غنیؓ یہودیوں کے بازار میں بھی قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے واقعات۔ ہجرت نبوی کے پانچویں سال حسب وعدہ ابوسفیان اپنے ساتھ بہت بڑی جمعیت' اونٹ اور گھوڑے لے کر مسلمانوں پر ایک بار پھر حملہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ اس لشکر کفار میں بڑے بڑے سرداران قریش بھی شامل تھے۔ لیکن اس بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مسلمانوں نے مدینہ کے گرد ایک خندق کھود لی تھی۔ اس طرح طویل محاصرے کے بعد ابوسفیان کو اپنی فوجیں ناکام واپس لے جانے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ گویا مدینہ کے محاصرے کے دوران میں بھی کفار مکہ کو بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا' اور مسلمان خندق کی دوسری جانب بالکل محفوظ و مامون رہے تھے۔ اس طرح اب تک کی مسلمانوں نے کفار قریش' یہودیوں اور گردونواح کے قبائل کے ساتھ مختلف جنگوں کا محاصروں اور لشکر کشی کے بعد ثابت کر دکھایا تھا کہ مسلمان اب کمزور نہیں رہے ہیں' اور رسول اللہ اور آپؐ کے جاں نثاروں میں جو جذبہ شہادت موجود ہے وہ کسی اور میں ممکن نہیں ہے۔ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ جا کر عمرہ ادا کرنے کا اعلان بھی فرما دیا تھا۔ اور آپ یہ عمرہ عربوں کے لیے حرمت والے مہینہ ذیقعدہ میں کرنا چاہتے تھے۔ اس امر کی اطلاع کسی نہ کسی طریقے سے کفار قریش کو بھی ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کی جانب

Marfat.com

روانہ ہو گئے تھے' اور ساتھ ہی ستر اونٹ بھی قربانی دینے کے لیے ہمراہ لے لیے گئے تھے۔

اسی اثناء میں اللہ کے رسول کو یہ اطلاع بھی مل گئی تھی کفار مکہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے شدید انتظامات کر رکھے ہیں۔ اس واضح اطلاع کے باوجود بھی آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ کے نچلے حصے کی طرف سے مقام حدیبیہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہ حقیقت تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح کے ارادہ جنگ کے بغیر مکہ کی طرف آرہے تھے وہ صرف عمرہ کرنا چاہتے تھے' لیکن قریش نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ خدا کی قسم وہ ہمارے شہر میں بلا اجازت زبردستی کبھی داخل نہ ہو سکیں گے۔

لیکن چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیارت بیت اللہ ہی کا ارادہ رکھتے تھے' اس لیے وہ واپس ہونے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ اس اثناء میں عروہ بن مسعود ثقفی اہل مکہ کی جانب سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ عروہ بن مسعود نے آنحضرت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپؐ نے اسے بھی دو ٹوک الفاظ میں عمرہ کرنے کے اپنے ارادے کا ایک بار پھر ذکر کیا۔ پھر عروہ نے قریش مکہ کے پاس جا کر انھیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ گویا اس سے پہلے بھی کفار مکہ اپنی ایک سفارت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا چکے تھے' لیکن صورت حال واضح نہیں ہو سکی تھی۔

مسلمانوں کی سفارت۔ "ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعی کو طلب فرمایا اور انھیں اپنے خاص اونٹ ثعلب نامی پر سوار کرا کر قریش کے پاس مکہ روانہ فرمایا تاکہ وہ جا کر معززین قریش کو آپ کی تشریف آوری کی غرض پر مطلع کر دیں۔ لیکن قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور خراش کو بھی قتل کرنا چاہا' مگر "حبوش" نے انھیں اس عمل سے روک دیا۔ اس کے بعد انھیں چھوڑ دیا اور وہ خدمت اقدس میں واپس پہنچ گئے"۔

اس مخاصمانہ کارروائی کے ساتھ ہی کفار قریش نے مزید سازشیں شروع کر دی تھیں۔

"قریش نے ایک حرکت یہ کی کہ چالیس یا پچاس آدمی روانہ کیے تاکہ وہ کسی صحابی کو قتل کر آئیں (لیکن حقیقت یہ ہے کفار مکہ کا یہ قافلہ کسی صحابی کو قتل تو نہ کر سکا) مگر یہاں آتے ہی انھیں گرفتار کر کے آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ مگر آپؐ نے انھیں معاف کر کے چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان لوگوں نے آنحضرت کے لشکر پر پتھر اور تیر پھینکے تھے"۔

حضرت عثمان غنیؓ کی سفارت۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب کو طلب فرمایا تاکہ ان معززین قریش سے اپنے آنے کی غرض و غایت بیان

Marfat.com

کرنے کے لیے روانہ فرمائیں لیکن انھوں نے (یعنی حضرت عمرؓ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے قریش سے اپنی جان کا اندیشہ ہے اور مکہ میں بنو عدی بن کعب کا بھی کوئی شخص موجود نہیں ہے، جو میرا دفاع کر سکے، قریش کو میری ان سے عداوت اور تشدد کا حال معلوم ہی ہے۔ لیکن میں ایسی ہستی کو پیش کرتا ہوں جو قریش کے یہاں مجھ سے زیادہ معزز ہیں، اور وہ حضرت عثمان بن عفان ہیں"۔

چنانچہ آپ نے حضرت عمر کی تجویز پر غور کرنے کے بعد اور حضرت عمر کی عداوت اور تشدد کو بجا جانتے ہوئے متبادل کو طور پر "حضرت عثمان بن عفان کو بلا کر ابوسفیان اور معززین قریش کے پاس روانہ فرمایا تاکہ وہ انھیں مطلع کر دیں کہ آنحضرت ان سے جنگ کرنے نہیں بلکہ بیت اللہ کی تعظیم اور زیارت کی نیت سے آئے ہیں"۔

اگرچہ ان سے پہلے خراش بن امیہ خزاعی کی سفارت پر اہل قریش کے سلوک اور رویے کی موجودگی میں حضرت عثمان بن عفان کے لیے بھی مکہ کے قریش کے پاس جانا کوئی محفوظ اور مامون امر نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس سفارت کو قبول کر کے مکہ جانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ ویسے بھی حضرت عثمان ایک عرصہ سے مکہ سے دور اور غائب تھے، اس لیے مکہ میں ان کے دشمنوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، اور وہ خود بھی قبیلہ بنو امیہ ہی کے ایک فرد تھے۔

اللہ کے رسول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی جانب حضرت عثمان غنیؓ کو بطور سفیر بھیجنے کے لیے ان کی معیت میں دس صحابہ کو بھی روانہ کیا تھا تاکہ وہ کسی خطرے کی صورت سے نمٹ سکیں۔ بہر صورت گیارہ افراد پر مشتمل یہ وفد حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کی سربراہی میں مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت یا اس سے پہلے ابان بن سعید بن عاص سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ابان بن سعید بن عاص رشتہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے چچا زاد برادر تھے، لیکن انھوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان کو اپنے پاس ٹھہرا کر اپنی پناہ دے دی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا۔

ایک پریشان کن خبر۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے حضرت عثمان چل کر ابوسفیان اور روسائے قریش کے پاس پہنچے اور انھیں آنحضرت کا پیغام پہنچایا۔ جواباً انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا، اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔ ابوسفیان

Marfat.com

کی اس پیش کش پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ جب تک آنخضرت طواف نہ کریں' میں تنہا طواف نہیں سکتا- پس اس بات چیت کے بعد قریش نے حضرت عثمان کو اپنے پاس روک لیا- مگر آنخضرت تک یہ افواہ پہنچی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں-

اس پس منظر میں بعض روایات اس طرح بھی ہیں جن دس صحابہ کو حضرت عثمان غنی کے ہمراہ اس لیے بھی بھیجا تھا کہ وہ اپنے اعزہ سے مل سکیں' لیکن ان کے نام روایت میں بیان نہیں کیے گئے- سفارت روانہ ہونے کے ایک دو روز بعد حضور نبی اکرم تک ایک اڑتی سی خبر پہنچی کہ قریش نے حضور کے سفیر عثمان کو قید اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا ہے- بہر حال حضرت عثمان غنیؓ کی واپسی میں تاخیر ہو گئی تھی' جس سے مسلمان رنجیدہ تھے- اس خبر کے ملنے پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس قوم سے اس کا بدلہ ضرور لیں گے' یعنی ہم ان سے جنگ کریں گے-

حضرت عثمان غنیؓ کو قید کر لینا یا شہید کر دینا اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دینا کوئی عام بات نہیں تھی- یہ ایسا واقعہ تھا کہ اس کی صداقت ہو جاتی تو حرمت سفارت اور احترام سفر کے لیے جنگ کرنا اخلاقاً" و شرعاً" ضروری تھا-

بیعت رضوان- اس وقت جو لوگ حضور کے ساتھ آئے تھے' وہ صرف ادائے عمرہ و طواف کی غرض اور نیت سے آئے تھے- انہیں اس امر کا احتمال بھی نہ تھا کہ کسی قسم کی جنگ سے سابقہ پڑے گا- بہر صورت اس نازک اور تشویش ناک صورت حال سے نمٹنے کے لیے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بیعت کے لیے بلایا-

بیعت کیا ہوتی ہے' اس سلسلے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ' اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو کہتے ہیں جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عاید کر لیتا ہے- اس کے علاوہ "وفائے عہد کا التزام بھی اس لفظ کے اندر شامل ہے"-

بہر حال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر' حضرت عمر بن خطاب کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیعت کے لیے بلائیں-

"حضرت سلمہ بن اکوع نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اور دوسرے تمام صحابہ نے اس بات پر آنخضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی کہ ہم کبھی میدان جنگ سے فرار نہ ہوں گے- نیز یہ کہ یا فتح پائیں گے ورنہ شہید ہو جائیں گے- ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے آپؐ سے موت پر بیعت کی تھی اور وہاں موجود مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا تھا جو اس بیعت سے پیچھے رہ گیا ہو- جن صحابی نے سب سے پہلے آنخضرت کی بیعت کی وہ ابوسنان اسدی' عکاشہ بن

Marfat.com

محسن کے بھائی تھے۔ جابر کی روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو افراد تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت۔ چونکہ حضرت عثمان غنیؓ وہاں موجود نہیں تھے' "اس لیے ان کی زندگی کے مفروضہ پر خود آنحضرت نے ان کی طرف سے بیعت کی' اس طرح کا اپنا دایاں دست مبارک اپنے بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا' اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ ابھی تک شہید نہیں ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے متعلق ظاہری افواہ پھیل جانے کی بنا پر مسلمانوں نے آپ کا بدلہ لینے اور خود کو اس جنگ میں ثابت قدم اور قوی رکھنے پر بیعت کی تھی۔

مکہ مکرمہ سے تین میل شمال میں یہ مقام حدیبیہ تھا' جہاں پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ سے جہاد کی بیعت لی تھی۔ "یہ بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت رضوان ہی کے حوالے سے قرآن مجید میں بھی کھلم کھلا بشارت ہی قرار دیا گیا ہے:

"اے پیغمبر' جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ تو جو کوئی اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا' اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو عنقریب اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا"۔ ۴۸/۱۰

ان لوگوں کے لیے اجر عظیم یہ تھا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ:

"اے پیغمبر! اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا' جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے' اور اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ اس لیے ان پر سکینت نازل فرمائی۔ اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح بھی دے دی۔ اور فتح کے علاوہ بہت سی نعمتیں (غنیمتیں) بھی دیں جنھیں یہ لوگ لے رہے ہیں۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے"۔ ۱۹-۱۸/۴۸

جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو وہ مسلمانوں کے ایمان اور جذبہ جہاد سے خوف زدہ ہو گئے' اور انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو بھی واپس بھیج دیا۔ اس کے جلد ہی بعد مکہ کے چند سردار اور صاحب رائے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ پھر بات چیت اور افہام و تفہیم کے بعد ایک صلح نامہ مرتب ہوا۔ اس صلح نامہ کی بنیادی روح یہی تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال پھر آ کر مکہ میں صرف تین دن تک قیام کریں گے۔ آپ کے ساتھ صرف مسافرانہ ہتھیار ہوں یعنی تلواریں اور کمانیں

Marfat.com

نیام میں ہوں- یہ بھی طے پا گیا تھا کہ فریقین امن و امان کے ساتھ رہیں گے اور دس سال تک یہ معاہدہ قائم رہے گا-

ایک امتیازی خصوصیت- سید نا حضرت عثمان غنیؓ جب صلح حدیبیہ کے لیے کفار سے شرائط طے پا رہے تھے تو اس وقت قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو یہ پیش کش کر دی تھی کہ "اگر تم عمرہ ادا کرنا چاہو تو کر لو"- لیکن اس پر حضرت عثمان نے فرمایا تھا کہ "یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں یہاں تنہا عمرہ و طواف کر لوں اور میرا کعبہ حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم' بیت اللہ سے دور حدیبیہ میں بیٹھا رہے"-

"ادھر مقام حدیبیہ پر بیٹھے ہوئے بعض صحابہ بولے کہ: عثمان بڑے خوش قسمت ہیں وہ کم سے کم عمرہ تو ادا کر ہی لیں گے"- لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے نبض شناس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے یقین نہیں کہ عثمان میرے بغیر عمرو طواف کر لیں"-

"بیعت رضوان کی ایک عجیب امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ جب تمام صحابہ کی بیعت ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ "یہ میرا ہاتھ ہے اور اب میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں"- گویا حضور نے اشاروں میں بتا دیا تھا کہ عثمان زندہ ہیں کیونکہ بیعت زندوں ہی کی لی گئی تھی اور لی جاتی ہے"-

یہاں یہ نکتہ فراموش نہ کرنا چاہیے کہ خدا نے رسولؐ کے ہاتھ اپنا ہاتھ قرار دیا (اور پھر) "**یداللہ فوق ایدیھم**" اور آج بیعت رضوان کے وقت رسولؐ اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے رہا ہے- نتیجہ ظاہر ہے-

"اس شرف کے واحد مستحق تھے بھی سیدنا عثمان غنیؓ ہی- وہ خود فرماتے ہیں کہ: جس دن میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے اپنا سیدھا ہاتھ رسول اللہ کے ہاتھ میں دیا تھا' اس دن سے کبھی میرا وہ ہاتھ میری شرم گاہ سے مس نہیں ہوا"-

بہر صورت صلح حدیبیہ ہو جانے کے بعد آپؐ اور صحابہ کرام نے احرام اتار لیے تھے- بعض روایات میں یہ بیان بھی ملتا ہے کہ اس موقع پر زوجہ رسول حضرت ام سلمہ نے مشورہ دیا- تو اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود باہر نکل کر اپنی رسم قربانی ادا کر کے بال اتروائے اور احرام اتار لیا- اس کے بعد تمام صحابہ کو یقین آ گیا کہ اب معاہدے میں کوئی تغیر نہیں ہو گا اور معاہدے کے مطابق عمرہ ادا کیے بغیر ہی یہاں سے جانا پڑے گا- چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دیکھ کر ان سب لوگوں نے اپنی اپنی قربانیاں ادا کر کے بال اتروائے اور احرام اتار دیے-

Marfat.com

صلح حدیبیہ کی عظیم برکت۔ یہ صلح حدیبیہ ایک ایسا معاہدہ تھا کہ جسے بعض ساتھی ایک طرح کی ظاہری شکست سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فتح ہی نہیں بلکہ فتح "مبین" سے بھی تعبیر کیا ہے۔ مورخین متفق ہیں کہ فتح مکہ، فتح خیبر بلکہ آئندہ کی ساری اسلامی فتوحات کا سنگ بنیاد یہی صلح حدیبیہ ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار مسلمانوں کے طور طریقے دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم برکت تھی۔

بیعت رضوان کا مقصد۔ جس وقت سفیر نبوی حضرت عثمان بن عفان اہل قریش کے ساتھ بھرپور گفتگو میں مصروف تھے۔ اس وقت تاخیر اور طوالت کے باعث وادی حدیبیہ میں مقیم چودہ سو مسلمانوں میں تشویش بڑھنے لگی تھی، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا بھی پورا اندازہ تھا کہ عثمان مکے میں قتل نہیں کیے گئے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام سے بیعت لینے کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ "ایک یہ کہ مسلمانوں کے جوش و خروش کی اطلاع اہل مکہ کو مل جائے تاکہ وہ جناب عثمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس سے باز آ جائیں۔ نیز وہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ بھی کر لیں اور معاہدہ صلح میں تامل نہ کریں۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جناب عثمان پر جو مصیبت آنے والی تھی اس کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتانا چاہتے تھے کہ اس نازک وقت میں مسلمان خون عثمان کو ایسا ہی قیمتی سمجھ کر محافظت کریں اور ہر فرد امت ان کا قصاص لینے کے لیے اسی طرح اٹھ کھڑا ہو جس طرح آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو کھڑا کر رہے ہیں"۔

بہر صورت حضرت عثمان غنی کی بہتر اور ذمہ دارانہ سفارت کے باعث صلح حدیبیہ کا معاہدہ عمل میں آیا۔ گویا اس پورے سفر حدیبیہ میں سیدنا عثمان غنیؓ ذوالنورین کی عظمت و شخصیت بہتر طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اس معاہدہ حدیبیہ پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستخطوں کے بعد گواہوں کے طور پر حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی دستخط کیے تھے۔

غزوہ تبوک کے لیے حصہ۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں، قبائل اور رومیوں کے خلاف جو جنگیں کیں، ان میں بھی حضرت عثمان غنی نے حصہ لیا۔ خیبر اور حنین کی

Marfat.com

جنگ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شامل رہے تھے۔ پھر ۹ ہجری میں جب قیصر روم مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ رہا تھا تو اس نے عرب پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ ان رومیوں سے نمٹنے کے لیے حضور نبی اکرم نے بھی خاموشی کے ساتھ جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اس وقت اگرچہ مسلمانوں کی مجموعی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اللہ کے رسول نے مسلمانوں سے مالی اعانت فراہم کرنے اور خدا کی راہ میں صدقات دینے کے لیے فرما دیا تھا۔

اس جنگی تیاری کے لیے لوگوں نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ یہیں پر حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے گھر کا سارا مال اسباب پیش کر دیا تھا' حضرت عمر فاروق نے اپنے کل مال متاع کا نصف آپ کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا تھا۔ "ان ہی دنوں حضرت عثمان بن عفان ایک قافلہ ترتیب دے رہے تھے تاکہ تجارت کے لیے ملک شام روانہ کریں۔ انھوں نے اپنا ارادہ تجارت ترک کیا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول۔ دو سو اونٹ قافلے کے پیش خدمت ہیں۔ ان پر پالان' پوشش اور چادریں پڑی ہیں۔ ہر طرح سے سفر کے لیے تیار اور مکمل ہیں"۔ یہ سب کچھ انھوں نے جنگ کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مزید دو سو اوقیہ چاندی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے لشکر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا اپنے ذمہ لے لیے تھے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق "غزوہ تبوک کی مہم میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے۔ اس بنا پر گویا حضرت عثمان نے دس ہزار سے زیادہ فوج کے لیے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ اس کے لیے ایک ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا۔ اسکے علاوہ ایک ہزار اونٹ' ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے"۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ہجری میں جو حجتہ الوداع ادا کیا' اس میں اللہ کے رسول کے ہمراہ حضرت عثمان غنی بھی تھے۔ پھر ۱۱ ہجری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عثمان غنی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عثمان بن عفان کو اپنی مجلس شوریٰ میں شامل رکھا تھا۔ پھر مختصر سی مدت خلافت کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیماری کے دوران میں نصیحت لکھوائی تو اس نصیحت میں حضرت عثمان غنیؓ ہی نے بطور خلیفہ حضرت عمر

Marfat.com

فاروقؓ کا نام لکھ دیا تھا' لیکن جب یہ نصیحت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سنائی گئی تو انھوں نے اس صورت کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی کی فہم و فراست کی بڑی تعریف کی۔

خلفاء کی مجلس مشاورت میں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے دوران میں حضرت عثمان غنیؓ اس عہد کی مجلس مشاورت میں شامل تھے' اس وقت خانوادہ رسولؐ اور بالخصوص حضرت علی اور حضرت فاطمتہ الزہرہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اسی طرح پھر حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں اہل قریش پر مشتمل جو ایک طرح کا ایوان بالا یا مجلس مشاورت تھی وہ اس کے ایک مستقل ممبر تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنے دور خلافت میں حضرت عثمانؓ بن عفان سے بعض امور میں خصوصی مشاورت بھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ مثلاً ایرانی فوجوں سے نبرد آزما مسلمانوں نے اپنے خلیفہ وقت سے جابجا ہدایات حاصل کیں۔ جنگ نہاوند کے سلسلے میں عمار بن یاسر نے جب حضرت عمر سے رہنمائی طلب کی تو اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس مشاورت کے کئی اراکین سے فرداً" فرداً" مشورہ حاصل کیا تو اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی نے فرمایا:

"اے امیر المومنین! آپ اہل شام کو لکھیں کہ اپنے شام سے اہل یمن کو لکھیں کہ اپنے یمن سے اہل بصرہ کو لکھیں' اپنے بصرے سے کوچ کریں۔ آپ خود اہل مدینہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہوں اور کوفے پہنچیں۔ وہاں آپ کے پاس لوگ ہر سرزمین اور ہر وطن کے کونے کونے سے آ کے جمع ہو جائیں گے۔ اگر آپ اس طریقہ پر عمل پیرا ہوں تو ایرانیوں سے آپ کا لشکر گراں تر ہو گا۔ نفری کی رو سے آپ کی قوت بیشتر ہو گی"۔

یہ سن کر ہر جانب سے مسلمانوں نے کہا عثمانؓ نے ٹھیک بات کہی ہے۔ لیکن اس کے بعد حضرت عمر کی مجلس مشاورت کے دیگر اراکین کی رائے اس سے مختلف تھی۔ اس کے بعد انھوں نے جنگ کے سپہ سالار کو بدل کر بہتر اور عمدہ نتائج حاصل کیے۔

Marfat.com

باب-۴

سیدنا عثمان غنیؓ منصب خلافت پر

حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان غنیؓ بن عفان کو خلیفۃ المومنین بنا دیا گیا۔ آپ کا انتخاب حضرت عمر فاروقؓ کی بنائی ہوئی ایک چھ رکنی خصوصی کمیٹی نے کیا تھا' لیکن حضرت عثمان کے انتخاب کو بعض موقع پرست لوگوں' جذباتی مسلمانوں اور کچھ جدت پرست اور ناسمجھ افراد نے جلد ہی ایک طرح سے متنازعہ سا مسئلہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس پس منظر میں ضروری دکھائی دیتا ہے کہ خلافت کے بارے میں بعض اہم امور کی وضاحت کر دی جائے۔

حکومت و امارت۔ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بڑے واضح الفاظ میں خود لوگوں سے فرمایا تھا کہ:

"حکومت و امارت کی طلب و درخواست نہ کرنا (کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ) اگر تم کو مانگنے اور طلب کرنے پر ملی تو ساری ذمہ داری تمہارے سر ہو گی۔ (اللہ کی طرف سے مدد و اعانت نہ ملے گی) اور اگر بے مانگے تم کو ملے گی تو اس کی ذمے داریوں سے عہدہ برا ہونے میں اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی"۔

یہ امر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا کہ انسانی حکومت اور اقتدار پوری احتیاطوں اور بشری کوششوں کے باوجود بھی بعض امور کے حوالے سے باعث فساد و فتنہ ہو جاتا ہے۔ اس پس منظر میں کہ جب قوم فتنہ و فساد کا شکار ہونے لگے تو اس وقت جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس پس منظر میں ارشاد نبوی ہے کہ:

"ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے طریقے کی بجائے دوسرے طریقوں کی طرف رہنمائی کریں گے۔ تم ان کی بعض باتوں کو اچھا پاؤ گے اور بعض باتیں بری ہوں گی"۔

امام سے وابستگی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی مزید وضاحت کی خاطر حاضرین اور سامعین میں سے کئی لوگوں نے استفسارات کیے' تو ان کے جواب میں رسول خدا نے یوں وضاحتیں فرمائیں کہ:

Marfat.com

"وہ ہماری ہی طرح کے لوگ ہوں گے' اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے۔ (بظاہر مسلمان ہوں گے اور اسلام کی باتیں کریں گے) لہٰذا تم ایسے وقت میں جماعت المسلمین اور مسلمانوں کے امام سے وابستہ رہنا"۔

پھر اور فرمایا گیا کہ:

"تم ایسے فرقوں سے کنارہ کش رہنا' خواہ تم کو درخت کی جڑیں چبانا پڑیں' حتیٰ کہ جب تمھیں موت آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم ان میں سے کسی کے ساتھ ہو"۔

اطاعت امیر۔ گویا اللہ کے حبیبؐ نے مسلمانوں کو ہر حالت میں جماعت کے ساتھ رہنے اور اپنے امیر اور امام کی اطاعت پر زور دیا ہے۔ اسی زمرے میں ارشاد نبوی یوں ہے کہ:

"جس شخص کو حاکم وقت میں دین و شرع کے اعتبار سے کوئی ناپسندیدہ بات (فسق وغیرہ' یعنی زنا کاری' اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرنا' ظلم کرنا' راہ راست چھوڑ دینا' حکم سے نکل جانا اور نافرمانی) نظر آئے اسے چاہیے کہ صبر کرے' اس لیے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے بالشت بھر بھی باہر ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

پھر ایک اور موقع پر فرمایا گیا کہ:

"عنقریب میرے بعد تم کو حق تلفیوں سے دو چار ہونا پڑے گا' تو اس صورت میں تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر آ کر ملو"۔

امیر کی نامزدگی۔ حضرت عمر فاروقؓ ابھی بقید حیات ہی تھے کہ لوگوں نے آپ سے اپنے بعد کسی خلیفہ کی نامزدگی حوالے سے دریافت کیا تو اس موقع پر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے دو ٹوک انداز میں فرمایا کہ:

"اگر میں خلیفہ نامزد کروں تو یہ بھی درست ہے' کیونکہ ایک ایسا شخص جو مجھ سے بہتر تھا' یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ نامزد کر چکے ہیں' اور اگر میں نامزد نہیں کرتا تو یہ بھی صحیح ہو گا کہ ایک ایسی ہستی نے جو مجھ سے بہتر تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا"۔ یہ بات سن کر لوگوں نے آپؓ کی تعریف کی تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "لوگ دو قسم کے ہیں' کچھ وہ ہیں جنھیں خلافت کی رغبت ہے اور کچھ ایسے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بوجھ سے پوری طرح عہدہ برا ہو جاؤں' نہ مجھے اس سے فائدہ پہنچے اور نہ مجھ پر اس کا کچھ وبال ہو۔ (بنا بریں میں کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کرنا چاہتا' کیونکہ) زندگی میں تو خلافت کی ذمے داری مجھ پر تھی ہی' اس طرح مرنے کے بعد بھی اس کا بوجھ مجھ پر ہو گا"۔

اس تناظر میں امت مسلمہ کا اسی پر اجماع ہے کہ خلافت کے معاملہ میں دونوں صورتیں

Marfat.com

صحیح ہیں' اگر موجود خلیفہ کسی کو نامزد کر دے تب بھی اور اگر نئے خلیفہ کا انتخاب امت پر چھوڑ دے تب بھی درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے چھ افراد کی ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی جس کے ذمے خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔

چھ اصحاب کی کمیٹی۔ ہرمزان کے حملہ قتل کے بعد حضرت عمر فاروقؓ ابھی زندگی اور موت کی کش کش میں تھے کہ انھوں نے اس نازک ترین وقت پر بھی لوگوں کے بہت زیادہ اصرار پر اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے چھ اصحاب رضوان علیہم کے نام تجویز کیے اور مزید فرمایا کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا جائے۔ لیکن اس انتخاب کے عمل میں زیادہ تاخیر نہ کی جائے' انتخاب کا یہ کام زیادہ سے زیادہ تین دن کے اندر اندر کر لینا ضروری اور بہتر ہو گا۔ اس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے جن چھ صحابہ کرام کے نام بتائے وہ یہ ہیں:

حضرت علیؓ' حضرت عثمان غنیؓ' حضرت زبیر بن عوامؓ' حضرت طلحہ بن عبداللہؓ' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔

اس کے ساتھ ہی حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ بہ اتفاق رائے ان اصحاب میں سے جس بھی کسی صاحب کو مناسب اور موزوں سمجھیں اسے اپنا خلیفہ بنا لیجیے گا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر کچھ لوگوں نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ آپ اس کمیٹی میں اپنے برخوردار عبداللہ کو بھی شامل کر دیں۔ اس تجویز پر بھی حضرت عمر فاروقؓ نے دو ٹوک انداز میں فرمایا کہ ٹھیک ہے' عبداللہ کو بھی کمیٹی یا مجلس مشاورت میں شامل کیا جا سکتا ہے' مگر انتخاب میں حصہ لینے کی اسے اجازت نہیں ہو گی۔ اسی دوران میں انھوں نے عبوری طور پر امامت کے لیے حضرت صہیب کا نام پیش کر دیا تھا اور کہا تھا کہ خلیفہ کے انتخاب تک حضرت صہیب امامت کے فرائض انجام دیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن کا کردار۔ قاتل کے لگائے ہوئے زخموں کے باعث حضرت عمر فاروقؓ جانبر نہ ہو سکے اور ۲۹۔ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو شہادت پا گئے۔ لہٰذا خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد اراکین مجلس مشاورت کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو خود بھی ان چھ افراد میں سے تھے کہ جنھیں خلیفہ بنایا جا سکتا تھا' انھوں نے تجویز پیش کی چونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے کسی ایک شخص کا نام بطور خلیفہ نامزد نہیں کیا' اس لیے انھیں کے چھ آدمیوں میں سے خلیفہ چننے کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے سے بہتر کے حق میں دستبردار ہو جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ حضرت زبیر نے اپنا حق حضرت علیؓ کو سونپ دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا حق حضرت عبدالرحمٰن عوفؓ کو

Marfat.com

دے دیا۔ اور پھر حضرت طلحہ بن عبداللہ نے اپنے حق پر حضرت عثمان غنیؓ کے حق کو فائق سمجھا۔ اس طرح اب تین میں سے ایک بار پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حق خلافت سے اپنی ہر طرح کی دستبرداری کا برملا اعلان کر دیا۔ اس طرح اب خلافت کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کے نامزد کردہ اصحاب میں سے صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ میں ایک طرح کا انتخاب باقی رہ گیا تھا۔

تاریخوں سے ثابت ہے کہ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو گومگو کی کیفیت سے نکالنے' امت کی بھلائی اور انصاف کی خاطر اپنی ہی خدمات پیش کر دیں کہ اگر آپ دونوں حضرات بصمیم قلب میرے فیصلے کو قبول کر لیں تو میں خود انصاف کے ساتھ فیصلہ دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ لہٰذا صحابی رسول اور محترم ساتھی و دوست کی اس پیش کش کو حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ دونوں نے بلا تامل قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ ہم آپ کے فیصلے کی تائید و توثیق کریں گے۔ اس پر ایک بار پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دونوں بزرگوں سے یہ عہد بھی لیا کہ وہ خلیفہ مقرر ہونے کی صورت میں عدل و انصاف سے کام لیں گے۔

عوام الناس سے رابطے۔ اس عہد و پیما اور اقرار و میثاق کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے سر لی ہوئی ذمے داری سے بحسن و خوبی عہدہ برا ہونے کی خاطر آمدہ دو تین دن میں تمام مقتدر صحابہ' قبائلی سرداروں' مسافروں' مختلف مجمعوں میں شامل لوگوں' مساجد کے نمازیوں اور عوام الناس سے کئی حوالوں اور مختلف طریقوں سے خفیہ اور اعلانیہ ان لوگوں کی دونوں بزرگوں کے بارے میں رائے' رہنمائی اور مشاورت حاصل کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے فردا" فردا" حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ سے بھی کئی ملاقاتیں کیں۔

اس دوران میں کئی احباب نے حضرت علیؓ بن ابو طالب سے یہ کہا کہ آپ قرابت داری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں' اس لیے آپ بہتر ہیں' اس لیے اپنی خلافت کا اعلان کر دیں۔ لیکن حضرت علی چونکہ خلافت کے معاملے کو جمہوری فیصلے کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی صوابدید اور فیصلے پر چھوڑ چکے تھے' اس لیے انھوں نے لوگوں کے محبت بھرے جذباتی مشوروں کو بڑی تحمل اور ذمے داری کے ساتھ سنا اور بہرصورت توقف سے کام لیا۔ اس سے پیشتر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان غنیؓ سے یہ بھی دریافت کر لیا تھا کہ آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنانا ہو تو وہ کون ہو گا؟۔ حضرت عثمان غنیؓ نے علیٰ وجہ البصیرت فرمایا تھا کہ حضرت علی بن ابو طالب۔ اسی طرح انھوں نے حضرت علی سے بھی دریافت کر لیا تھا کہ اگر آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفۃ الرسول بنانا ہو تو وہ کون ہو گا؟۔

Marfat.com

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان۔

عوام الناس میں ایک اور گروہ جو بڑا زور دے رہا تھا وہ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کی جانب تھا اور وہ حضرت عثمان غنیؓ سے کہہ رہا تھا کہ آپ خاندان عبد مناف میں سب سے زیادہ معزز، معمر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں' لہٰذا خلافت آپ ہی کو ملنی چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے صلاح مشورے کے لیے تین دن کی اجازت دی تھی' اور اب تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ہر طبقہ خیال کے بزرگوں اور عوام الناس سے مشورہ کر چکے تھے۔ وہ اپنی ذمے دارانہ مشاورت اور لوگوں کی خفیہ اور اعلانیہ رائے کے مطابق اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے۔ لیکن حضرت عمار اور حضرت مقداد کی صریحاً یہ رائے تھی کہ حضرت علیؓ بن ابو طالب خلیفہ بنایا جانا چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کو تین دن گزرنے کے بعد چھوتا دن طلوع ہوا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے صبح کے وقت اعلان کر کے لوگوں کو مسجد میں بلایا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان کو بھی مسجد ہی میں بلا لیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان سے مسجد ہی میں ایک بار پھر اقرار کرایا کہ وہ فیصلے کو مانیں گے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے نقش قدم پر چلیں گے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے پروردگار کو حاضر ناظر جانتے ہوئے اور لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ جو بوجھ میری گردن پر تھا میں نے حضرت عثمان غنیؓ کی گردن پر ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں سے ایک مختصر سا خطاب کیا اور حضرت عثمان غنیؓ کے بطور خلیفہ انتخاب کے بارے میں وضاحت کی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے سب سے پہلے خود حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔

انتخاب حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں بعض روایات یوں بھی ملتی ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے لوگوں کو جو تین دن تک سوچنے اور مشورہ کرنے کا وقت دیا تھا' وہ مدت ختم ہو رہی تھی' اس لیے تمام امیدواروں نے آپس میں باہمی مشورہ کیا اور دیگر صحابہ کرام اور مجلس شوریٰ نے مشورہ کر کے قضائے الٰہی سے رائے حضرت عثمان بن عفان کے حق میں دے دی تھی۔

بتایا جاتا ہے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی حضرت علی بن ابوطالب نے خود سب سے پہلے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ یہی نہیں بلکہ حضرت علی نے لوگوں کی اپنے بارے میں رائے اور جذباتی وابستگی کے حوالے سے فرمایا کہ۔ "جو قسمت

Marfat.com

میں لکھا ہے ضرور ہو کر رہے گا"۔ کیونکہ بعض لوگ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ بن ابو طالب ہی کو خلیفہ بننا چاہیے' لیکن جمہور اور مجلس شوریٰ کے فیصلے کی قدر کرتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ کو مسلمانوں کا نیا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ ممکن ہے حضرت علی کی حمایت کرنے والے لوگ اس تازہ صورت حال پر کسی طرح کا ہنگامہ یا فساد کھڑا کر دیتے لیکن حضرت علی نے سب سے پہلے خود ہی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے تمام خدشات کو عملی طور پر ختم کر دیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا اعلان ہونے کے بعد عصر کی نماز کے وقت حضرت عثمان غنیؓ نے خود نماز کی امامت کرائی۔ نماز کے بعد حضرت عثمان غنی نے اہل وظائف کے سو سو درہم بڑھا دینے کا اعلان کیا' اور اس کے ساتھ مختلف ممالک کے وفدوں کو حاضر ہونے کا حکم جاری کر دیا۔ یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر ایک اہم تقریر کی جس میں لوگوں کو نصیحتیں کیں' اور اس تقریر کے ختم ہوتے ہی لوگ بڑھ بڑھ کر بیعت کرنے لگے۔ جس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے خلافت منصب سنبھالا تھا اس وقت ان کی عمر اڑسٹھ سال تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا پہلا خطاب۔ حضرت عثمان غنیؓ نے محرم الحرام کے ابتدائی دنوں میں ۲۴ ہجری' بطور خلیفۃ المومنین کے عہدہ سنبھالا۔ اس طرح آپؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرے خلیفہ بنے۔ آپؓ نے لوگوں سے اپنے پہلے خطاب میں اعمال صالحہ کی رغبت دلائی۔ مال و دولت کی فراوانی سے جو غفلت پیدا ہوتی ہے' اس سے ڈرایا' اور رضائے الٰہی کو ہمیشہ مقدم رکھنے کی نصیحت کی۔ بعض حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے صوبوں کے عاملوں اور حاکموں کے نام ایک حکم جاری کیا' جس میں حضرت عمر فاروقؓ کی وفات اور اپنے خلیفہ کے انتخاب کا تذکرہ کیا۔ نیز ان عاملوں اور حاکموں کو یہ تاکید کی گئی کہ جس طرح فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں دیانت و امانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے ہو' اسی طرح انجام دیتے رہو۔

ان ابتدائی احکامات اور بنیادی کلمات کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے مغرب کی نماز کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا ملخص یوں ہے کہ:

"اے لوگو! تم اس دارالامن مدینہ منورہ میں بڑے امن و تحفظ سے سکون کے ساتھ ایک طرح کی قلعہ بند حالت میں ہو۔ اسی دارالامن میں آپ کی عمریں گزری جا رہی ہیں' اور ایک خاص رفتار کے ساتھ زندگی' موت ہی کی جانب کشاں کشاں بڑھتے جا رہی ہے۔ لیکن یوں دکھائی دیتا ہے کہ انسان بھلائی اور نیکی کرنے میں تساہل سے کام لے رہا ہے' حالانکہ اسے کل

Marfat.com

کی بالکل کوئی خبر نہیں ہے۔ اس لیے اے لوگو! دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں کے جلو میں شیطان تمھارے مستقل تعاقب میں ہے۔ اور یاد رکھو کہ تمھارے کام تمھارے نیک اعمال کے سوا کچھ نہیں آ سکتا۔ اس لیے نیک کاموں میں التوا' تساہل اور غفلت سے بچتے رہو۔ غفلت شیطان کا ایک پھندہ ہے۔ دیکھو' اپنے آپ کو دنیائے دوں کی رنگینیوں سے آلودہ ہونے سے بچائے رکھو۔ دنیا کی طلب اور جاہ کو اپنا منشائے حیات نہ بناؤ۔ حرص و طمع کے جھمیلوں میں ہی اپنے آپ کو نہ الجھائے رکھو۔ مال اور دولت جو کہ سراسر عارضی دنیاوی وجاہتیں ہیں' ان پر بھی فریفتہ نہ ہوتے رہو بلکہ قرآن کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کو اعمال صالح سے حسن بخشو"۔

مشکلات کی جانب اشارہ۔ بہر صورت حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے ابتدائی احکام اور خطاب کے بعد باقاعدہ طور پر منصب خلافت سنبھال لیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے وقت سلطنت اسلامی قریباً تین براعظموں پر پھیل چکی تھی۔ وسیع و عریض علاقوں پر مسلمان پھیل چکے تھے۔ لیکن ایک سازش کے تحت حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اب کچھ افراد بالخصوص منافقین اسلام کو ضعف پہنچانے کے درپے ہیں۔ اس لیے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے دوران میں انھیں کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ویسے بھی احادیث نبوی میں حضرت عثمان غنیؓ کے ان مسائل اور مشکلات کے بارے میں اشارات موجود تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کے ایک باغ میں نبی کریم کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا' اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ میں نے انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کی بشارت دے دی' اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ میں نے ان کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کر دیا یعنی جنت کی بشارت دی۔ انھوں نے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

"پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور انھیں بشارت دے دو کہ تم کو ایک مصیبت میں سے گزرنا ہو

Marfat.com

گا' اور جنت میں جاؤ گے۔ چنانچہ میں گیا تو یہ حضرت عثمان غنیؓ تھے۔ میں نے ان کو بھی وہ سب کچھ بتا دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا"۔

اسی طرح ایک اور حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری ہی سے مروی ہے کہ "جب حضرت عثمان غنی کو اندر آنے کی دعوت دی گئی تو حضور نبی کریم نے فرمایا کہ انھیں آنے کی اجازت دو' اور بشارت دو کہ ان پر مصیبت پڑے گی' جس کے نتیجہ میں وہ جنت میں جائیں گے"۔اس پر بھی حضرت عثمان غنیؓ نے اللہؓ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ اللہ ہی مدد فرمانے والا ہے۔

عمال کے نام ایک فرمان۔ تاریخ میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے دور خلافت میں پیش آنے والی مشکلات اور گوناں گوں درپیش مسائل کا پہلے ہی سے علم تھا' اور ان پر یہ بھی عیاں ہو چکا تھا کہ ان سے پہلے خلیفہ عمرفاروق کو بھی ایک سازش ہی کے تحت شہید کیا گیا ہے۔ بہرصورت حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تو پہلے ہی خطاب میں حکام اور عمال کو بلا کر ضروری نصیحتیں کر دی تھیں' لیکن اس کے بعد انھوں نے ایک تحریری حکم نامہ بھی عمال کے نام جاری کیا تھا۔ اس حکم نامے میں عمال سے تنبیہ کی گئی تھی کہ اپنے فرائض میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے اور زیادہ توجہ تبلیغ و ترویج اسلام پر دی جائے۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے' اور کوئی فیصلہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ کیا جائے۔ اس کے بعد جو باقاعدہ حکم نامہ جاری کیا گیا' اس میں فرمایا گیا کہ "اپنی رعایا کے ساتھ بہتر اور انسانی سلوک کیا جائے۔ لوگوں سے بے جا ٹیکس اور محصولات وصول نہ کیے جائیں۔ صرف اپنے خزانوں کو بھرنے کے لیے عوام مسلمانوں اور ذمیوں کو مجبور اور تنگ نہ کیا جائے' بلکہ ان لوگوں کو ہر طرح کا امن اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو ان پر حاکم اور منصف بنایا ہے نہ کہ جلاد مقرر کیا ہوا ہے اور ہاں یہ بھی ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے کہ تمام لوگوں کی ضروریات بحسن و خوبی پوری ہوتی رہیں۔ ایسے امور سے پرہیز کیا جائے کہ جن کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کو کسی حوالے سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو' یہی نہیں بلکہ رعایا کی جائز اور لازمی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔ اس طرح لوگوں کے حقوق اور حکومت کے حقوق کو پامال نہ ہونے دیا جائے۔ اس کے علاوہ جہاں تک آپ لوگوں کی تحویل اور تحفظ میں ذمی ہیں' ان کے ساتھ رواداری بھرا سلوک کیا جائے۔ ان تک بھی عدل و انصاف کی ساری رحمتیں پہنچنا چاہئیں۔ ذمیوں کے حق میں جو ذمے داریاں آپ لوگوں پر عائد ہیں' انھیں لازمی طور پر پورا کیا جائے۔ مزید یہ کہ اپنے دشمنوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ جو دشمن جنگ اور جدل کے بعد تمہارے رحم و کرم پر ہو جائیں' ان کے ساتھ بھی انسانی' ہمدردانہ اور رواداری کا سلوک کیا

Marfat.com

جائے۔ کیونکہ اس طرح ان کے دلوں میں انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے"۔

حضرت عثمان غنیؓ کا پہلا فیصلہ۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت پر حضرت عمر فاروق کے بعد عارضی طور پر صحابی رسول حضرت صہیب کو مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے پر مامور کر دیا گیا تھا' اس سے پیشتر وہ مسجد نبوی کے موذن تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد میں خنجر سے وار کرنے کے بعد قاتل پارسی غلام فیروز جسے ابو لولو بھی کہتے تھے' نے خود کشی کر لی تھی۔ یہ پارسی غلام مغیرہ بن شعبہ کی تحویل میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابولولو کے ہرمزان کے ساتھ گہرے تعلقات تھے' ہرمزان ایک ایرانی سردار تھا۔ وہ اگرچہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی سرگرمیاں مشکوک تھیں' وہ کئی بار عہد فاروقی میں بھی تجاوز اور بد عہدی کر چکا تھا۔

مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ قتل ہوئے تو اس کے بعد ابولولو نے مسجد سے بھاگتے ہوئے اسی خنجر سے اپنے آپ کو بھی قتل کر لیا تھا' لیکن اس کی خود کشی کا ابھی زیادہ لوگوں کو علم نہیں ہوا تھا کہ ابولولو کا ایک ساتھی سردار ہرمزان ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے نکل رہا تھا کہ اسے دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کے چھوٹے صاحبزادے عبیداللہ کو اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے والد حضرت عمر فاروقؓ کا وہی قاتل ہے۔ ویسے بھی اس سے پہلے کہ ابھی جب ابولولو نے خلیفہ پر حملہ نہیں کیا تھا' اس وقت بھی اسے اسی خنجر کے ساتھ دیکھا گیا تھا' پھر ایک عیسائی جفینہ' ہرمزان اور ابو لولو کو اکٹھے باتیں کرتے بھی پایا گیا تھا۔ اس لیے اس شک میں کہ اب خنجر برادر ہرمزان ہی نے حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کو قتل کیا ہے' جناب عبیداللہ نے ہرمزان کو قتل کر دیا تھا۔ اس قتل پر عبیداللہ ابن عمر فاروقؓ کو زیر حراست لے لیا گیا تھا' اور امام صاحب جناب حضرت صہیب کے حکم پر اس کے فیصلہ کو خلیفہ کے باضابطہ تقرر تک موخر کر دیا تھا' اور اس کے ساتھ ہی عبیداللہ کو وقتی طور پر جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔

دیت کی ادائیگی۔ لہٰذا جب حضرت عثمان غنیؓ باضابطہ طور پر خلیفتہ المومنین مقرر ہو گئے تو انھیں سب سے پہلے اسی مقدمہ کا فیصلہ کرنا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان غنیؓ کو مشورہ دیا کہ عبیداللہ کو قصاص میں قتل کر دیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی مجلس مشاورت کے رکن حضرت عمر بن العاص نے یہ مشورہ دیا تھا کہ ایک نو مسلم ہرمزان کے قتل کے عوض میں' یہ مناسب دکھائی نہیں دیتا کہ جس عبیداللہ کا باپ پرسوں قتل ہوا ہے' اس شخص کو آج قتل کر دیا جائے۔ مجلس شوریٰ کے دیگر کئی اراکین کی بھی یہی رائے تھی کہ عبید اللہ بن عمر فاروق کو قصاص میں قتل نہ کیا جائے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی نے بھی یہی

Marfat.com

فرمایا تھا کہ "یہ میں کس طرح کر سکتا ہوں کے جس شخص کا باپ کل قتل کیا گیا ہے آج اس کو بھی قتل کر دوں۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا"۔

"اس کے علاوہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ نے یہ بھی فیصلہ دیا تھا کہ عبیداللہ بن عمر بن خطاب کے ہاتھوں قتل ہونے والا نو مسلم شخص تھا' اس کا میں بطور خلیفہ ولی ہوں۔ لہٰذا میں قصاص معاف کر کے اپنے مال سے مقتول کی دیت کی ادا کروں گا"۔ اس قول سے حضرت عثمان غنیؓ کا مطلب یہ تھا کہ قصاص کے مقابلے میں دیت پر میں صلح کر لوں گا۔ اور یہ بھی کہ امام کو اس کا حق حاصل ہے۔

اس مقدمے کا اس حزم و احتیاط کے ساتھ فیصلہ کرنے میں حضرت عثمان غنی نے اسلامی رواداری' ذاتی اموال کی قربانی اور قوانین اسلامی کی بجا آوری کی عملی مثال پیش کردی تھی۔ لہٰذا اس مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت عثمان غنیؓ نے لاوارث ہرمزان کی دیت کی رقم اپنے مال میں سے باقاعدہ طور پر حکومتی بیت المال میں جمع کرادی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اس مثالی فیصلے اور ذاتی مال کی قربانی پر تمام صحابہ کرام بے حد خوش ہوئے تھے۔

Marfat.com

باب-۵

تجمیع قرآن مجید کا کارنامہ

حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے قتل کے حوالے سے ہرمزان کے قتل کا جو دانش مندانہ اور نہایت جرات مندانہ فیصلہ دیا تھا۔ اس پر آپ کی راست بازی اور جذبہ اسلام اور کسی بہتر مقصد کے لیے مال و متاع کی قربانی کی واضح مثال سامنے آگئی تھی۔ اس فیصلے پر بعض لوگ ممکن ہے ناخوش بھی ہوئے ہوں' لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان غنی نے دو ٹوک فیصلہ کر کے خلیفہ کی اپنی صوابدید کو بھی بہتر طور پر استعمال کیا تھا۔

قرآن فہمی۔ اسی اثناء میں حضرت عثمان غنیؓ نے بعض حوالوں سے یہ محسوس کر لیا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں دنیاوی جاہ و حشمت گھر کرتی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے کئی لوگوں کے خلاف قانونی اور تعزیراتی کارروائیاں کیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے لوگوں کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ تمہاری دنیاداری کی خواہش تمھیں تمھارے حقیقی مقاصد سے دور لیے جا رہی ہے۔ دنیا کی دولت خوشحالیاں' آسودگیاں اور دیگر سہولیات زندگی بہر صورت باعث فلاح و ثبات نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی دولت کی ریل پیل' بیویوں اور لونڈیوں کی کثرت اور عجمی خیالات و افکار بھی اپنے عواقب و نتائج کے اعتبار سے اثرات سے خالی نہیں ہیں۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ فتوحات اسلامی کے بعد عجمی لوگوں میں قرآن مجید کو جس طرح رائج کیا جا رہا ہے' اور عجمی لوگ قرآن کو اس کے اساسی معانی سے ہٹ کر جو نئے مفاہیم اور معانی بخشنے لگے ہیں' وہ قابل توجہ ہیں۔ عربوں کے لیے اس تناظر میں عجمیت ایک بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھی۔ بلکہ اپنی خلافت کے اوائل ہی میں خلیفتہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ بیشتر عجمی لوگ قرآن مجید کو قرآن فہمی کے بغیر ہی پڑھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ قرآن کی اساس اور اس کی تعلیمات کی روح سے رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گے!۔

حضرت عثمان غنیؓ نے بہت جلد یہ بھی محسوس کر لیا تھا۔ عجمی لوگ جب کسی امر کو اس کے عربی پس منظر اور تناظر میں سمجھنے سے قاصر رہیں گے تو وہ لامحالہ مختلف امور کو اپنی سوجھ

Marfat.com

بوجھ کے مطابق اپنے نظریات اور افکار سے تطابق بخشتے رہیں گے' اس طرح لازماً تفہیم دین میں نئی نئی باتیں شامل ہوتی جائیں گی' اس لیے خدشہ ہے کہ عجمی کارروائیاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کفر میں شمار نہ ہو جائیں۔

ابھی عثمان غنیؓ کو منصب خلافت پر متمکن ہوئے ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ انھوں نے اس امر کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اسلام چونکہ دور دور تک پھیل چکا ہے' اس لیے لوگوں نے قرآن مجید کو مختلف قراتوں اور لہجوں میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لہجے اور قراتیں ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باعث بعض اوقات مسلمانوں میں باعث نزاع بھی بن جاتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے نزاع پیدا ہونے کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا بلکہ اس سے پیشتر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ایسا ہی واقعہ رونما ہو چکا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ۔ امام مسلم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

"حضرت عمر بن الخطابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا' اس طریقہ کے خلاف جس پر میں اس کی تلاوت کرتا تھا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی خود مجھ کو یہ سورت پڑھائی تھی۔ تو قریب تھا کہ (ہشام کے طریقہ تلاوت پر) میں ان پر لپک پڑوں' مگر پھر میں نے ان کو مہلت دی یہاں تک کہ وہ (نماز یا تلاوت سے) فارغ ہو گئے۔ میں فوراً ان کی چادر کو گردن میں پیچ دے کر ان کو گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا' یا رسول اللہ! میں نے ان کو سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے' اس کے برخلاف کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ سورت پڑھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو (اور ان کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا) پڑھو۔ تو انھوں نے اسی طرز پر پڑھا جس طرح میں نے ان کو تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس طرح بھی سورت نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا پڑھو! میں نے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح بھی نازل کی گئی ہے۔ اور بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے' تم ان حرفوں میں سے جو آسان معلوم ہو اس پر پڑھ لیا کرو"۔

اسی پس منظر میں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بروایت ابوشامہ بعض مشائخ سے یوں بھی نقل کیا ہے کہ:

"فرمایا' قرآن کریم پہلے لغت قریش پر نازل ہوا اور پھر ان قبائل عرب کے لغات پر جو

Marfat.com

فصحاء عرب میں سے ان کے پڑوسی تھے۔ مگر بعد میں ان کو اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ وہ ان لغات پر بھی تلاوت کر لیا کریں جن کا استعمال ان میں جاری اور معتاد ہے۔ الفاظ و اعراب میں اختلاف اور فرق کے ساتھ۔ اور ان میں سے کسی ایک کو مجبور نہیں کیا گیا کہ ایک دوسرے کے لغت کی طرف منتقل ہو' مشقت کے خیال سے"۔

"بہر کیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس طرح کی اجازت و رخصت حاصل ہو جانے کی وجہ سے بہت سی آیات متعدد لغات اور مختلف قراتوں کے ساتھ تلاوت کی جانے لگیں۔ جب اس اختلاف قرات کی کیفیت کے ساتھ قرآن مختلف بلاد اور علاقوں میں پہنچا تو یہ چیز باہمی اختلاف کا سبب بن گئی"۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں لغات اور قراتوں کا یہ اختلاف خاصا بڑھ گیا تھا' بلکہ اب تو کئی قسم کے نزاعی مسائل بھی پیدا ہونے لگے تھے۔ ان کو روکنے کے لیے حضرت عثمان ذوالنورین نے سوچا کہ مرکز اسلام اور خلیفہ وقت کی طرف سے قرآن کے صحیح اور مستند نسخے مختلف رہنمایان حکومت کو ارسال کرنا ضروری ہے تاکہ تمام مملکت اسلام کے خاص و عام میں قرآن اس کی صحیح اور اصلی صورت میں رائج ہو جائے۔

* **حضرت حذیفہ بن یمان:** قرآن حکیم کی مختلف قراتوں اور اس صورت اختلاف کو دیکھ کر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراز اور مزاج شناس تھے' اس لیے اپنی حیثیت اور محبت نبوی کے باعث انھیں پہلے دو خلفائے راشدہ کے دور میں بھی جلیل القدر اور مقتدر مقام حاصل تھا۔ وہ بھی اس صورت حال کو دیکھ کر بڑے متفکر ہو گئے تھے۔ اس لیے انھیں "یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ اختلاف آئندہ چل کر تورات اور انجیل میں یہود و نصاریٰ جیسے اختلاف کی صورت نہ اختیار کر جائے اور کوئی تعجب نہیں کہ اس طرح گروہ بندیاں اور امت میں تفریق واقع ہو جائے اور ایک گروہ دوسرے کی تضلیل پر آمادہ ہو جائے تو جو یقیناً ایک عظیم فتنہ اور امت مسلمہ پر حادثہ ہو گا"۔[3] اس پس منظر میں انھوں نے خلیفتہ المومنین حضرت عثمان بن عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال عرض کی۔[4]

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان اہل شام اور اہل عراق کے ساتھ فتح آرمینیہ اور آذربائیجان کے معرکوں میں شامل تھے' اس لیے انھوں نے وہاں پر بھی واضح طور پر قرآن مجید کی قراتوں میں باہمی اختلاف کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ پھر ان جنگی معرکوں سے واپس آکر انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے یوں گوش گزار کیا "اے امیرالمومنین! خبر لیجیے' اس امت کی قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگیں یہود و نصاریٰ کی طرح"۔ گویا

Marfat.com

حضرت حذیفہ بن الیمان نے اپنی تشویش' پریشانی اور اندیشہ کو حضرت عثمان غنی کے سامنے پیش کیا۔

☆ **حضرت عثمان غنیؓ کے اقدامات۔** حضرت عثمان غنیؓ خلیفتہ المومنین' جنھیں پہلے ہی قرآن مجید کی قراتوں کے تفاوت اور عجمیوں کی تاویلات سے پریشانی لاحق تھی' انھوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان کی تشویش کو بھی بجا طور پر محسوس کیا' لہٰذا انھوں نے زوجہ رسول ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن مجید کے نوشتہ صحیفے اور اجزا بھیج دیں' ہم انھیں نقل کرلیں گے۔(حضرت حفصہ کے پاس قرآن مجید کا وہ نوشتہ صحیفہ تھا کہ جسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں جمع کیا گیا تھا) بہر صورت حضرت عثمان غنی نے حضرت حفصہ سے محفوظ پڑے ہوئے مصاحف' اجزا اور اوراق' اس وعدے پر منگوا لیے کہ انھیں نقل کر کے واپس بھجوا دیا جائے گا۔

اس کار خیر اور تجمیع اور تحفظ قرآن مجید کے حوالے سے حضرت حفصہ نے وہ سارے صحیفے حضرت عثمان غنی کے پاس بھیج دیے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو اس کام کے لیے مامور کیا کہ وہ ان صحیفوں کو نقل کریں جو حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں جمع اور کتابت کیے گئے تھے۔

ربعض روایتوں میں یوں بھی مرقوم ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان نے زید بن ثابت کے تحت ایک مجلس تشکیل دی جو قرآن حکیم کی ہر آیت کو دو گواہوں کی شہادت کے بعد قلم بند کرتی۔ ہر آیت کی خوب جانچ پڑتال اور تحقیق کی جاتی تھی۔ جتنے لوگوں نے اس آیت کو سنایا پڑھایا حفظ کیا ہو انھیں بھی حاضر کیا جاتا اور متفقہ فیصلے کے بعد اسے صحیح ترتیب کے ساتھ قرآن حکیم میں شامل کیا جاتا تھا۔ غرض نہایت دقت' احتیاط اور صحت سے تیسری بار یہ قرآن مجید جمع کیا گیا۔ زید بن الحارث کی سربراہی میں بنائی گئی اس کمیٹی نے سینکڑوں لوگوں کی مدد اور شہادت سے قرآن حکیم کی تجمیع اور ترتیب بڑی جانفشانی اور احتیاط سے کی۔ اس کے بعد حضرت حفصہ سے حاصل کیے ہوئے نوشتہ صحیفے' اوراق اور اجزا اور اصل صحیفے انھیں بحفاظت واپس لوٹا دیے گئےر

قرآن مجید کی مستند نقلیں تیار کرلینے کے بعد حضرت عثمان غنی نے یہ حکم فرما دیا تھا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے یعنی قرآن مجید لوگوں کے پاس لکھے ہوئے ہیں۔ ان کو جلا دیا جائے کیونکہ ان مجموعوں میں صحابہ کرام نے اکثر و بیشتر وہ سورتیں لکھیں تھیں جو انھیں یاد تھیں یا

Marfat.com

بطور ورد وہ ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان صحائف میں کہ لوگوں نے جو اپنے ذاتی استعمال کے لیے ترتیب دیئے ہوئے' ان میں قرآنی ترتیب کا کوئی التزام ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ اس لیے اب جبکہ قرآن کا مستند نسخہ ترتیب دے لیا گیا تھا اس لیے دیگر نسخے جلا دینے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ کوئی اختلاف پیدا ہونے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مختلف اقوال کے مطابق مستند قرآن مجید کے پانچ یا سات مخطوطہ نسخے بنا کر مکہ مکرمہ' شام' عراق' یمن' بحرین' اور ترکستان' بھیجے گئے' اور ایک نسخہ دارالخلافہ یعنی مدینہ منورہ میں بھی رکھا گیا۔ گویا خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین نے یہ باضابطہ اور رسمی قرآن مجید ۲۵ ہجری بمطابق ۶۴۵ء میں جمع کیا۔ یہ قرآن مجید تیسری اور آخری تجمیع تھی۔

خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کے عہد میں باضابطہ طور پر جو قرآن مجید جمع ہوا اور جس خط میں وہ لکھا گیا وہ رسم الخط عثمانی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد کتابت کے دیگر مشہور اسالیب میں قرآن حکیم کی کتابت ہوتی رہی۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ بھی پہلے دونوں خلیفوں کی طرح قرآن مجید کے بہت بڑے مفسر اور شارح تھے' وہ اپنے خطاب اور خطبات میں جابجا قرآن مجید کی تفسیر پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں قرآن مجید کی جمع و تدوین کا یہ تیسرا دور تھا۔ اس حوالے سے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ تجمیع قرآن مجید کا کارنامہ ۲۴ ہجری کے اواخر اور ۲۵ ہجری کے اوائل میں تھا' اور یہی وہ وقت تھا کہ جب آرمینیہ فتح ہوا تھا۔

* **تجمیع قرآن میں ذاتی بصیرت**۔ متعدد حوالوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی خلیفۃ المومنین بذات خود بھی قرآن مجید کے بہت بڑے شارح اور مفسر تھے' انھیں اس امر کا بھی بخوبی احساس تھا کہ اسلام کے جابجا دور دور تک پھیلنے کے باعث تفہیم و تشریح دین کے حوالے سے کئی مسائل پیدا ہوں گے۔ اس لیے انھوں نے قرآن مجید کو ایک خاص لغت اور قرات قریش پر ترتیب دے کر اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔

حضرت عثمان غنی بھی دیگر متعدد صحابہ کرام کی طرح کلام الٰہی کے حافظ تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ساتھیوں میں سے ہونے کے باعث ایک عرصہ تک کاتب وحی بھی رہ چکے تھے۔ کاتب وحی اور اسلام سے بے پناہ محبت ہونے کے باعث انھیں ہر آیت قرآنی کی شان نزول اور حقیقی مفہوم سے بھی آگاہی تھی' اس لیے قرآن مجید کی جانب ان کی رغبت ایک طرح سے فطری لگن بن چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے اکثر

Marfat.com

فرامین، مکتوبات اور خطبات میں قرآن مجید کی تفسیر اور شرح بھی دکھائی دیتی ہے۔ وہ قرآن کی زبان اور خطاب سے کما حقہ، آگاہ اور واقف تھے۔ بتایا جاتا ہے آپ کے خطبات سننے کے لیے لوگ دور دور سے بھی ان مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ چونکہ ابتدا ہی سے قریش کے ان لوگوں میں سے تھے کہ جو لکھنے پڑھنے کے فن سے واقف تھے۔ پھر اسکے ساتھ ساتھ انھیں علم حساب، فن تدوین اور علم فرائض میں ملکہ حاصل تھا۔ فن تدوین کے حوالے سے تو اکثر تجمیع قرآن مجید میں حضرت زید بن ثابت کی بھی جا بجا رہنمائی کرتے رہتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی اسی قرآن فہمی، فن تدوین و تسوید اور قرات لغت کے پس منظر میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان غنی تجمیع قرآن کریم میں مصروف تھے، اس وقت کاتبین اور کمیٹی کے دیگر اراکین کے درمیان سورہ بقرہ کی ایک آیت **"ان یا تیکم التابوت"**۔ کی کتابت میں کچھ "اختلاف ہوا کہ لفظ تابوت" تاء مستطیل کے ساتھ کتابت کیا جائے یا "ہ" مدور کی شکل میں، جو حالت وقف میں "ھا" پڑھی جائے۔ یعنی "التابوۃ" لکھا جائے۔ نزاکت، کلام الٰہی اور احتیاط و حزم کے باعث کتابت لفظی کا یہ اختلاف حضرت عثمان غنی خلیفۃ المومنین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خلیفۃ المومنین حضرت عثمانؓ غنی نے اس موقع پر فرمایا کہ اس لفظ تا کو مستطیل کے ساتھ لکھا جائے یعنی "التابوت" کیونکہ لغت قریش میں یہ لفظ اسی طرح سے ہے، اور قرآن مجید قریش ہی کے لغت پر نازل ہوا ہے۔

قرآن کریم۔ "شیخ سیوطی بحوالہ کتاب "المصاحف" میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں قرآن کریم جب جمع کیا گیا تو ان کے نام کی تجویز و تعیین میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا سفیر (کتاب) کا نام مناسب ہے، لیکن یہ نام چونکہ یہود کی کتاب "توراۃ" کے حصوں کے لیے مستعمل تھا۔ اس وجہ سے پسند نہ کیا گیا۔ پھر عبداللہ بن مسعود یا سالم مولی ابی حذیفہ نے بتایا کہ میں نے حبشہ میں اہل حبشہ کو اس طرح کتاب کو مصحف کہتے ہوئے سنا ہے۔ صحابہؓ کرام کو یہ عنوان پسند آیا اور اسی کو باتفاق رائے "قرآن کریم" کا نام مقرر کیا گیا، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وجہ تسمیہ کے لیے اصل لغت عرب ہی سے اس کا اشتقاق قرار دیتے ہوئے کہا جائے کہ یہ لفظ اصحاف کا صیغہ اسم مفعول ہے، جس کا مادہ صحف ہے، اور اسی سے صحیفہ کے معنی چونکہ ورق کے ہیں تو اصحاف، اوراق منتشرہ جمع کرنے کو کہا جائے گا، تو قرآن کریم کا نام مصحف اسی لحاظ سے ہوا کہ وہ تمام اور ان اوراق منتشرہ کو جامع ہے، جن پر آیات قرآنیہ کتابت کی گئی تھیں"۔

Marfat.com

"مصحف اور صحیفہ' یہ الفاظ جب مفسرین کے یہاں استعمال کیے جاتے ہیں تو ان کا ایک اصطلاحی مفہوم معتبر ہوتا ہے۔ لفظ مصحف کی جمع مصاحف ہے اور صحیفہ کی جمع صحف اور صحائف آتی ہے۔ مصحف وہ کتاب یا مجموعہ ہے جس میں متعدد رسائل اور اوراق (صحیفے) جمع ہوں۔ جیسے کہ قرآن کریم کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے "فی صحف مکرمہ مرفوعہ" اور ارشاد ہے "ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم و موسیٰ"۔ مفسرین کی اصطلاح میں "مصحف" کا اطلاق قرآن کریم کے واسطے مخصوص ہے"۔

قرآن کا نزول اور لغات۔ گویا جس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی ذاتی نگرانی میں تجمیع قرآن حکیم کا کام مکمل کر لیا تو اسے مصحف اور قرآن کریم کا نام دے کر ہی رائج کیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں اسلام کی جا بجا فتوحات کے باعث اسلام دوسرے بلاد اور ممالک، میں پہنچ چکا تھا۔ عراق اور ایران میں متعدد فتوحات کے بعد تو بیشتر لوگوں نے قرآن مجید کو حفظ بھی کرنا شروع کر دیا تھا' اس کے ساتھ علم قرات بھی ترقی کرتا گیا تھا۔ ابتدا میں چونکہ قرآن مجید ایک ہی لغت یعنی لغت قریش پر نازل ہوا تھا' اس لیے وہ افراد اور قبائل اور مختلف اقوام جو قریش کے لغت سے اچھی طرح سے واقف نہیں تھیں' انھیں ایک ہی لغت پر قرآن پڑھنا مشکل اور دشوار لگنے لگا تھا۔ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تائیدایزدی کے ساتھ لوگوں کو یہ رخصت دے رکھی تھی کہ ایسے لوگ جو بعض آیات یا کسی لفظ کو لغت قریش پر تلاوت نہ کر سکیں وہ دوسرے لغات پر ان آیات یا الفاظ کو پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرام کو قرآن مجید مختلف قراتوں پر پڑھا دیا تھا۔ تاکہ وہ بوقت ضرورت دوسرے لوگوں کو بھی پڑھا سکیں۔

ایک روایت میں ابی بن کعبؓ نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ "اے جبریل! مجھے ایک ایسی قوم میں مبعوث کیا گیا ہے' جو (محاورۃ") امی یعنی ان پڑھ ہے۔ اس قوم میں بوڑھے' بوڑھیاں' بچے اور بچیاں بھی ہیں' جنھوں نے کبھی کچھ نہ لکھا ہے اور نہ پڑھا"۔ اس کا مقصد شاید یہ تھا کہ یہ سادہ لوگ ہیں' وہ ایک لغت پر قرآن مجید پڑھنا مشکل اور دشوار محسوس کرتے ہیں۔ اس پر جبریل امین نے کہا تھا "اے رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا ہے۔ یعنی ان حرفوں پر اس کی تلاوت کی اجازت و رخصت دے دی گئی ہے"۔1

یہی وجہ ہے کہ حیات نبوی کے دوران میں بھی بعض صحابہ کرام دوسرے بعض صحابہ

Marfat.com

کرام کو مختلف طور پر تلاوت و قرات کرتے دیکھ کر متعجب ہو جاتے تھے' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' اس امر کی وضاحت فرما دیا کرتے تھے کہ' اس طرح بھی درست ہے' کیونکہ بعض آیات اس طرح بھی نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کا واقعہ بھی اسی نوعیت کا تھا۔ اس واقعے کے پس منظر میں اللہ کے رسول نے تصدیق قرات کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ قرآن مجید کا پڑھنا جن حرفوں میں آسان معلوم ہو ان پر پڑھ لیا جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ عرب میں قرآن مجید جن سات لغات پر نازل کیا گیا وہ لغت قریش ثقیف' طی' ہوازن وبکر' تمیم' ازدو ربعیہ اور لغت اہل یمن ہیں۔ اور ابھی سات لغات پر قرآن پاک کی تلاوت کی اجازت دی گئی تھی۔ حضرت عثمان غنی چونکہ خود بھی لغت قریش کے ماہر تھے۔ انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کو لغت قریش کے مطابق رقم اور کتابت کرنے کے فرائض انجام دیئے تھے' اس کے علاوہ اس وقت اکثر عرب لوگ لغت قریش سے واقف تھے' اس لیے انھوں نے قرآن مجید کو لغت قریش کے مطابق ترتیب دیا تھا۔

☆ **قرآن کی تجمیع عثمانی**۔ اب یہ ضروری دکھائی دیتا ہے کہ نزول قرآن کے حوالے سے جو تجمیع حضرت ابوبکر صدیق نے کی تھی اور بعد میں جو تجمیع حضرت عثمان غنی نے کی تھی' اس میں بلحاظ جمع و تدوین کیا فرق تھا۔ اس پس منظر میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں جمع کیا ہوا قرآن مجید اصل میں تلاوت و تعلیم کی ترتیب کے مطابق جمع کیا گیا تھا۔ بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیشتر انھی آیات کو جمع کیا تھا جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کاتبین وحی سے کتابت کرا چکے تھے۔

اکثر و بیشتر مفسرین اور ائمہ کرام بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے قرآن مجید کو اس لیے جمع کیا تھا کہ انھیں یہ خدشہ گزرنے لگا تھا کہ کہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ قراء و حفاظ کے انتقال کی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن وقت گزرنے کے بعد جب خلافت عثمانی شروع ہوئی تو حضرت عثمان غنیؓ نے جب بعض آیات کی تلاوت میں بھی اختلاف دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ کہیں یہ اختلاف بڑھتے بڑھتے باہمی نزاع اور امت میں تفریق کا سبب نہ بن جائے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں لغات قرآن کے حوالے سے جو عارضی آزادی اور رخصت و اجازت دی گئی تھی' حضرت عثمان غنی نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ اب امر کی ضرورت نہیں کہ قرآن مجید کی قرات اور تلاوت کے لیے مختلف لغات رائج رہیں' کیونکہ دور دراز کے ممالک اور

Marfat.com

صوبوں میں لغات کا یہ اختلاف امت مسلمہ میں کہیں بہت بڑا فتنہ نہ بن جائے۔ اسی لیے انھوں نے تمام لغات منسوخ کر کے صرف لغت قریش پر قرآن مجید کو جمع اور ترتیب کے بعد جاری کر دیا تھا' کیونکہ اصل قرآن کا بیشتر حصہ اسی لغت قریش پر ہی نازل ہوا تھا۔

مسئلہ تجمیع میں فضیلت۔ حضرت علی بن ابی طالب اکثر حضرت عثمان غنیؓ کے اس عظیم کارنامے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "اے لوگو! تم عثمان کے بارے میں خیر کے سوا اور کچھ مت کہو (مسئلہ جمع قرآن میں) خدا کی قسم انھوں نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کے مشورہ اور اتفاق رائے سے کیا ہے کہ زائد لغات کو منسوخ کر کے صرف اصل لغت قریش پر قرآن کو جمع فرما دیا کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس اختلاف قرات کی صورت میں ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ ہے کہ میری قرات تیری قرات سے بہتر ہے' اور میں جو کچھ پڑھتا ہوں وہی صحیح ہے۔ دوسرا یہ کہتا ہے کہ نہیں' میں جو کچھ پڑھتا ہوں وہی صحیح ہے' اور اس طرح ایک' دوسرے کی تردید پر آمادہ ہے۔ تو یہ فتنہ قریب تھا کہ ہمیں کفر تک پہنچا دے تو اس چیز کے پیش نظر ہم نے خود حضرت عثمان غنیؓ سے عرض کیا تھا جس پر انھوں نے فرمایا تھا کہ اگر لوگوں کو ایک ہی مصحف یعنی ایک قرات پر جمع کر دیا جائے تو پھر کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر ہم سب نے کہا بس یہی بہتر خیال ہے جو آپ نے قائم فرمایا"۔

اسی حوالے سے شرح بخاری میں یوں مذکور ہے کہ "یہ جو کچھ عثمان غنیؓ نے کیا کہ لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات قرآن سے حذف کر دیئے۔ یہ عثمان کے زمانہ کا جمع تھا۔ یہ صورت ابوبکر نے نہیں کی تھی' کیونکہ ابوبکر صدیقؓ کی غرض تو قرآن کریم کا جمع کرنا تھا۔ ان تمام وجوہ اور لغات کے ساتھ جن پر قرآن نازل ہوا (اور اس کی تلاوت کی اجازت دی گئی) اور وہ لغت قریش اور اس کے علاوہ دوسرے لغات بھی تھے۔ اور حضرت عثمان کی غرض یہ تھی کہ لغت قریش بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے' چنانچہ خود اس بات کی تصریح حضرت عثمان غنیؓ کے قول میں موجود ہے جو انھوں نے کاتبین وحی کو فرمایا تھا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق کا جمع کرنا اور تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کا (قرآن) جمع کرنا اور تھا"۔

تیسری مرتبہ تجمیع قرآن کا فریضہ ادا کرنے کے بعد اور اسے لغت قریش میں کتابت کروانے کے بعد حضرت عثمان غنی نے پانچ یا سات نسخے بڑے بڑے صوبوں اور بلاد میں بھجوا دیئے تھے۔ پھر انھی نسخوں سے تمام بلاد میں ہزارہا نسخے پھیل گئے۔ اسی اہتمام و اشاعت کی بنا پر جو دور عثمانی میں ہوئی اس بنا پر حضرت عثمان غنیؓ "جامع القرآن" کے لقب سے بھی معروف ہوئے' ورنہ نفس جمع تو حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں ہو چکا تھا اور وہ اصل نسخہ جو انھوں

Marfat.com

نے مرتب کرایا تھا اس ام (یعنی مصاحف قرانیہ کی اصل و بنیاد) کہا گیا' اور اسی مصحف کو امام بھی کہا گیا"۔

حضرت عثمان غنیؓ کے اس مصحف کو جس کو امام کہا جاتا ہے' کی پشت پر جو عبارت رقم تھی' اس کا مطلب اور ترجمہ یہ ہے کہ: یہ وہ نسخہ قرآن ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت نے اجماع و اتفاق کیا ہے۔ اور تاریخی نقول سے ثابت ہے کہ خلیفہ چہارم حضرت علی نے بھی اس نسخہ سے نقلیں کیں' اور اپنے خدام کے ذریعے بکثرت نقول کتابت کرائیں' تو وہ تمام نسخے حضرت علی کی روایت اور نقل سے مسلمانوں کے پاس پہنچے۔

حضرت عثمان غنی کی شہادت کے وقت جو قرآن حکیم کا نسخہ وہ خود پڑھ رہے تھے' بتایا جاتا ہے کہ وہی نسخہ بعد میں ورا ثتا" بنو امیہ کے ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کا تجمیع قرآن مجید اور ترویج لغت قریش کے حوالے سے یہ کارنامہ اپنی اہمیت اور دور رس نتائج کے اعتبار سے ہمیشہ قابل تحسین و تبریک رہا ہے۔ اسی لیے حضرت عثمان غنی جامع القرآن بھی کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

باب-٦

خلافت اور نظام سلطنت

منصب خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی ترجیحات میں اولیت تجمیع قرآن مجید کو دی تھی- اس کے بعد انھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی وصیت کے مطابق چند ایک گورنروں اور عاملین کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کر کے ان کی جگہ نئے گورنر اور عاملین مقرر کیے- اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس امر کی بھی واشگاف الفاظ میں وضاحت کی کہ ان لوگوں کی معزولی یا سبکدوشی کسی طرح کی فرائض میں کوتاہی کے باعث عمل میں نہیں لائی گئی اور نہ ان لوگوں کی ذاتی حیثیت ہی کسی حوالے سے محل نظر ہے- بلکہ یہ عمل محض مسلمانوں کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر ہوا ہے- ویسے بھی اگر قدیم اور جدید حکومتوں کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس طرح کا حکومتی عمل کوئی مسئلہ نہیں بنتا' کیونکہ ہر سربراہ مملکت اپنے نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کے لیے اپنی نظر میں زیادہ مناسب اور زیادہ موزوں افراد ہی کو اپنی انتظامیہ میں شامل کرتا ہے' اور اسے یہ حق حاصل ہوتا کہ وہ اس طرح کی انتظامی تبدیلیاں ملک و ملت کے مفادات میں کرتا رہے-

چند ایک انتظامی تبدیلیاں- بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کوفہ کے عامل حضرت مغیرہ بن شعبہ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے حضرت سعد بن وقاص کو ان کی جگہ پر کوفہ کا عامل بنا دیا تھا' اور اسی طرح کچھ عرصہ بعد ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کی ولایت سے سبکدوش کر کے عبداللہ بن عامر کو اس منصب پر متعین کر دیا تھا- حضرت عثمان غنیؓ کے اس انتظامی فیصلے پر کچھ لوگوں نے کئی طرح کے معنی پہنائے حالانکہ اس طرح کی انتظامی تبدیلیاں کوئی نیا عمل نہیں تھا- خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالد بن ولید کو ان کی پے بہ پے فتوحات' بہادریوں' کامیابیوں اور بے پناہ جنگی خدمات کے باوجود ان کے عہدے سے بر سر مجلس معزول کر دیا تھا- ان پر حضرت عمر فاروقؓ کی جانب سے صرف یہ گلا تھا کہ وہ جنگی اخراجات کے گوشوارے بھجوانے میں قدرے تساہل سے کام لیتے تھے- لیکن جب حضرت عمر فاروق نے انھیں مدینہ منورہ میں بلایا تو انھیں بھرپور استقبال دیا اور ان کی خدمات کا بجا طور پر اعتراف

Marfat.com

کیا۔

اسی طرح ۲۶ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بصرہ کے والی حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عوام الناس کے اس مطالبے پر معزول کر دیا تھا کہ وہ ایک آدھ بار اپنے قول اور فعل میں تضاد کا شکار ہو گئے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ اگرچہ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں کوفہ کے عامل تھے' لیکن انھیں خلیفہ دوم خود بھی ان کے منصب سے سبکدوش کرنا چاہتے تھے لیکن انھیں دیگر امور مملکت میں زیادہ منہمک ہونے کے باعث اسے عملی صورت دینے کی مہلت نہ مل سکی' اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں انھیں فارغ کر دیا تھا۔

اپنے ابتدائی دور ہی میں حضرت عثمان غنی نے والی مصر حضرت عمر بن العاص کو ان کے منصب سے سبکدوش کر دیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص کی معزولی کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ہی کے عہد سے مرکزی حکومت کو روانہ کی جانے والی رقم میں کمی کر دی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق نے خط و کتابت شروع کر رکھی تھی' لیکن اس کے باوجود ایک انتظامی سی نزاع پیدا ہو گئی تھی۔ اس تواتر اور تسلسل میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں مصری خراج کو بڑھانے کے لیے حضرت عمرو بن العاص سے مطالبہ کیا تھا۔ لیکن، بیان کیا جاتا ہے حضرت عمرو بن العاص نے کہلا بھیجا تھا کہ "اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی"۔ بہر صورت مرکز اسلام کو حضرت عمرو بن العاص کا اس طرح کا ٹکا سا جواب کئی طرح کے شکوک پیدا کرنے کا موجب بن سکتا تھا' اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مرحلہ وار فرائض سونپ دیئے تھے۔

رومیوں کی شورشیں۔ حضرت عمر بن العاص جس پائے کے جرنیل اور فوجی حکمت عملی کے ماہر تھے' اس پر کسی کو باک نہیں تھا' انھوں نے رومیوں کے خلاف جنگوں میں مثالی کردار ادا کیا تھا۔ اس لیے رومیوں پر ان کی بڑی دھاک تھی۔ اس کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں مصر کی ولایت سے تو سبکدوش کر دیا تھا لیکن وہاں پر فوج کی سربراہی انھی کے سپرد رہنے دی تھی۔ بہر صورت مصر میں حضرت عمرو بن العاص کی حیثیت میں تھوڑی سے کمی واقع ہو گئی تھی' اس صورت حال کو دیکھ کر اسکندریہ کے لوگوں نے ایک بار پھر سر اٹھانا شروع کر دیا تھا' لیکن رومیوں کی اس سرتابی کو حضرت عثمان غنیؓ کی ہدایت پر حضرت عمرو بن العاص نے ختم کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص نے متعدد باغیوں کو گرفتار کر لیا تھا' باغیوں کے اہل

Marfat.com

و عیال کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفتہ المومنین جو بڑے حساس اور فرض شناس مسلمان تھے۔ آپ کی معاملہ فہمی‘ فراست اور رواداری بھی بڑی مشہور تھی۔ وہ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک میں بھی حضرت عمر فاروقؓ کی طرح انسانی اقدار پر خاصی توجہ دیتے تھے۔ اس لیے انھوں نے حضرت عمرو بن العاص کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص بھی اب محض مصر میں صیغہ فوج کے سربراہ بن کر نہیں رہنا چاہتے تھے‘ اس لیے انھوں نے خود بھی یہ صورت حال قبول نہ کی۔ بعض روایات میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے دو سال بعد تک بھی حضرت عمرو بن العاص مصر میں مال و خراج کے افسر کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے جس دور میں ولایت مصر میں حضرت عمرو بن العاص صیغہ فوج کے سربراہ تھے اور صوبہ کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح تھے‘ اس وقت ۲۷ ہجری میں حضرت عمرو بن العاص نے عبداللہ بن ابی سرح کے خلاف اور عبداللہ بن ابی سرح نے حضرت عمرو بن العاص کے خلاف مرکزی حکومت میں شکایت کی تھی۔ ان باہم شکایات پر خلیفتہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے تحقیقات کرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کے تمام صیغوں پر مکمل حاکم بنا دیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے بجا طور پر مصر کے خراج میں بھی خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ بہر صورت انتظامی طور پر مصر میں حضرت عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی سرح میں پیدا ہونے والی نزاع کے باعث لوگوں میں ایک طرح کی بے چینی سی نمودار ہونے لگی تھی۔

اسی دور میں ۲۶ ہجری میں ایک اور حاکم کی سبکدوشی عمل میں آئی۔ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ کے والی تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے بیت المال سے ایک بھاری رقم قرض لے رکھی تھی‘ حضرت عبداللہ بن مسعود بیت المال کے انچارج تھے‘ لہٰذا انھوں نے سعد بن ابی وقاص سے اس قرض کی جلد واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنی تنگدستی اور ناداری کے باعث ادائیگی قرض سے معذرت چاہی۔ چونکہ یہ معاملہ معمولی نوعیت کا نہیں تھا‘ اس قرض کی معافی کے باعث کئی طرح کے نئے مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں‘ اس لیے اس امر کی اطلاع حضرت عثمان غنی کو پہنچائی گئی۔ اس معاملے کی باقاعدہ تحقیق کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ان کے منصب سے سبکدوش کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بیت المال کے مہتمم حضرت عبداللہ بن مسعود کو ان کی بے احتیاطی اور کسی حد تک غیر ذمے داری کی پاداش میں آئندہ احتیاط کرنے کی غرض سے تنبیہہ

Marfat.com

کر دی گئی۔ اور پھر ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا تھا۔

ابن مسعود کا معاملہ۔ یہ غالباً ۲۷ ہجری کی بات ہے کہ کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ نے کسی ضرورت کے تحت خزانہ سے قرض لیا' اس وقت کوفہ میں خزانہ کے نگران عبداللہ بن مسعود ہی تھے' وہ وہاں پر معلم قرآن کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ گورنر ولید بن عقبہ بعض مجبوریوں کے باعث مقررہ وعدے پر وہ رقم واپس نہ کر سکے۔ یہ معاملہ جب خلیفتہ المومنین کے علم میں لایا گیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے ابن مسعود کو لکھ بھیجا کہ روپیہ کی وصولی میں توقف سے کام لیا جائے۔ لیکن جناب عبداللہ بن مسعود نے احتجاجاً اپنے عہدے سے استعفا دے دیا۔ اور اس کے بعد وہ کوفہ اور مرکزی حکومت کے خلاف ہو تا گیا۔ عبداللہ بن مسعود چونکہ معلم قرآن بھی تھا' اس لیے اس نے مرکزی حکومت سے پرخاش کی بنا پر قرآن حکیم کا سرکاری نسخہ لوگوں کو پڑھانے کے بجائے عام نسخہ پڑھانا شروع کر دیا تھا' اس نزاعی صورت حال سے بچنے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن مسعود کو مدینہ منورہ میں طلب کر کے ان سے نا ملائم سلوک کیا۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے اس رویے کو لوگوں نے ایک حد نا پسند کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے مشیر۔ حضرت عثمان غنیؓ جب خلیفہ ہوئے تو وہ بھی حضرت عمر فاروق کی طرح اہم معاملات میں اکابرین مدینہ سے رجوع کیا کرتے اور بڑے بڑے صحابہ کے صلاح مشورے سے اکثر کام کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کی نجی مشاورت کے حلقہ میں بعض افراد ان کے قرابت دار بھی تھے' حضرت عمر فاروقؓ نے جب عہدہ خلافت سنبھالا تھا تو اس وقت ان کی عمر پینتالیس چھیالیس سال تھی "ان میں جوش' ہمت اور ولولہ غضب کا تھا' اس لیے حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لیے ان کو معاونوں کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ اس کے برخلاف عثمان غنیؓ نے جب زمام حکومت ہاتھ میں لی اس وقت ان کا سن تقریباً ستر سال کا تھا' اور ان میں عمر فاروقؓ کا سا نہ تو جوش تھا' نہ ولولہ اور نہ طاقت۔ ایک اور اہم فرق یہ تھا کہ عثمان غنیؓ کے الیکشن سے عدم تعاون کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ پارٹی بندی کا ماحول بڑھ گیا تھا اور بڑے صحابہ ان سے اس وجہ سے کبیدہ خاطر اور کشیدہ رہتے تھے کہ ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عثمان غنیؓ کو ایسے معاونوں کی ضرورت تھی جن پر وہ اعتماد کر سکتے جو باشعور بھی ہوتے اور جن سے بآسانی رجوع کیا جا سکتا"۔ حضرت عثمان غنیؓ کے معتمدین میں ابو سفیان' سعید بن عاص اور مروان بن حکم خاصے اہم تھے۔

Marfat.com

اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ کے ان مشیران میں سے صرف مروان بن حکم سب سے نوجوان تھے لیکن اس کے باوجود وہ شورشی یا باعث شر نہیں تھے' لیکن چونکہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے رشتہ داروں میں سے' اس لیے بدسگال لوگوں نے ان کے خلاف کئی طرح کی مراعات کو ہدف تنقید بنائے رکھا۔ لیکن ان کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ کے رشتہ دار گورنروں کے عہدوں پر فائز تھے' انھوں نے فتوحات میں نام پایا اور مسلمانوں کے لیے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک بہت بڑی اور صریح حقیقت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نہ تو اپنے کسی بیٹے کو کوئی عہدہ دیا اور نہ صحابہ اور ان کی اولادوں کو کہ جو اکثر عہدوں کی خواہش کیا کرتے تھے۔

رعایا پروری۔ خلیفتہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی تنخواہ کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا حالانکہ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک بار حضرت عمر فاروق سے کہا تھا "بیت المال سے کھائیے اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلائیے"۔ اس پر حضرت علی بن ابو طالب نے یہاں تک وضاحت کر دی تھی اور کہا تھا کہ "صبح شام کا کھانا آپ بیت المال سے لے سکتے ہیں"۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعزازی کام کرتے تھے "اور یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں کیونکہ وہ اتنے مالدار تھے کہ ان کو بیت المال سے ایک پائی تک لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی مالداری کی بعض مثالیں تو حیران کن ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر انھوں نے غالباً تالیف قلب کے لیے امیدوار خلافت زبیر بن عوام کو تین لاکھ روپے کا عطیہ دیا تھا۔ اور دوسرے موقع پر جب مدینہ قحط کی زد میں آیا تھا اور خوردو نوش کا سامان کمیاب تھا تو انھوں نے ہزاروں اونٹوں کا ایک کارواں جو ان کے روپے سے تجارت کا آٹا' روغن زیتون اور کشمش لے کر آیا تھا' غریبوں میں بٹوا دیا تھا"۔

حضرت عثمان غنیؓ اپنی فیاضی اور مروت کی وجہ سے قریش و انصار کے بہت لوگوں میں مقبول تھے۔ وہ اپنے عہد خلافت میں لوگوں کی ضروریات زندگی کا پوری طرح سے خیال رکھتے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے مرکزی خزانہ کی آمدنی میں خاصا اضافہ کر لیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے دور خلافت کا منادی اکثر ایسے اعلانات کیا کرتا تھا: لوگو! صبح جا کر اپنی تنخواہیں لے لو۔ وہ صبح کو جاتے اور ہر زمانہ سے زیادہ تنخواہ لے لیتے۔ کسی دن منادی یہ اعلان کرتا: لوگو! صبح جا کر اپنا راشن لے لو۔ وہ جاتے اور پورا پورا راشن لے لیتے۔ کسی دن منادی کی یہ صدا فضا میں گونجتی: لوگو! صبح جا کر کپڑے اور جوتے لے لو۔ کسی دن منادی کی یہ صدا فضا میں گونجتی' لوگو! صبح جا کر گھی اور شہد لے لو"۔ غرض یہ کہ روپے پیسے اور سامان خورد

Marfat.com

و نوش کی مدینہ میں خوب فراوانی اور بہتات تھی۔

واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ بے حد فیاض تھے۔ ان کی سخاوت بھی ضرب المثل بن چکی تھیں۔ لیکن مخالف گروہ ان کی فیاضی' نرمی او مروت کو جا بجا اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے رہتے تھے۔ یہ حضرت عثمان غنیؓ کی نرم مزاجی اور مروت ہی تھی کہ انھوں نے بڑے بڑے صحابہ کرام کی نقل و حرکت پر سے ساری پابندیاں اٹھالی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ جو انتظامی امور میں زیادہ سخت تھے۔ وہ اپنے عہد میں صحابہ کرام کی نقل و حرکت پر کڑی اور احتسابی نظر رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے بڑے بڑے صحابہ کو ایک طرح سے کام کاج سے مبرا رکھا ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے صحابہ کرام عوام الناس میں جا کر کسی طرح کام کریں کہ جس سے لوگوں میں شورش یا پھوٹ پیدا ہو۔ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیشتر صحابہ کرام کو مدینہ منورہ ہی میں رہنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ اس عمل کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ یہ سمجھتے تھے کہ اگر بڑے بڑے صحابہ کرام کو مدینہ منورہ سے باہر جانے دیا گیا تو اپنی حیثیت اور رتبے کے اعتبار سے کئی طرح سے فائدہ اٹھائیں گے اور لوگوں کے گروہ بھی ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔

عبداللہ بن سبا۔ لیکن بعد میں حضرت عثمان غنی نے اپنے دور خلافت میں اکابر قریش کو ہر جگہ چلے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس طرح متعدد صحابہ کرام اور بڑے بڑے قریشی سردار دوسرے ممالک میں بھی جا کر آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح بعض لوگ ان اکابرین کی طرف داری بھی کرنے لگے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے بڑے بڑے شہروں میں اپنی ذاتی جائیدادیں بھی بنانا شروع کر دی تھیں۔ پھر اسی دور میں عبداللہ بن سبا نے مسلمان ہو کر حضرت علی کی خلافت کی مہم چلانی شروع کر دی تھی۔ اس طرح مختلف شہروں میں حکومت کے خلاف شورشیں بھی ہونے لگی تھیں۔ لوگوں نے برملا باغیانہ خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ حضرت عثمان غنی دوسروں پر سخت رویہ ناپسند کرتے تھے اس لیے ان کی نرمی اور مروت سے دشمنوں میں گستاخی پیدا ہو گئی تھی۔ حاسد لوگ ان کے خلاف زبان کھولنے لگے تھے۔

بہر صورت یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ کے بطور خلیفہ انتخاب کے بعد مسلمانوں میں ایک طرح کی سیاسی پارٹی بازی کا رجحان ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ اس پارٹی بازی میں حضرت ابو ذر غفاری' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت مقداد بن عمرو خاصے معروف تھے اور ویسے بھی یہ حضرات حضرت علی بن ابو طالب کے حق میں تھے' اور انھیں کی خلافت کے داعی

Marfat.com

بھی تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں "اسلامی اقتدار عراق' شام اور مصر میں تو اچھی طرح قائم ہو گیا تھا' لیکن فارس کے صوبوں پر عربوں کے پیر اکھڑے سے تھے"۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آرمینیا اور آذر بائیجان کے پہاڑی علاقوں کے سرداروں نے اپنے آپ کو ایک طرح سے خود مختار ہی سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ اس ساری صورت حال سے حضرت عثمان غنیؓ بھی بخوبی واقف تھے۔ لہٰذا انھوں نے ان شورشوں کو فوری طور پر دبانے پر توجہ دی۔ اس کے ساتھ ہی اسی دور میں گورنر امیر معاویہ نے بحیرہ روم کے دو بڑے اور اہم جزیروں قبرص اور روڈس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی کے کمانڈروں نے شمالی افریقہ کے متعدد علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ آج کے لیبیا' تونس اور الجیریا انھی خطوں میں ہیں۔ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ اسی عہد میں مسلمانوں نے سپین پر بھی اپنا پہلا حملہ کر دیا تھا۔

اسکندریہ کی بغاوت۔ ۲۵ ہجری میں قیصر روم کی شہہ پر اسکندریہ میں ایک بہت بڑی بغاوت ہو گئی تھی۔ سکندریہ کو سلطنت مصر میں اپنی زرخیزی اور ہریالیوں کے حوالے سے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ قیصر روم نے باغیوں کی مدد کے لیے قسطنطنیہ سے ایک بحری بیڑہ بھی بھجوا دیا تھا۔ لیکن مسلمان سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص نے ان باغیوں کو شکست دے کر خاموش کرا دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے اسکندریہ کو رومیوں کی شورشوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر کئی اہم فوجی اہمیت کے کام بھی کیے تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں بحیرہ روم میں کسی مصلحت کے تحت بحری جنگوں کے حق میں نہیں تھے' لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد کی صورت حال دیکھ کر اور مسلمانوں کی بحری جنگوں میں دلچسپی کے باعث اس امر کی اجازت دے دی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ خود بھی سمندری جنگ اور جہاد کی فضیلت سے بخوبی واقف تھے۔ اسی پس منظر میں ایک حدیث ہے کہ "ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے' فرمایا کہ:

"میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے سمندر میں بحری جہاز پر سوار ہوں گے۔ یہ لوگ تخت نشین بادشاہوں کی مانند نظر آ رہے تھے"۔

اس پس منظر میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے امیر معاویہ کو مشروط طور پر یہ اجازت دے دی تھی سمندری جہاد اور جنگ میں شرکت کے لیے لوگوں پر جبر نہ کیا جائے لیکن جو شخص

Marfat.com

رضا مندی سے اس جہاد میں شریک ہونا چاہے' اسے شریک کیا جائے۔ لہٰذا اس طرح جلد ہی امیر معاویہ نے مسلمانوں کا ایک باقاعدہ بحری بیڑہ تیار کرایا۔ مجاہدین کو بحری جنگ کی تربیت دی اور اس کے بعد ایک خاص بحری جنگ حکمت عملی کے ساتھ بحیرہ روم میں شمالی افریقہ سے اوپر کی جانب جزیروں پر توجہ دی۔ اس کے بعد انھوں نے ایک زرخیز اور شاداب جزیرے قبرص پر کامیاب حملہ کیا۔ قبرص کے لوگوں نے تھوڑی سے مزاحمت کی لیکن پھر سات ہزار سالانہ خراج کی ادائیگی پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اس کے بعد سے تو مسلمانوں نے باقاعدہ طور پر بحری فوج پر بھی پوری توجہ دیے رکھی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد ایران اور فارس کے بعض علاقوں میں بھی بغاوتوں اور شورشوں نے سر اٹھایا تھا۔ اس طرح ۲۹ ہجری تک قریباً سارے عجمی خطوں میں بد امنی اور انتشار پھیل گیا تھا۔ فارس کی بغاوت کو دبانے کے لیے عبید اللہ بن معمر نے نہایت اہم خدمات انجام دیں لیکن وہ دشمن کے مقابلے میں شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن عامر جو بصرہ کا والی تھا' اس نے فارس میں ان شورشوں کو بزور شمشیر دبا لیا تھا۔ عبداللہ بن عامر بصرہ کے گورنر تھے اور رشتہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ انھوں نے فارس کے باغیوں کو دبانے میں مثالی کردار ادا کیا تھا۔

۳۰ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ سے اجازت حاصل کر کے ایرانی علاقے طبرستان پر فوج کشی کی تھی۔ اس مہم میں کئی صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ حضرت حسن بھی شامل ہوتے تھے۔ ان مسلمان مجاہدین نے اس فوج کشی میں پہلے جرجان پر قبضہ کیا اور پھر پورے طبرستان پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ جرجان کے لوگوں نے دو لاکھ درہم سالانہ رقم ادا کرنے کی شرط پر مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔

طرابلس کی فتح۔ طرابلس کی جانب یوں تو ایک فوجی مہم ۲۵ ہجری میں روانہ کر دی گئی تھی' لیکن پھر اس کے دو سال بعد دارالخلافہ سے حضرت عثمان غنی نے اس کی ملک کی طرف ایک تازہ کمک روانہ کر دی تھی۔ اس لشکر میں عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی شامل تھے۔ اس وقت طرابلس میں صبراتہ' اویا اور تبس کے شہر اور علاقے شامل تھے۔ اس دور میں طرابلس یونانی افریقہ کے شمالی ساحلوں کا ایک مشہور شہر تھا۔ بعض حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حملہ آوروں نے ۲۲ ہجری سے پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ پھر ۲۵ ہجری میں تو باقاعدہ طور پر مسلمان مجاہدین نے طرابلس کو اپنی فوجی مہمات میں شامل کر لیا تھا۔ نوجوان سپہ سالار عبداللہ بن ابی سرح نے تو عرصہ پہلے ادھر اپنی نگاہیں لگا رکھی تھیں۔ بہر

Marfat.com

ورت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے زیادہ بہادری اور شجاعت دکھائی- یہاں پر رومیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر نے تازہ دم حملہ کر کے طرابلس پر قبضہ کر لیا- یہاں پر انہوں نے پچیس ہزار سالانہ خراج مقرر کیا- اس کے بعد تو وہاں سے تیونس' مراکش اور الجزائر کے علاقے بھی رفتہ رفتہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے تھے- یوں شمالی افریقہ مسلمانوں کے سامنے تسخیر ہو گیا تھا-

اس کے بعد مسلمان مجاہدین نے بحیرہ روم میں مزید تسلط حاصل کرنے پر توجہ دی- اسی دور میں ۲۷ ہجری میں عبداللہ بن نافع نے سپین پر بھی حملہ کر دیا تھا- حضرت عثمان غنیؓ نے فوجوں کو بدستور آگے بڑھنے کا حکم دے دیا تھا- اس لیے مسلمانوں نے سپین کے علاقوں میں بھی کئی فتوحات حاصل کیں' لیکن اس کے بعد وقتی طور پر باقاعدہ مہم کشی روک دی گئی تھی- بہر صورت اس طرح حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں یورپ میں بھی مسلمانوں نے اپنے کارنامے دکھانا شروع کر دیئے تھے-

رومیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ- شام میں مسلمانوں نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ہی کے عہد سے متعدد فتوحات حاصل کر لی تھیں اور شمال میں بحیرہ روم میں بھی مسلمانوں کا تسلط بدستور بڑھتا چلا جا رہا تھا- اب رومیوں کا یہ خیال تھا کہ شاید مسلمان بحری جنگوں کے مشاق نہیں ہیں- لیکن رومیوں کے تیوروں کو دیکھتے ہوئے شام میں امیر معاویہ نے ایک اچھی خاصی مسلمانوں کی بحری فوج تیار کر لی تھی' اس نے ایک بحری جنگی بیڑہ بھی بنا لیا تھا- اسی اثناء میں ۳۱ ہجری میں قیصر روم نے اپنی تجربہ کار بحری فوج اور پانچ سو بحری جہازوں کے ساتھ سواحل شام پر ایک بھرپور حملہ کر دیا تھا- اس طرح مسلمانوں کا بحری بیڑا بھی حرکت میں آ گیا- مسلمان مجاہدین نے جہازوں کی کم تعداد کے باوجود اپنے تمام جہازوں کو باندھ کر ایک نئی اور متحدہ حکمت عملی اختیار کی' پھر یہیں پر عبداللہ بن ابی سرح بھی امیر معاویہ کے ساتھ آ کر مل گیا تھا- گویا پھر شام کے ساحلوں پر مسلمانوں نے نہ صرف اپنی بھرپور حفاظت اور مدافعت کی بلکہ دشمن کو بھاری نقصان بھی پہنچایا- اس بحری جنگ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اس سے پیشتر رومیوں نے کبھی اپنی فوجوں کا مظاہرہ نہیں کیا تھا- دوسری اہم بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح نے یہاں پر بہترین خدمات انجام دیں- اس طرح سے مسلمانوں نے بحیرہ روم میں رومیوں کے بحری طلسم کو توڑ کر رکھ دیا تھا' بلکہ مسلمانوں کی بحریہ کی اہمیت بھی کئی چند ہو گئی تھی-

فتح افریقہ کا خمس- بیان کیا جاتا ہے کہ امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح نے شمالی افریقہ اور

Marfat.com

بحیرہ روم کے علاقوں میں کئی پے بہ پے فتوحات حاصل کر لی تھیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح معتبر اور معزز صحابہ کرام میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی قابلیت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ بھی خدمات انجام دیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ان کی لیاقت اور کارکردگی دیکھ کر خود کئی عہدوں پر فائز کیا تھا۔ اتفاق سے عبداللہ بن ابی سرح رشتہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں پہلے وہ مصر کے گورنر کے عہدے پر فائز تھے۔ اس سے پیشتر وہ اسی صوبہ سے مالیات کی وصولی کے انچارج بھی تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ مالیات کی وصولی میں وہ کسی سے رو رعایت نہیں برتتے تھے' اس لیے وہ مرکز کو بھی قدرے زیادہ لگان بھجواتے تھے۔

۲۷ ہجری میں خلیفتہ المومنین "حضرت عثمان غنیؓ کی ترغیب پر گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے شمالی افریقہ (موجود تونس اور الجیریا) پر' جو بازنطینی حکومت کے ماتحت تھا فوج کشی کی"۔ اگرچہ اس مہم میں مدینہ سے ایک تازہ دم فوجی لشکر بھی آکر شامل ہو گیا تھا لیکن پھر بھی مسلمانوں نے بڑی دقت کے بعد فتح حاصل کی۔ اس جنگ میں حضرت عثمان غنیؓ کے داماد مروان بھی شامل تھے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن ابی سرح سے آغاز میں یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ افریقہ کی فتح کے سلسلے میں انھیں مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بطور انعام بھی دیا جائے گا۔ بہر صورت افریقہ کے ان علاقوں کی فتوحات میں سونا' چاندی' سامان اور مویشی بھی مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے تھے۔ یہ سب کچھ مرکز میں ہزاروں میل دور بھجوانا ایک مسئلہ تھا' اس لیے مرکز کے حصے کو مروان کے ہاتھ میں بیچ دیا گیا تھا۔ اور امیر البحر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اپنا انعام بھی اپنے پاس ہی روک لیا تھا۔ لیکن جب مخالفین نے حضرت عثمان غنیؓ کی اس فیاضی کو غلط معنی پہنانے شروع کیے تو انھوں نے عبداللہ بن ابی سرح سے انعام کی وہ رقم واپس حاصل کر لی گئی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے مخالفین نے عبداللہ ابی سرح اور مروان کے کردار کو خمس کے حوالے سے بہت اچھالا اور آپ پر اقربا پروری کا الزام عاید کیا۔ حالانکہ جو خمس مروان کے ہاتھ فروخت کیا گیا تھا' اس کی رقم بھی مرکز کو ہی بھجوا دی گئی تھی۔ بعض روایات میں خمس کی یہ رقم چند ہزار روپے بتائی جاتی ہے لیکن مخالفین نے زیب داستاں کے لیے اسے بڑھا چڑھا کر بتایا ہے۔

دیگر فتوحات۔ سلطنت ایران کے بیشتر علاقوں کو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں فتح کر لیا گیا تھا' لیکن پھر حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد ایرانی علاقوں میں لوگوں نے بغاوتوں کا

Marfat.com

سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ لیکن اس سے پیشتر جن علاقوں کے حکمرانوں نے حضرت عمر کے عہد میں معاہدے کیے تھے' انھوں نے بھی کئی طرح سے حیل حجت سے کام لینا اپنا وتیرہ بنا لیا تھا۔ طبرستان کے لوگوں نے عہد فاروقی میں جو معاہدہ صلح مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا' انھوں نے اسے توڑ کر بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ لہٰذا ۳۰ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ کی اجازت سے سعید بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ سعید بن العاص بھی حضرت عثمان غنی کے رشتہ دار تھے۔

بحیرہ خزر کے نواح میں طبرستان کو خاصی اہمیت حاصل تھی' اس لیے حضرت عثمان غنی نے سعید بن عاص کے ہمراہ امام حسن' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمرو غیرہ کو بھی بھیج دیا تھا۔ فوج میں نوجوان مجاہدین کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ اس فوج کشی میں اسلامی فوج میں نوجوان مجاہدین کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ اس فوج کشی میں اسلامی فوج پہلے جرجان پہنچی اور پھر یہاں پر اس فوج نے دو سمتوں سے فوج کشی کی' ایک سمت سے عبداللہ بن عامر نے حملہ کیا اور دوسری طرف سے سعید بن العاص نے یلغار کر دی تھی۔ چونکہ اسلامی لشکر میں عبداللہ بن عمرو بن العاص' امام حسن اور امام حسین کے علاوہ عبداللہ بن زبیر بھی جنگ میں شامل تھے' اس لیے مسلمانوں نے یہاں پر بڑی تیزی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ یہاں پر سب سے پہلے جرجان کے لوگوں نے دو لاکھ درہم سالانہ پر صلح کر لی تھی۔ جرجان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان مجاہدین خراساں اور طبرستان پر بھی قابض ہو گئے تھے۔

اسی اثناء میں خلیفۃ المومنین نے سعید بن العاص کو کوفہ کا والی بھی مقرر کر دیا تھا' اس کے بعد عبداللہ بن عامر نے اپنی فوج کشی کو جاری رکھا اور ہرات' کابل' بجستان اور نیشاپور کو بھی فتح کر لیا۔ نیشاپور کے لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت صلح کر لی۔ اس کے بعد عبداللہ بن عامر بجستان میں بغاوت کو فرو کر کے خراسان پہنچا۔ وہاں سے کرمان پر بھی قبضہ کیا گیا۔

بہر صورت حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں بحیرہ روم میں متعدد فتوحات حاصل کیں' باغیوں اور شورشیوں کا خاتمہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ متعدد ان علاقوں کو بھی از سر نو زیر تسلط کیا کہ جن پر مقامی لوگوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد بغاوتیں کر دی تھیں۔ اس طرح ایک طرف تو انھوں نے اسلامی سلطنت میں وسعت کی اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے استحکام سلطنت کے لیے بھی کام کیا۔ حضرت عثمان غنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں نے بحیرہ روم میں بڑی بڑی دو ٹوک فتوحات بھی حاصل کیں اور پھر یورپ کے علاقوں پر جا کر دستک دے دی۔ وسطی ایشیا کی ریاستوں میں آرمینیا کو فتح کر کے سلطنت اسلامی میں شامل کیا۔ اس

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ کئی ایک رومی علاقوں اور ایرانی علاقوں کو بھی فتح کیا۔ ۳۴ میں طرابلس والوں نے ایک چھوٹی سی بغاوت کر دی تھی' لیکن اسے بھی دبا لیا گیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں انھیں متعدد بغاوتوں کو فرو کرنا پڑا۔ مصر' وسطی ایشیا اور ایران کے متعدد علاقوں میں اگرچہ بغاوتوں نے سر اٹھایا لیا تھا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے بڑی ذہانت' بردباری' ہوشیاری اور مصلحت انگیز کے تحت ان تمام بغاوتوں کو فرو کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑا بحری بیڑا بنانے کا احساس دلا دیا تھا' اس طرح عربوں کو اپنے گرد و نواح کے سمندروں میں بھی برتری حاصل ہونے لگی تھی۔

Marfat.com

باب نمبر ۷

اعتراضات اور انقلاب

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی بارہ سالہ خلافت کے ابتدائی چھ سال عین امن و سکون میں گزرے تھے۔ وسیع و عریض علاقوں میں فتوحات ہوئیں۔ ملکی وسائل اور محصولات کی آمدنی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ زراعت اور صنعت و حرفت میں بھی خاصا اضافہ ہوا اور اس کے ثمرات سے پوری اسلامی دنیا فیض یاب ہونے لگی تھی۔ لیکن پھر آخری چھ برسوں میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ اس فتنہ و فساد کی بے شمار وجوہات تھیں لیکن اس کے اثرات سے قومی وحدت کا شیرازہ بکھرنے لگا تھا۔

فتنوں کا زمانہ۔ حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا کہ "وہ دن قریب ہیں کہ ایک مسلمان کا بہترین مال بکریوں کو سمجھا جائے گا کہ جنھیں لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ جائے' اور سبزہ زاروں کو ڈھونڈتا پھرے تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھ سکے"۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت اسامہ بن زید سے ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی پر چڑھے پھر فرمایا: کیا تمھیں بھی دکھائی دے رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے نظر آرہا ہے کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح سے برس رہے ہیں جیسے مینہ برستا ہے"۔

"انھی فتنوں اور انتشار کے حوالے سے حضرت سعید ابن المسیب سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ پہلے فتنہ یعنی قتل عثمان کے بعد وہ صحابی جو بدر میں شریک ہوئے تھے' چلتے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوسرے فتنہ یعنی حرۃ کے واقعہ تک سب چل بسے۔ پھر دوسرا فتنہ واقعہ حرۃ ہوا تو وہ صحابی جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے' دنیا سے چل بسے اور تیسرے فتنہ تک سب ختم ہو گئے۔ پھر تیسرا فتنہ ہوا تو اچھے لوگوں میں کچھ دم ہی باقی نہ رہا"۔

مزید حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایک فتنہ ظاہر ہو گا جو تمام عرب کو ہلا دے گا۔ اس میں قتل کیے ہوئے لوگ دوزخ میں

Marfat.com

جائیں گے۔ زبان کا اثر اس میں تلوار لگنے سے زیادہ تکلیف دہ ہو گا"۔

پھر اسی فتنہ و فساد کے پس منظر میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عنقریب ایک آفت آنے والی ہے جس سے انھیں بڑا نقصان پہنچے گا۔ کامیاب ہوا وہ جو اپنا ہاتھ روکے رہا"۔

امت میں دنگا فساد کی اس طرح سے پیش گوئی ملتی ہے کہ بقول حضرت ابو ہریرہ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' دنیا ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر زمانہ نہ آجائے کہ جس میں قاتل کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں کس جرم میں قتل کر رہا ہوں' اور مقتول کو یہ نہ معلوم ہو کہ میں کیوں قتل کیا جا رہا ہوں۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو گا؟۔ فرمایا فتنہ و فساد کے اندر۔ قاتل اور مقتول دونوں ہوں گے"۔

معاشرے میں صلاح اور فساد کے حوالے سے دو ٹوک الفاظ میں حدیث ہے کہ "اس امت کی بہتری کی سب سے پہلی علامت یقین اور زہد ہے اور اس کے فساد کی پہلی نشانی بخل اور آرزوئیں ہیں"۔ (اس حدیث کو حضرت عمرو بن شعیبؓ نے بیان کیا ہے)

احادیث نبوی کی ان پیش گوئیوں اور دانائیوں نے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنا عملی رنگ دکھانا شروع کیا تو اس کے بعد پوری ملت واحد فتنہ و فساد اور انتشار و افتراق کا شکار ہو کر رہ گئی۔ اس فتنہ و فساد کا پس منظر کوئی فوری اور عاملہ رد عمل نہیں تھا بلکہ اس کا آغاز تو حضرت عثمان غنی کے بطور خلیفہ انتخاب کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔

صوبائی گورنر۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جو بڑی بڑی فوجی کامیابیاں ہوئیں وہ حضرت عثمان غنیؓ کے پانچ گورنروں ہی نے حاصل کی تھیں۔ اور اتفاق سے یہ پانچوں گورنر عبداللہ بن عامر' ولید بن عتبہ' سعید بن عاص' امیر معاویہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ لیکن اس کے باوجود مخالف گروہوں کو یہ پسند نہیں تھا کہ بڑے بڑے صوبوں یعنی بصرہ' کوفہ' شام' اور مصر وغیرہ کے گورنر خلیفہ کے ذاتی رشتہ دار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی بعض قبائل اور اہل قریش کے سرکردہ افراد نے یہاں تک مطالبہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ چونکہ ترویج دین اور فروغ اسلام میں ان لوگوں کی بھی بجا طور پر ایثار اور قربانیاں مسلمہ ہیں' اس لیے انھیں بھی نظام سلطنت اسلامیہ میں مناصب اور عہدے دیئے جائیں اور انھیں وظائف بھی پہنچائے جائیں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ چونکہ خود ذاتی حیثیت سے بھی بڑے متمول' مالدار اور آسودہ حال خلیفہ تھے' اس لیے وہ لوگوں کو اکثر اوقات مالی فوائد سے بھی بہرہ یاب رکھتے تھے۔

حضرت عثمان غنی کی ذاتی ملکیت جو انھوں نے اپنی شہادت کے بعد چھوڑی اس سلسلے میں

Marfat.com

بتایا جاتا ہے کہ وہ "بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے اور بقول بعض ایک کروڑ ساتھ لاکھ روپے۔ یا دس لاکھ روپے۔ اور بقول مسعودی پانچ لاکھ روپے۔ کی جائیداد جو انھوں نے زندگی ہی میں عزیز و اقارب میں بانٹ دی تھی۔ ایک ہزار اونٹ اور ایک حویلی" بھی آپ کی جائیداد میں شامل تھی۔ اور یہ حویلی بھی اصل میں ایک عالی شان کوٹھی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی بطور خلیفہ یہ جائیداد بہت بڑی تھی۔ اس پر متعدد لوگوں کو شدید اعتراض تھا۔

حضرت ابوذر غفاری۔ ان معترضین میں حضرت ابوذر غفاری سب سے زیادہ شدید تھے۔ حضرت ابوذر غفاری تو ان چند حضرات میں سے تھے کہ جنھوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے بطور خلیفہ انتخاب کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو حضرت علی ابن ابو طالب کو خلیفہ بنانے کے خواہاں تھے۔ بعض حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی خود بھی کئی بار حضرت ابوذر غفاری کی ہم نشینی کو پسند کرتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری نے بدستور حضرت عثمان غنی کی خلافت کی مخالفت جاری رکھی' اس پر ایک بار خلیفہ المومنین نے انھیں مدینہ میں بلا کر یہاں تک بھی سمجھایا تھا کہ ان کی کارروائیوں سے لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ بھی روایت ملتی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت ابو ذرغفاری کو مدینہ منورہ سے پہلے شام بھجوا دیا گیا اور پھر مدینہ کے قریب ہی ایک مضافاتی گاؤں میں بھیج دیا تھا۔

روایات میں اس طرح بھی موجود ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے بارے میں حضرت ابوذر بخاری کا رد عمل قدرے مختلف تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت عثمان غنی نے کئی مفتوحہ صوبوں میں بے شمار حقدار مسلمانوں کو آباد کر کے کئی افراد کو زمینیں اور قطعات بھی تفویض کر دیئے تھے۔ حضرت عثمان غنی کے اس عمل پر ان کے بعض معتمد ساتھیوں کو بھی تعرض ہوا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری اس سلسلے میں سب سے زیادہ جذباتی ہو گئے تھے۔ لیکن بعض حوالوں سے یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری کا یہ رد عمل حضرت عثمان کی بالخصوص معاشی اور اراضی زمینوں کے بارے میں پالیسیوں کے خلاف ابھرا تھا۔ اس میں حضرت علی کی خلافت کی حمایت کا شائبہ نہیں تھا۔

روایات میں موجود ہے کہ حضرت ابوذر غفاری' خلافت راشدہ کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب پر بھی بگڑ گئے تھے۔ اور پھر حضرت عثمان غنی کے انتخاب کے تو وہ یکسر خلاف تھے' وہ حضرت علی بن ابوطالب کے حامی تھے بلکہ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی کی جماعت بن ابو طالب کے حامی تھے بلکہ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی کی جماعت کے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ حضرت عثمان غنیؓ اور ان

Marfat.com

کی حکومت پر برملا تنقید کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری کو ان کی تنقید سے باز رکھنے اور عوام الناس کو کسی طرح کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کی خاطر حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں مدینہ منورہ سے نکال کر شام میں بھجوا دیا تھا۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری نے یہاں پر بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور شام کے گورنر امیر معاویہ کی چند ایک مالی پالیسیوں پر نکتہ چینی کی۔ لہٰذا انھیں شام سے دوبارہ مدینہ منورہ میں بلوا لیا گیا تھا۔ اس ساری صورت حال میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنی کی صلہ رحمی اور موانست و مروت کا اس سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ انھوں نے اس ضمن میں امیر معاویہ کو جو خط لکھا وہ یوں ہے کہ: "ابوذر کو میرے پاس بھیج دو' ان کے ساتھ زاد راہ اور رہبر بھی کر دو۔ نیز لطف و محبت سے پیش آؤ' جہاں تک ہو سکے نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے ماتحتوں کو کرنے دو"۔

حضرت ابوذر غفاری حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جید صحابی اور ترقی پسندانہ سوچ کے حامل تھے۔ وہ حضرت علی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ لوگوں کی دولت اور مال و زر کے بارے میں ان کے اپنے ترقی پسندانہ اور بڑے دو ٹوک افکار و خیالات تھے۔ اس پس منظر میں وہ متعدد منصب داروں اور عمال حکومت سے نالاں رہتے تھے۔ وہ اپنی اکثر تقاریر میں فرمایا کرتے تھے کہ: "جو لوگ روپیہ جمع کرتے ہیں اور اسلام کی ترقی کے لیے خرچ نہیں کرتے' ان کی پیشانی' پہلو اور پیٹھ کو آگ سے داغا جائے گا"۔

اگرچہ بعض حوالوں اور روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری کے یہ شدید نظریات ان کے ایک طرح کے ردعمل کا نتیجہ تھے کیونکہ انھوں نے چند ایک بار حکومتی مناصب بھی حاصل کرنے کی آرزو کی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت علی کے ساتھ ابوذر غفاری کی پرانی رفاقت تھی اور اس لیے ان کی یہ بھرپور خواہش تھی کہ وہ خلیفہ بن کر انھیں کوئی منصب دے دیں۔ بہر صورت حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں اس طرح کے خیالات بھی محل نظر ہیں۔ دراصل دکھائی یوں دیتا ہے کہ بدسگال اور نادان لوگوں نے جہاں حضرت عثمان غنی کی شخصیت اور کردار کو مسخ کیا وہاں دیگر صحابہ کرام کی بھی کردار کشی کی۔

ابن سبا کی کار روائیاں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اقتصادی خوشحالی نے معاشرے میں آسائش اور تساہل کو پیدا کیا کہ جن کی بنا پر مذہبی معاملات میں بھی لچک کے رجحانات زور پکڑنے لگے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑا طبقہ حضرت علی بن ابو طالب کی خلافت کے حامیوں کا بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اس طبقہ میں جو بڑے بڑے علماء اور دینی رہنما تھے' لوگ ان کے خیالات کو بہر حال وزن دینے لگے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نو مسلم ابن سبا کی شرارتیں اور

Marfat.com

کارروائیاں بھی اپنا بجا طور پر رنگ دکھانے لگی تھیں۔ عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا' اس نے مختلف شہروں میں اپنی تقریروں اور دیگر منفی سرگرمیوں کے باعث مسلمانوں میں فتنہ و فساد کو ہوا دے رکھی تھی۔ اس نے اپنی منظم تحریک کے تحت لوگوں کو حضرت عثمان اور ان کی حکومت کے خلاف اکسانا اور بھڑکانہ اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابن سبا نے حضرت علی کی خلافت کے لیے بھی لوگوں کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

۲۹ ہجری میں حضرت عثمان غنی نے بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامرؓ کو ہدایت کی تھی کہ وہ سندھ کے حالات و واقعات اور وسائل کا جائزہ لینے کا بھی اہتمام کرے۔ لہٰذا انھوں نے حکیم بن جبلہ کو ایک وفد کا سربراہ بنا کر مکران کی جانب روانہ کیا تھا۔ حکیم نے اس حوالے سے ایک رپورٹ پیش کی تھی جس میں مکران سندھ کے حالات ناموافق بتائے گئے تھے۔ لہٰذا حضرت عمر فاروقؓ کی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں مکران اور سندھ کی طرف کوئی فوج نہیں بھیجی تھی۔

لیکن حالات نے ثابت کر دکھایا کہ حکیم بن جبلہ بصرہ کے ایک قبیلہ کا سردار تھا' اس نے بھی اب حضرت عثمان کی حکومت کی مخالفت شروع کر دی تھی' یہی نہیں بلکہ وہ ابن سبا کا ہم نوا بن گیا تھا' اور اس پر مستزاد انھوں نے اپنی شورشی سرگرمیوں سے ایک طرح کہرام مچا کر رکھا دیا تھا۔ ابن سبا نے اپنے تخریبی مشوروں سے حکیم بن جبلہ کو بھی اپنے سحر میں گرفتار کر لیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ حکیم نے بعض علاقوں کے لوگوں میں ایک طرح کی لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا' لہٰذا عوام کی شکایات پر حضرت عثمان غنی نے حکیم بن جبلہ کو بصرہ ہی میں زیر حراست رکھنے کا حکم دے دیا تھا۔

شورشی تحریک۔ اس کے بعد ابن سبا نے بھی حضرت علیؓ کے حامیوں کے دل جیتنے کے لیے حضرت علی بن ابو طالب کی خلافت کا دعویٰ کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ابن سبا نے تو یہاں تک منصوبہ بنا رکھا تھا کہ حضرت عثمان غنی کی خلاف کو جلد از جلد ختم کر کے حضرت علی کو مسلمانوں کا خلیفہ بنا دیا جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ ابن سبا کے نظریات بھی رفعت پسندانہ تھے۔ یہ ایک نو مسلم یہودی تھا۔ وہ عربی افق پر ایک ابر سیاہ کی طرح اٹھا۔ "یہ رجعت کا قائل تھا' یعنی اس بات کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' پیغمبر مسیح کی طرح آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور ایک مقررہ مدت کے بعد لوٹ کر آئیں گے۔ ان کی عدم موجودگی میں علی حیدرؓ ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ اہل تھے۔ لیکن ابوبکر صدیق' عمر فاروق اور عثمان غنیؓ نے خلافت غصب کر لی۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر علی حیدرؓ کو خلیفہ بنانے کی کوشش

Marfat.com

کرے"۔

اپنی اس تحریک کے لیے "ابن سبا بڑے بڑے شہروں کا دورہ کرتا اور وہاں حکومت کی بیخ کنی کے لیے خفیہ کارکن مقرر کرتا اور خط و کتابت نیز سفیروں کے ذریعے پھوٹ اور انقلاب کے کاموں میں ان کی رہنمائی کرتا"۔ اس کے ساتھ ساتھ کوفہ میں تو بالخصوص ایک ایسا طبقہ ابھر آیا تھا کہ جس کے ہاتھ میں عوام کی مذہبی اور ذہنی قیادت تھی۔ اس طبقہ میں حضرت عثمان کے مخالف گروہ نے گورنر کوفہ سعید بن عاص کو بھی مجبور کرنا شروع کر دیا تھا' اس طرح اب گورنر نے تو مجلس کرنا بھی بند کر دی تھی' لیکن اس مجبوری اور صورت احوال کی نزاکت کے باوجود حضرت عثمان غنی خلیفتہ المومنین نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی قدم ایسا نہ اٹھایا جائے کہ جس کے فضا خراب ہو اور امن امان تباہ ہونے کا اندیشہ ہو۔

گورنروں سے مشورہ۔ خلیفتہ المومنین کی جانب سے بے جا نرمی کے باعث ابن سبا کی منفی تحریک بہر صورت زور پکڑتی چلی گئی' اس طرح حضرت عثمان بن عفان کی خلافت کے خلاف لوگوں کی تعداد بدستور بڑھتی چلی گئی۔ ان احوال و واقعات سے نمٹنے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۴ ہجری میں تمام صوبائی گورنروں کو مدینہ میں بلا کر صلاح مشورہ کیا۔ کافی غور و خوض کے کے بعد طے پایا گیا کہ:۔

(۱) "جہاں تک ہو سکے عربوں کو وطن سے دور فوج کشی اور فتوحات میں مشغول رکھا جائے تاکہ خوشحالی کے ساتھ فرصت کا خطرناک جوڑا ان کو باغیانہ سرگرمیوں کی طرف مائل نہ کر سکے۔

(۲)۔ باغی اور شری عناصر کی تنخواہیں بند کر دی جائیں"۔

لہٰذا ان امور کے حوالے سے جب حضرت عثمان غنیؓ نے عملی اقدام اٹھائے تو عوام اور خواص میں ایک طرح کی بے چینی پھیل گئی۔ اس سے پیشتر ابن سبا کی سرگرمیوں کے باعث مصر کے لوگوں میں تو زیادہ بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت تک محمد بن ابی بکر' محمد بن ابی حذیفہ اور عمار بن یاسر بھی حکومت کی پالیسیوں سے نالاں ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض احباب تو جنگوں کے دوران میں بھی حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے تھے۔ بلکہ ۳۴ ہجری میں ہونے والی بڑی بحری جنگ میں بھی ان احباب کی کارروائیاں حکومت کے خلاف تھیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ انھوں نے اپنے بعض رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے۔ اس ذیل میں حضرت عثمان غنیؓ خلیفتہ المومنین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور پہلے دو خلفاء کے زمانے کے چند ایک

Marfat.com

ثبوت پیش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ یہ دلیل بھی پیش کرتے تھے کہ ان کے اکثر رشتہ دار لائق، کار گزار اور زیادہ مستعد ہیں۔ بڑے صحابہ کے تعاون سے محروم ہونے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اپنے وفادار اور ہم خیال افراد کو دیگر عہدوں پر متعین کریں۔ بتایا جاتا ہے اس سارے پس منظر میں حضرت علی بن ابی طالب بھی اکثر خلیفۃ المومنین کی پالیسیوں کو ناقدانہ نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

اسی دور میں لوگوں نے حضرت عثمان غنیؓ پر یہ الزام بھی عاید کرنا شروع کر دیا تھا کہ انھوں نے صرف اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر متعدد صحابہ کرام کو جلا وطن کر رکھا تھا۔ اصل صورت حال یہ نہیں تھی بلکہ حضرت عثمان غنیؓ نے صرف انھی صحابہ کرام کے خلاف یہ کارروائی کی تھی کہ جو کسی حوالے سے مناصب حاصل کرنے کے خواہاں تھے اور ان کی صحابیانہ حیثیت لوگوں کے جذبات کو حکومت کے خلاف بھڑکا سکتی تھی۔ ان صحابہ کرام میں چند ایک ایسے صحابہ کرام بھی تھے کہ جو خلیفہ کے چناؤ کے حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ کے بجائے حضرت علیؓ کے حامی اور اہل بیت کے خواہاں تھے۔ اس لیے ان اصحاب کا یہ معمول بن گیا تھا کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کی پالیسیوں اور حکومت پر مستقل تنقید کرتے رہتے تھے۔

حضرت علی کا کردار۔ حالانکہ صحیح روایات کی روشنی میں یہ بصراحت موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی کو بطور خلیفہ، جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تسلیم کر کے بیعت کی تو اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ دوسرے نمبر پر جس شخص نے حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کی وہ حضرت علی ہی تھے، اور ان کے بعد خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ جتنا بھی عرصہ منصبِ خلافت پر متمکن رہے۔ ”حضرت علیؓ نے اس سلسلے میں کبھی کوئی انقباض ظاہر نہ کیا۔ بلکہ حضرت علی تو حضرت عثمان غنیؓ کے ممد و معاون رہے اور کمال تابعداری کا ثبوت دیا“۔ عملی طور پر یہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان غنیؓ آپس میں بہتر حسن رفاقت کے ساتھ رہتے ہیں۔ بعض حوالوں میں یہاں تک بھی ملتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اپنے ارشادات و خطبات میں حضرت عثمان غنیؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ مومن، صالح، متقی اور محسن ہیں۔ وہ ذوالنورین ہیں۔ وہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظمؓ کے بعد تیسرے درجہ پر ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کی رائے اور خیالات تو اس طرح کے تھے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ خیرات و حسنات میں سبقت کرنے والے فیاض ہیں۔ وہ صلہ رحمی کرنے والے، زیادہ حیادار اور پاکیزہ ہیں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے دشمنوں اور حضرت علیؓ کی خلافت کے داعیوں

Marfat.com

نے حالات و واقعات کو اور ہی رنگ دینا شروع کر دیا تھا۔

اعتراضات؟۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف ان کے دشمنوں نے بہت سی باتیں پھیلا رکھی تھیں۔ ان میں افریقہ کی فتوحات میں سے پانچواں حصہ مروان کو دینا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبیداللہ کو تین افراد کے قتل کی' لوگوں کی خواہش کے مطابق سزا نہ دینا۔ اپنی ذاتی رہائش کے لیے ایک عالیشان مسکن بنوانا۔ اسی طرح مسجد نبوی کو توسیع سے ہمکنار کر کے بدعت کا مرتکب ہونا۔ اسی طرح اپنے لیے حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلے میں زیادہ پر آسائش اور تعیش بھری زندگی قبول کرنا وغیرہ اہم ہیں۔ دیگر اعتراضات جو حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف پھیلائے گئے ان کا خلاصہ یوں ہے کہ:۔

(۱) ۔ ان پر یہ اعتراض تھا کہ انھوں نے اپنے چچا حکم بن عاص کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی تھی حالانکہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطن کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ حاکم وقت اپنی صوابدید پر خطا کاروں کی خطا معاف کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت عثمان غنیؓ نے حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی تھی۔

(۲) ۔ ایک بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کئی ممتاز صحابہ کرام کو ان کے عہدوں سے معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ اس سلسلے میں حضرت عثمان غنیؓ نے کسی پر کسی طرح کی بے جا زیادتی نہیں کی تھی۔ جن صحابہ کرام کو انھوں نے ان کی مناصب سے معزول کیا ان کے بارے میں تو عوام الناس کو شکایات تھیں' یا ان کی کارکردگی تسلی بخش نہیں تھی۔ ان معزول کیے جانے والوں میں بعض افراد تو حضرت عثمان غنیؓ کی مروت اور نرم خوئی سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے تھے۔

(۳) ۔ حضرت عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ بھی عاید کیا گیا تھا کہ انھوں نے اپنے بعض رشتہ داروں کو سرکاری خزانے میں سے بھاری رقومات جاری کی تھیں۔ حالانکہ اس ضمن میں بھی تاریخی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان غنی نے اگر اپنے کسی رشتہ دار کو کوئی رقم دی تھی تو وہ اپنے ذاتی مال اور دولت میں سے دی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اس عمل کو بدسگال افراد نے خلیفہ کے خلاف خوب خوب اچھالا اور اس حوالے سے لوگوں میں بے جا طور پر غلط فہمیاں پیدا کیں۔

(۴) ۔ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے جناب حارث بن حکم کو مدینہ بازار کا محتسب مقرر کیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا فرض یہ تھا کہ بازار کے باٹوں' پیمانوں اور سکوں وغیرہ کی نگرانی کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس محتسب نے بازار کے صرافوں کو مجبور کر کے سونا

Marfat.com

خود خریدنے کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔ اس واقعہ کی جب حضرت عثمان غنی کو اطلاع ملی تو انھوں نے حارث بن حکم کو بہت پھٹکارا اور انہیں اس عہدے سے بھی معزول کر دیا۔

(۵) ۔ حضرت عثمان غنیؓ پر ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ انھوں نے لوگوں کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر نوازا ہے۔ حالانکہ مستحق افراد کو زرعی زمینیں اور جاگیریں دینا کوئی نیا عمل نہیں تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی متعدد لوگوں کو جاگیریں دے رکھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو لوگوں کو سب سے زیادہ جاگیریں عطا کی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے اکثر صحابہ کرام کو تو حضرت عمر فاروقؓ ہی نے جاگیریں دی تھیں۔ لیکن دشمنوں نے اس سارے عمل کو حضرت عثمان غنیؓ کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔

(۶) ۔ ایک اعتراض حضرت عثمان غنیؓ پر یہ بھی اچھالا گیا کہ انھوں نے متعدد صحابہ کرام کو جلا وطن کر دیا تھا۔ اس اعتراض کے جواب میں یہ بتایا جاتا ہے کہ بالخصوص حضرت ابوذر غفاری اور اشتر نخعی کو انھوں نے جلا وطن کر رکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کے وجود سے خلافت کے مخالف لوگوں کو بڑا سہارا ملتا تھا' دشمن ان حضرات کی پناہ میں حکومت پر بے جا تنقید کرتے تھے' اس لیے ان حضرات کو علیحدگی میں رکھنا ایک مجبوری بن گیا تھا۔ ویسے بھی یہ کوئی نیا عمل نہیں تھا' کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے تو اکثر صحابہ کرام کو مرکز ہی میں رہنے پر مجبور کر رکھا تھا اور ان کے وظائف جاری کر کے انھیں ایک طرح کی فعال عملی اور عوامی زندگی میں کردار ادا کرنے سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے تو بیشتر صحابہ کرام کو مدینہ منورہ سے باہر بھی جانے اور دوسرے صوبوں میں جا کر آباد ہونے کی آزادی بھی دے رکھی تھی۔ اس آزادی سے فائدہ اٹھا کر متعدد صحابہ کرام اور اشراف قریش پوری اسلامی دنیا میں پھیلتے چلے گئے تھے۔

(۷) ۔ عمار بن یاسر کے معاملے کو بھی دشمنوں نے بڑی ہوا دے رکھی تھی' اور یہاں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کے ساتھ درشت اور سخت رویہ اختیار کیا اور اپنی موجودگی میں دوسرے افراد سے پٹوایا یا خود بھی پیٹا اور مارا۔ اس واقعے کی تہہ میں بھی کچھ نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عمار بن یاسر ہمیشہ حضرت عثمان کے خلاف ہی بولتے تھے' انھوں نے تو حضرت عثمان غنیؓ کو قتل تک کر دینے کی دھمکی دے رکھی تھی۔ اصل واقعات میں تو اس کے بعد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ عثمان غنیؓ نے جناب عمار بن یاسر کو ایک جاگیر بھی دے رکھی تھی۔ اور پھر حضرت عثمان غنی جو خود بھی بڑے نرم خو' رحم دل اور منکسر المزاج تھے'

Marfat.com

اس طرح کی مار پیٹ کا عمل ان سے سرزد ہونا بعید از قیاس ہے۔

(۸) ۔ خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ پر اسی نوعیت کا ایک اور اعتراض عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے بھی کیا جاتا تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ عبداللہ بن مسعود پر خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی بڑی نوازشات اور عنایات تھیں، لیکن انھوں نے اپنے معلم قرآن ہونے کے فرائض میں بھی کوتاہی برتنا شروع کر دی تھی اور یہی نہیں بلکہ حضرت عثمان غنیؓ کی جانب سے متعارف کرائے ہوئے قرآن مجید کے بجائے متروک قرآن کے نسخے کو ترجیح دے رکھی تھی۔ لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے اس شخص کو حقیقت حال باور کرانے کی خاطر مسجد سے نکلوا دیا تھا۔

(۹) ۔ بعض معترضین نے حضرت عثمان غنیؓ پر یہ الزام بھی لگایا تھا کہ انھوں نے تجمیع قرآن مجید کے حوالے سے قرآن حکیم کے کئی دیگر نسخے تلف کروا دیئے ہیں۔ حالانکہ خلیفہ کا یہ اقدام تحفظ قرآن اور ایک ہی نسخہ رائج کرنے کے باعث تھا۔ بلکہ تحفظ قرآن مجید کی خاطر پورے عالم اسلام میں قرآن مجید کے مستند نسخے کو رائج کرنے کے حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ کی ان خدمات کو ہمیشہ بنظر استحسان ہی دیکھا جاتا رہا ہے اور دیکھا جاتا رہے گا۔

الزامات کے درمیان۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ پر دشمنوں اور مرکز کو نقصان پہنچانے والوں کی جانب سے اعتراضات کے حوالے سے اگرچہ اسلامی دنیا میں بے شمار غلط فہمیاں اور ظنی روایات موجود ہیں، لیکن ان سب کے باوجود بھی حضرت عثمان غنیؓ جیسے زیرک، ہمدرد، غنی، بامروت، فیاض، صلہ رحمی کرنے والے، باحیا اور پاکیزہ خیال خلیفۃ المومنین کی نسبت اس طرح کے اعتراضات کے پس پردہ ضرور منافقانہ سازشوں اور بدسگال شورشوں کا خفیہ کردار کار فرما ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو جسے اللہ تعالیٰ نے بے شمار دنیاوی نعمتوں سے بھی نواز رکھا تھا، ان پر بھی مال و دولت کے حوالے سے الزامات عاید کر کے مسلمانوں میں مشاجرت پیدا کرنا یہودیوں اور منافقین کی بہت بڑی سازش دکھائی دیتی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف جو اعتراضات اگر اٹھائے جاتے تھے تو ان سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ ہر حال میں صرف اپنے اقتدار ہی کے خواہش مند تھے، اس مقصد کے لیے انھوں نے بڑے بڑے صحابہ کرام اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی زیادتیاں کیں۔ حالانکہ صورت یہ ہرگز نہیں تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کا کردار و عمل کسی بھی وقت اور کسی بھی حوالے سے اس طرح کا نہیں ہو سکتا کہ جس طرح کا بیان کیا جاتا ہے۔

رحماء بینہم۔ قرآن مجید خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص انداز و اسلوب میں یوں تخاطب کرتا ہے کہ:۔

Marfat.com

"محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت مگر آپس میں رحم دل ہیں۔ تم ان لوگوں کو اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں رکوع و سجود میں سرگرم پاؤ گے۔ ان کا امتیاز ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات سے ہے۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں مرقوم ہیں' اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں"۔

قرآن مجید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے جو اوصاف بتاتا ہے' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ان اوصاف سے کما حقہ' متصف تھے' وہ آپس میں رحم دل تھے۔ ایک دوسرے سے انھیں موانست تھی۔ وہ ایک دوسرے کے معاون اور مدد گار تھے۔ ان کی باہمی رحم دلی مثالی تھی۔ رحما بینھم کے حوالے سے وہ ایک دوسرے کے لیے باعث رحمت و راحت تھے۔ ان کی مثال ایک جسم کی سی تھی۔ ان میں باہمی اتفاق اور اتحاد تھا۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ عملی دشمنی کے بارے میں انھیں نہ تو گمراہ کیا جا سکتا تھا اور نہ ورغلایا جا سکتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کہ جنہیں آپؐ کے کاشانہ نبوت میں ایک دوسرے کا مونس' غمخوار' ہمدرد اور اعلیٰ انسان بنایا گیا ہو' ان سے ایک دوسرے کے لیے بدگمانی بھی سوئے ادب ٹھہرتی ہے۔ اس پس منظر میں یہ کہا جاتا ہے کہ رحما بینھم کے درمیان دشمنوں اور منافقوں نے عداوت کے تانے بانے پھیلا دیئے۔ ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کر دیں اور پھر بدگمانیوں کے ایک دوسرے کے خلاف انبار لگا دیئے۔ حالانکہ صورت حال ہرگز یہ نہیں تھی۔

امن کی کوششیں۔ لیکن مسلمانوں کو ہر طرح کی آسودگیوں نے اور سلطنت کی وسعتوں نے اپنے سحر میں گرفتار کر لیا تھا۔ خلافت کے گرد ملوکیت کی پرچھائیاں منڈلانے لگی تھیں۔ لوگوں کی اپنی ہی فانتزیاں مجسم سی ہونے لگی تھیں۔ لوگوں نے خلافت کو بھی اپنی میلی نظروں سے دھندلا کر رکھ دیا تھا۔ اس صورت حال میں اعتراضات اور الزامات کی آندھیاں منڈلاتی چلی آ رہی تھیں۔ اس طرح فتنہ و فساد کا طوفان رفتہ رفتہ شدت اختیار کرتا چلا گیا' اور مسلمانوں کی دنیاوی دولت اور آسودگی نے مسلمانوں کو شخصی فوائد اور ذاتیات کے چکر میں ڈال دیا' اور یوں لوگ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے خاتمے کے درپے ہو گئے۔

فتنہ و فساد اور شورشوں کو دبانے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے طور پر اور مجلس شوریٰ کی وساطت سے کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ابو موسیٰ اشعری کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ مزید یہ کہ انھوں نے اصلاح احوال کی خاطر کئی تحقیقاتی وفود مقرر کیے' اور انھیں صوبہ جات میں تفتیش کے لیے متعین کر دیا' اور پھر حج کے موقع پر

Marfat.com

تمام عمال کے خلاف عوام الناس کی شکایات بہ نفس نفیس سننے کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔

مفسدین کا رویہ۔ ایک جانب تو حضرت عثمان غنیؓ حالات کو سدھارنے کے لیے متعدد اقدامات اختیار کر رہے تھے لیکن اسی وقت کوفہ، مصر اور بصرہ کے شورش پسند لوگوں نے بھی اپنی فتنہ پردازیاں تیز کر دی تھیں۔ انھوں نے کئی قافلوں کی صورت میں حج کے موقع پر مدینہ منورہ پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ ان قافلوں نے مدینہ سے باہر ہی قیام کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مدینہ کے سرکردہ اصحاب اور کسی حد تک حضرت عثمان غنیؓ کے مخالفین سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس صورت احوال کی جب خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنی کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے جناب علی بن ابو طالب کی وساطت سے یہ کوشش کی کہ مفسدین کی جماعت فتنہ و فساد سے باز رہے۔ اس کارروائی کے جواب میں مفسدین کی ایک مختصر تعداد ان مصالحتی کوششوں کے باوجود مدینہ میں واپس آ گئی تھی۔ اور اس جماعت نے اپنے واپس آنے کے جواز میں ایک خفیہ خط کا بھی ذکر کیا کہ جس میں ان لوگوں کو واپس پہنچنے پر سزائیں دینے اور قتل تک کر دینے کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ خلیفہ راشد خود اس طرح کی دوغلی پالیسی کا شکار ہو اور اس قدر شدید کارروائی کے حق میں ہو۔ ویسے بھی حضرت عثمان غنیؓ امن پسند اور حلیم طبع خلیفہ تھے۔ اس لیے ممکن نہیں کہ وہ اس طرح کے کسی خط لکھنے کے حق میں ہوتے یا اس طرح کی کارروائی کے خواہاں ہوتے۔

خلیفہ کا صبر اور تحمل۔ بہر صورت حالات نے ایک دم سے پلٹا کھایا اور فتنہ پرداز گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں دندناتے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے انتقام کا مطالبہ شروع کر دیا' بے عہدی اور فریب کاری کا ان لوگوں نے الزام لگایا۔ مزید اب وہ لوگ اس امر پر بھی زور دینے لگے کہ وہ خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے کسی خفیہ خط کے اجرا سے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو خلافت مجھے میرے اللہ نے بخشی ہے' میں اس سے دستبردار نہیں ہوں گا اور "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق میں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا"۔

مفسدین نے اس وقت تک کاشانہ خلافت کا محاصرہ بھی کر لیا تھا اور پھر مرحلہ وار' ان مفسدین نے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے تمام ہی خواہوں اور عزیز و اقارب سے بھی کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ پھر آپ کو خورد و نوش کی اشیاء سے بھی محروم کیا جانے لگا۔ اس بدترین اور گمبھیر صورت احوال کو دیکھ کر متعدد بڑے بڑے صحابہ کرام مایوس اور بددل ہو کر مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت ذمہ دار صحابہ کرام میں "حضرت علی' حضرت طلحہ اور

Marfat.com

حضرت زبیر موجود تھے۔ وہ نہ تو لا تعلق رہ سکتے تھے اور اب نہ ان حالات پر ان کو قابو تھا۔ تینوں صاحبوں نے کچھ کوششیں بھی کیں' مگر اس ہنگامے میں کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا' اس لیے یہ تینوں صاحب عملاً علیحدہ رہے۔ مگر اپنے اپنے جگر گوشوں کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لیے بھیج دیا"۔

آخری خطاب۔ ان نازک ترین حالات پر قابو پانے کی خاطر ایک دن حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے مکان کی چھت پر محاصرین اور لوگوں سے خطاب کیا' اور فرمایا:۔

"اے لوگو! بخدا تم لوگ ایسی باتوں پر مجھے لعن طعن کرتے ہو جو ابن خطاب کے زمانہ میں تم نے بخوشی قبول کرلی تھیں۔ میں نے نرمی برتی' مروت سے کام لیا' نہ ہاتھ اٹھایا' نہ زبان چلائی۔ اس لیے تمہاری جرات بڑھ گئی اور تم گستاخ ہو گئے"۔

مزید فرمایا کہ:

"لوگو؟ تم میرے قتل کے کیوں درپے ہو' میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں۔ خدا کی قسم جہاں تک میرے بس میں تھا' میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی' لیکن بہرحال میں انسان ہوں' اس لیے اصابت رائے کے ساتھ لغزشیں بھی ہوئیں۔ یاد رکھو! بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تاقیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے"۔

حضرت عثمان غنیؓ کی اس تقریر کا بھی کسی پر کوئی اثر نہ ہوا تو اس کے بعد ایک دن پھر حضرت عثمان غنیؓ نے کاشانہ خلافت سے لوگوں سے خطاب کیا۔ اس خطاب میں انہوں نے لوگوں کے لیے اپنی قربانیوں اور جاں نثاریوں کا ذکر کیا۔ مدینہ منورہ میں عوام الناس کی فلاح و بہبود کے حوالے سے اپنی خدمات یاد دلائیں اور اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی رفاقت کا تذکرہ بھی کیا۔ بیعت رضوان کا واقعہ بھی بیان کیا۔ اور پھر سامعین کے اقرار و تائید کے بعد یوں فرمایا کہ:

"لوگو! آخر کس جرم میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون جائز نہیں۔ اسلام کے بعد جو مسلمان مرتد ہو جائے' یا پاک دامنی کے بعد بدکاری کا مرتکب ہو' یا کسی کو قتل کرے تو قصاص میں قتل کیا جائے' اور تینوں سے میرا دامن پاک ہے۔ خدا کی قسم' جب سے خدا نے مجھے ہدایت دی میں نے اپنے مذہب کے مقابلہ میں کسی مذہب کو پسند نہیں کیا' نہ زمانہ جاہلیت میں بدکاری کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام کے بعد کسی کو قتل کیا۔ پھر تم لوگ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو"۔

Marfat.com

باغیوں کی کارروائیاں۔ فتنہ پردازوں اور باغیوں کو حضرت عثمان غنیؓ کی یہ تقریریں بھی راہ راست پر نہ لا سکیں' اس لیے انھوں نے اپنا محاصرہ نہ چھوڑا۔ اس موقع پر اسلام کے جاں نثاروں اور کاشانہ خلافت پر مامور محافظوں نے محاصرین کے تیور دیکھ کر دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانے اور جانبازی کے جوہر دکھانے کی اجازت طلب کی تو حضرت عثمان غنیؓ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا کہ "میرے لیے ہرگز خونریزی نہ کی جائے"۔

دشمنوں کی حراست اور محاصرے میں ہونے کے باوجود بھی حضرت عثمان غنیؓ نے نہ تو کسی چور دروازہ سے بھاگنا چاہا اور نہ مدینہ منورہ کو چھوڑنا ہی پسند کیا۔ بلکہ اب تو آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اپنی شہادت کا انتظار کرنے لگے تھے۔ پھر اسی حراست ہی میں آپ نے روزے بھی رکھنے شروع کردیئے۔ اس وقت کاشانہ خلافت پر محافظین بدستور موجود تھے۔ محاصرین نے قریباً ڈیڑھ مہینے تک آپ کے گھر کو گھیرے رکھا' اور اپنی سرگرمیوں میں اب خلیفہ رسول حضرت عثمان غنیؓ کو قتل کرکے ہی واپس جانے کا حتمی منصوبہ بنا لیا تھا۔ اس کے بعد ان محاصرین نے گھر کے محافظین سے بھی چشمک شروع کردی تھی اور گھر کے اندر داخل ہونے پر توجہ دینے لگے تھے۔

خلیفہ کے رفقاء۔ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر میں اس وقت ایک روایت کے مطابق سات سو مسلمان موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ان مسلمانوں کے سردار تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر حالات کی نزاکت اور سنگینی کو بھانپ کر حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! میں ان تمام باغیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ "میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے لیے اپنا خون نہ بہایا جائے"۔

بتایا جاتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے کئی غلاموں کو آزاد کیا اور اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والی کی رضا پر چھوڑ دیا۔ اسی اثناء میں حضرت زید بن حارث اور حضرت ابوہریرہ نے بھی فتنہ پردازوں سے نمٹنے کی اجازت طلب کی لیکن خلیفہ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا اس سے سب قتل ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ لوگوں کو میری خاطر ہرگز خون بہانے کی اجازت نہیں ہے۔

باغیوں اور دشمنوں کی جو گذشتہ قریباً دو مہینوں سے شدید کارروائیاں جاری تھیں' انھیں دیکھ کر حضرت عثمان غنیؓ کو یقین ہو چکا تھا کہ اب شہادت ان کا مقدر ہو چکی ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے لواحقین اور عام مسلمانوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ وہ کسی نئی صورت حال کے

Marfat.com

موقع پر بھی صبر اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

جمعے کا مبارک دن تھا اور آپ روزہ سے تھے۔ ابھی افطار میں کچھ وقت تھا' اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یاد کر رہے تھے اور آپؐ کے ساتھ افطار کرنے کے منتظر تھے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کھول کر اس کی تلاوت کرنا شروع کر دی تھی۔

شہادت کا واقعہ۔ بتایا جاتا ہے قریباً اسی وقت یا اس سے چند ثانیے بعد چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے۔ پہلے وہ سب لوگ کمرے میں داخل ہوئے اور پھر انھوں نے اپنے مذموم ارادوں کو پورا کرنا شروع کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر نے گستاخی کی۔ پھر کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان غنیؓ کی پیشانی پر لوہے کی لاٹھ اس زور سے ماری کہ وہ پہلو کے بل گر گئے۔" اس وقت بھی زبان سے "بسم اللہ توکلت اللہ" نکلا۔ سودان ابن حمران مرادی نے دوسری جانب ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ ایک اور سنگ دل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر پے بہ پے نیزوں کے نو زخم لگائے۔ کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں۔ ہاتھ پر وار روکا تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں' لیکن اس وار نے ذوالنورین کی شمع حیات بجھا دی"۔

بتایا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنی کو دشمنوں نے شہید کیا اس وقت آپؓ کے سامنے قرآن مجید کھلا ہوا تھا۔ اور جس آیات ربانی پر حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم کا خون گرا وہ یہ تھی کہ "**فسیکفیکہم اللہ و ھو سمیع العلیم**"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ " تمھارے لیے تمھارا خالق اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے' اور سننے اور علم رکھنے والا ہے"۔

شہادت حضرت عثمان غنیؓ کا واقعہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو رونما ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ پر باغیوں کا قبضہ تھا' باغی حضرت عثمان کے گھر میں بھی گھسے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ کی جاں نثار اہلیہ حضرت نائلہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر کہنے لگیں "اے لوگو! امیر المومنین عثمان غنیؓ قتل کر دیئے گئے۔ تو اس وقت حضرت حسن و حسین اور جو آدمی ان کے ساتھ حویلی کے دروازہ پر موجود تھے مکان کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت عثمان غنیؓ ذبح کر دیئے گئے ہیں۔ غم کی وجہ سے ان پر گر گئے اور رونے لگے۔ پھر باقی لوگ اندر آ گئے۔ حضرت عثمان کو مذبوح پایا۔ یہ خبر حضرت علی' طلحہ' زبیر و سعد کو پہنچی اور جو بھی مسلمان مدینہ میں موجود تھے سب کو معلوم ہوا۔ سب لوگ حیرانی کے ساتھ اپنے

Marfat.com

گھروں سے باہر نکل آئے"۔

تجہیز و تکفین۔ "اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہر چیز پر غالب ہے۔ اس کی حکمت و قدرت کے تحت شہادت عثمانی واقع ہو گئی۔ اس کے بعد بھی باغی مفسدین کی نار عداوت نہ بجھی۔ حضرت عثمان مظلوم کا کفن دفن اور جنازہ پر امن طریق سے ہو جانا ان کے لیے ناگوار تھا۔ ناساعد حالات کے باوجود صحابہ کرام نے بڑی ہمت کر کے آخری احکام (جنازہ' کفن' دفن) کو نہایت مستعدی سے سرانجام دیا۔ ان حضرات میں حضرت علی المرتضیٰ اور سیدنا حسن ابن علی برابر کے شریک کار تھے"۔

بعض روایات میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مدینہ پر چونکہ باغیوں کا قبضہ تھا' ہر طرف خوف و ہراس اور بد امنی تھی۔ لوگوں کو گھروں سے نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے خلیفہ رسول حضرت عثمان غنیؓ کی لاش مبارک دو دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر دوسرے دن خون آلود کپڑوں ہی میں چار آدمیوں نے اٹھایا' اور قبرستان لے گئے۔ یوں بھی بتایا جاتا ہے کہ "کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کو ستر آدمیوں کی مختصر جماعت نے خفیہ جنت البقیع سے متصل حش کوکب میں سپرد خاک کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان چھپا دیا"۔ •

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت پر مسلمانوں میں ایک طرح کی بے چینی اور ابتری پھیل گئی تھی۔ حضرت عثمان غنی ذوالنورین کی شہادت کو آپؓ کے ساتھیوں اور صحابہ کرام نے بڑی گرویدگی کے ساتھ قبول کیا۔ حضرت علی بن ابو طالب نے اضطراب کے عالم میں اپنے بیٹوں کو بھی زد و کوب کیا' اور خود بھی رو رو کر گر پڑے "حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا ہے" **ثمامہ** بن عدی نے کہا کہ "آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب بادشاہت کا دور شروع ہو گا"۔

بہر صورت حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم کی شہادت' وحدت اسلامی کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ ثابت ہوئی۔ اس سے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا تھا۔

Marfat.com

باب ۔۸

حضرت عثمان غنیؓ کے مکتوبات اور فرامین

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے دس سال چند یوم خلافت کرنے کے بعد شہادت پائی۔ اگرچہ ان کے دور خلافت کا بیشتر وقت بے اطمینانی کی صورت میں گزرا لیکن اس کے باوجود یورپ' وسطی ایشیا' شمالی افریقہ اور براعظم پاک و ہند کی سرحدوں تک کئی نئی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی عہد میں مسلمانوں نے چند بحری جنگوں میں بھی واضح کامیابیاں حاصل کیں' اور پھر مسلمانوں نے اپنا ایک بہت بڑا بحری بیڑا بھی بنا لیا۔ اس دور میں بھی معمولی افتراق و انتشار کے باوجود حضرت عثمان غنی نے مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کی خاطر اہم خدمات انجام دیں۔ انھوں نے اپنے بیشتر عاملین اور والیوں کو جا بجا ہدایات جاری کیں اور ان سے یہی کہا گیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کے ساتھ پیش آئیں۔

حضرت عثمان غنیؓ لا تعداد خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے۔ وہ انتہائی سخی' کریم' چشم پوش اور نزدیک اور دور کے لوگوں پر خرچ کرنے والے تھے' وہ بہت نیکوکار تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ انھوں نے حجرالاسود کے قریب نماز پڑھی اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ با مروت رحم دل' فیاض' عبادت گزار زاہد اور اپنے بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ اس لیے وہ اپنے گورنروں اور عاملین سے بھی اسی طرح کے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے متمنی رہتے تھے۔

اپنے عہد خلافت میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ نے مختلف مہمات کی کامیابی کی خاطر مسلمان کمانڈروں کے نام احکام جاری کیے۔ مختلف صوبوں کے مخصوص حالات اور دیگر اقوام کی نفسیات کو ملحوظ خاطر رکھ اپنے حکام کی رہنمائی کی۔ انھوں نے کئی علاقوں پر فوج کشی کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے بھی بڑے اہم خطوط جاری کیے۔

حضرت عثمان غنیؓ خلیفۃ الرسول چونکہ خود بھی کاتب وحی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے تجمیع قرآن مجید کے لیے بھی اعلیٰ اور مثالی خدمات انجام دیں۔ اس سارے پس منظر میں انھیں تحریر تقریر پر پورا عبور حاصل تھا۔ الفاظ کی

Marfat.com

فصاحت اور کلام میں ملکہ حاصل تھا۔ حدیث فقہ و اجتہاد اور علم الفرائض میں وہ چند گنے چنے اور چیدہ بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ گویا آپ کے علم و فضل کی تمام خوبیاں ان کی خط و کتابت اور فرامین میں بھی نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

ذیل میں چند ایک خطوط اور فرامین میں سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کے فرامین اور سرکاری خطوط کے حوالے سے ڈاکٹر خورشید احمد فارق نے ایک اہم کتاب تصنیف کی ہے۔ ذیل کے خطوط اسی کتاب میں سے لیے گئے ہیں۔

گورنروں کے نام — واضح ہو کہ خدا نے حکام اعلیٰ کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کریں۔ یاد رکھیے سب سے زیادہ صحیح طرز عمل یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مفاد اور معاملات میں دلچسپی لیں۔ اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے ان کو بہرہ ور کریں اور اسلام کے حقوق جو ان پر ہیں' وہ ان سے وصول کریں۔ ذمیوں کے معاملات میں دلچسپی لیں۔ دشمنوں کے ساتھ آپ کا طرز عمل درست ہونا چاہیے۔ ایمانداری اور وفائے عہد کے ذریعے ان پر فتح حاصل کیجئے۔

کمانڈروں کے نام — واضح ہو کہ آپ مسلمانوں کے نگہبان و محافظ ہیں۔ یاد رکھیے آپ کی کسی بدعنوانی کی شکایت میرے پاس نہ آئے' اگر ایسا ہوا تو آپ کا منصب چھن جائے گا۔ تمھارے لیے وہی ضابطہ سیرت و ضابطہ اخلاق ہے جو حضرت عمر نے آپ کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس لیے اپنی سیرت پر نظر احتساب رکھیے۔ مجھ پر بحیثیت خلیفہ جو ذمہ داریاں ہیں' میں ان کو ضرور انجام دوں گا۔

اپنے ایک اور فرمان میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے خراج افسروں کو شدید تاکید کی کہ خراج کی وصولی کی ذیل میں حق و انصاف سے کام لیا جائے۔ "میری طرف سے دیانت داری کی سخت تاکید ہے۔ اس پر ثابت قدمی سے قائم رہیے۔ کسی یتیم کا حق نہ ماریئے' اور نہ کسی معاہد کے ساتھ زیادتی کیجئے۔ کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے خدا مواخذہ کرے گا"۔

چند ایک اور مکتوبات میں انھوں نے مختلف کمانڈروں کو تحریر کیا تھا کہ

"دنیا کی محبت میں پڑ کر آپ صحیح سے بھٹک نہ جائیں"۔

"اگر تم نے روڈس پر چڑھائی اور تسخیر کا مصمم ارادہ کر لیا تو پوری احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا' اور خوف خدا کو اپنا شعار بنائے رکھنا"۔

حضرت عثمان غنیؓ نے امیر معاویہ اور دیگر گورنروں کے نام جو فرمان جاری کیے' ان کے چند ایک اقتباسات درج ذیل ہیں:

Marfat.com

"آپ کا طرز عمل ویسا ہی رہنا چاہیے جیسا کہ عمرؓ کے عہد میں تھا۔ آپ کی سیرت میں برائیاں نہ آنی چاہئیں۔ جن معاملات کا تصفیہ کرنے میں آپ کو دقت پیش آئے وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم اس کے بارے میں قوم سے مشورہ کر کے آپ کو صحیح طریق کار سے مطلع کریں گے' دوبارہ تاکید ہے کہ آپ کے طور طریق ویسے ہی رہنے چاہئیں جیسا کہ عمرؓ کے زمانہ میں تھے"۔

"لوگوں کو تاکید کر دو کہ گمان اور ظن کی بنیاد پر کوئی کام نہ کریں' اور قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ آپ کے سامنے سنجیدہ زندگی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے' اس لیے سنجیدگی سے رہیے"۔

حضرت عثمان غنی نے پہلی بار اپنے عہد میں دنیائے اسلام میں مہمان خانے قائم کیے۔ عراق' شام اور جنوب مغربی ایران میں فتوحات کے بعد امن و قرار کا ماحول پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا جانا اور تجارت کرنا شروع کر دی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے عام لوگوں' مسافروں اور تجار کی سہولت اور سکون و آرام کے لیے ڈاک بنگلے اور مہمان خانے بھی تعمیر کروائے۔ اسی حوالے سے انھوں نے بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر کو اپنے ایک فرمان میں تحریر کیا کہ "بصرہ میں ایک مہمان خانہ بنوایا جائے جس میں مدینہ سے مسافر اور ہمارے موالی جو تجارت وغیرہ کے لیے جاتے ہیں قیام کر سکیں"۔ لہٰذا اس فرمان کی تعمیل میں بصرہ میں جلد ہی دو مہمان خانے بنوائے گئے۔

اصلاح اراضی۔ طائف کے ایک تاجر کے بیٹے عثمان بن ابی العاص ثقفی بحرین اور یمامہ کے گورنر رہے تھے' ان کی خدمات قابل ستائش تھیں۔ انھوں نے کئی فتوحات حاصل کی تھیں' انھیں حضرت عثمان غنیؓ نے ایک دستاویز دی۔ اس دستاویز میں دیگر مراعات بخشنے کے ساتھ اراضی کے حوالے سے بعض اہم اصولوں کی جانب بھی اشارہ کر دیا تھا۔ اس دستاویز میں خلیفتہ الرسول نے دو ٹوک اور واضح الفاظ میں بتا دیا تھا کہ ضرورت سے زیادہ اراضی کو اپنے پاس بیکار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دستاویز کا اراضی سے متعلقہ حصہ یوں ہے کہ:

"میں نے عبداللہ بن عامر (گورنر کریز) کو ہدایت کر دی ہے کہ تم کو اتنی اراضی دے دیں جتنی تم سمجھتے ہو کہ تم اور تمھارے لڑکے درست کر کے قابل کاشت بنا لیں گے' یا تمھارا کوئی بھائی جس کو تم سمجھتے ہو کہ اس کا حصہ دینا چاہیے۔ اگر اس اراضی کا کچھ حصہ تم ٹھیک نہ کر سکو تو امیرالمومنین کو حق ہو گا کہ وہ کسی ایسے شخص کو دے دیں جو اس کو درست کرا سکے"۔

اسی طرح مزید یہ کہ "میں نے عبداللہ بن عامر کو لکھ دیا ہے کہ اراضی کی اصلاح کے کام میں تمھارے ساتھ تعاون کریں۔ خدا کا نام لے کر اس کی اصلاح میں لگ جاؤ"۔

کوفہ والوں کے نام – حضرت عثمان غنیؓ نے کوفہ میں ولید بن عقبہ کے بجائے سعید بن

Marfat.com

عاص کو گورنر مقرر کیا تو' اس موقع پر کوفہ کے لوگوں کے نام ایک مکتوب لکھا اور اس میں کوفہ کے لوگوں کو گورنر کے ساتھ تعاون اور اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد لکھا گیا کہ:

"آپ لوگ خدائے جبار سے ڈریئے۔ اگر کوئی شخص چھپ کر برا کام کرے تو ہمارے لیے مناسب نہیں کہ اس کو جا پکڑیں' اور اس کا پردہ چاک کریں۔ گورنر کے ساتھ تعاون کیجئے۔ حکومت کی خیر اندیشی اور مناصرت آپ کا فرض ہے۔ تعلی سے کام نہ لیجئے۔ نہ غیبت کیجئے اور نہ الزام لگائیے' عدل و انصاف سے کام لیں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں"۔

گورنر کوفہ کے نام۔ سعید بن العاص کو جب گورنر کوفہ بنا کر بھیجا گیا تو انھیں بھی اپنے ایک مکتوب میں خلیفۃ الرسول حضرت عثمان غنیؓ نے کئی امور کے حوالے سے تاکید کی۔ اس وقت چونکہ کوفہ میں کئی اکابر بھی موجود تھے' اور باغیوں اور سرکشوں کے بھی چند ایک گروہ پیدا ہو چکے تھے۔ کئی مقامات پر سرکشی فتنہ پروری بھی ظاہر ہونے لگی تھی۔ اس سارے پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ نے جو فرمان گورنر کے نام جاری کیا' اس میں لکھا گیا کہ:

"حکومت میں سب سے زیادہ عزت و منزلت پرانے مجاہدوں کو ہے جن کے ہاتھوں عراق فتح ہوا۔ پھر ان لوگوں کو جو بعد میں وہاں آباد ہوئے۔ البتہ اگر مجاہدین اولین حکومت کے ساتھ اصلاحی کاموں میں تعاون نہ کریں اور دوسرے طبقہ کے لوگ اسکے لیے تیار ہوں تب مجاہدین اولین کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ سب کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ اور سب کے رتبہ کا خیال رکھو' رتبہ کی پاسداری ہی میں انصاف ہے۔ عدل و انصاف سے کام لیں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں"۔

مال غنیمت کی تقسیم۔ عراق میں مختلف جنگوں میں جب مسلمانوں کو کئی فتوحات حاصل ہوئیں تو اس سلسلے میں مال غنیمت کی تقسیم کے معاملات بھی پیش آنے لگے تھے۔ اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ سے پیشتر حضرت عمر فاروق نے مال غنیمت اور خمس کی تقسیم کے ضمن میں بڑی واضح ہدایات دے رکھی تھیں' لیکن جب نئے مسائل پیدا ہونے لگے تو پھر حضرت عثمان غنی نے ایک بار پھر دو ٹوک الفاظ میں بالخصوص عراق کے تناظر میں حکم دیا کہ "عملاً لڑائی میں حصہ لینے والوں کے ساتھ ساتھ اہل عراق کو بھی مال غنیمت میں شریک رکھا جائے"۔

حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں جب ابن سبا کی شورشی کارروائیوں کے باعث امن و امان بگڑنے لگا' اور لوگوں میں خلیفۃ المومنین کے خلاف کئی طرح کی بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں' تو اس صورت حالات سے خلیفۃ الرسول بے خبر نہیں تھے۔ انھیں بخوبی علم تھا کہ ابن

Marfat.com

سبا اور اس کے متعدد ساتھی حضرت عثمان غنیؓ کو جلد از جلد معزول کر کے ان کے بجائے حضرت علی بن ابی طالب کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت یہ رائے اقلیت کی تھی۔ اکثریت حضرت عثمان غنیؓ ہی کی خلافت کے حق میں تھی۔ شام میں معاویہ بن ابی سفیان نے بھی مرکزی حکومت اور خلیفہ کو وہاں کے احوال سے ہمہ وقت باخبر رکھا۔ اس خط و کتابت کے جواب میں ۳۰ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ نے تمام تر خدشات اور خطروں کے حوالے سے معاویہ بن ابی سفیان کو ایک تاریخی خط میں تحریر کیا کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اب حالات یکسر بدلے ہوئے ہیں' اس لیے نزاکت احوال کے باعث:

"خانہ جنگی کے سانڈ نے نتھنے اور آنکھیں پھلالی ہیں' اور جست لگانا ہی چاہتا ہے' اس لیے اس کے زخم مت کریدو۔ (اس لیے جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کے ساتھ) لطف و محبت سے پیش آو۔ جہاں تک ہو سکے نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے ماتحتوں کو کرنے دو"۔

مسلمانوں کی خوشحالی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ "میں تمہارے فقر سے زیادہ تمہاری خوشحالی سے خائف ہوں اور جب وہ حیرانی سے پوچھتے یہ کیوں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ "اس لیے کہ خوشحالی آتے ہی تم آپس میں لڑنے لگو گے"۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں خود فرمان نبوی کی تفسیر دیکھنا شروع کر دی تھی۔ فراغت اور خوشحالی کے باعث متعدد صوبوں کے لوگوں نے حکومت کے خلاف منفی رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ حالات حاضرہ پر لوگوں میں جابجا بدگمانیاں پھیلانے لگے تھے۔ بصرہ اور کوفہ کے تو فوجی بھی نکتہ چینیاں کرنے لگے تھے۔ اس وقت بعض اسلامی سپہ سالار وسطی ایشیا کی ریاستوں میں فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ اس دور میں کوفہ میں نکتہ چیں اجتماع کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنی نے اپنے ایک سپہ سالار جو کوفہ میں متعین تھا' اپنے ایک مکتوب میں یوں لکھا کہ:

"معاشی آسودگی نے میری رعایا کے لوگوں کو گستاخ و سرکش بنا دیا ہے (اور تمہاری فوج میں ایسے کافی لوگ آ گئے ہیں) لہٰذا باب کے پار (وسطی ایشیا کے علاقوں میں) دور تک نہ گھس جانا' ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے"۔

مسیلمہ کذاب کے پیروکار۔ نبی کاذب مسیلمہ کذاب کا خاتمہ اگرچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کر چکے تھے' لیکن اس کی پھیلائی ہوئی سادہ تعلیمات' لچکیلے طور طریقوں اور رنگینیوں کے باعث یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کئی سال گزرنے کے بعد بھی مسیلمہ کو عقیدت کی

Marfat.com

نظر سے دیکھتے تھے- یہی نہیں بلکہ بنو حنیفہ کی ایک جماعت تو مسیلمہ کذاب کے اوصاف بیان کرتی رہتی تھی- اس جماعت کے بارے میں کوفہ کے سرکاری معلم قرآن عبداللہ بن مسعود کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور اس گروہ کے بیشتر افراد کو گرفتار کر لیا- اس کے ساتھ ہی خلیفتہ المسلمین سے ان لوگوں کے بارے میں ہدایات حاصل کیں- تو اس سارے پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن مسعود کو جو مکتوب لکھا وہ اس طرح سے ہے کہ:

مسیلمہ کذاب سے عقیدت رکھنے والے'

"ان لوگوں کو دین اسلام اور کلمہ شہادت کی دعوت دو' جو اس دعوت کو مان لے اور مسیلمہ کی نبوت سے توبہ کر لے اس کو چھوڑ' اور جو ایسا نہ کرے اور مسیلمہ کا قائل رہے' اس کو قتل کر دو"۔

برائے امن و سکون- اشتر نخعی کے حوالے سے بتایا جاتا ہے' اس کی سرگرمیاں اور مصروفیات حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے منافی تھیں- وہ ہمہ وقت اپنی معاندانہ کارروائیوں میں مشغول رہتا تھا- کوفہ کے لوگوں میں اس نے حکومت مخالف بیانات اور باتوں کے باعث بڑی ترقی پسندانہ حیثیت حاصل کر رکھی تھی- اس لیے وہ کوفہ والوں کو بغاوت پر اکساتا رہتا تھا- اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی شرانگیزیاں اپنا رنگ دکھانے لگی تھیں- اشتر کوفہ میں حکومت مخالف جماعت کا سربراہ تھا' اس لیے اسے اپنی مقبولیت پر بھی بڑا زعم تھا- حضرت عثمان غنیؓ نے اشتر کے نام بھی ایک خط لکھا' اس میں آپ نے فرمایا کہ:

"اشتر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فتنہ انگیزی میں مشغول ہو- کوفہ میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو' اور مسلمانوں کو لڑانے کے درپے ہو- بخدا تم جو کچھ کر رہے ہو برا کر رہے ہو- میرا مشورہ ہے کہ اپنے اس عمل سے باز آ جاؤ ورنہ قتل کے مستحق ہو جاؤ گے- اس وقت تمہارا کوفہ میں رہنا مناسب نہیں- اس خط کو پڑھ کر ورنگ شام چلے جاؤ- اس جماعت کو بھی ساتھ لے لو جو تم کو شر اور فساد شہہ دیتی ہے- (اور پھر) میرے حکم ثانی تک شام نہ چھوڑنا- تم کو وہاں بھیجنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم فساد برپا کر رہے ہو' اور لوگوں کو میری بغاوت پر ابھار رہے ہو"۔

۳۵ ہجری میں ابن سبا کی کارروائیوں اور باغیوں کی شورشی سرگرمیوں کے باعث کوفہ میں حالات خاصے تشویش ناک ہو گئے تھے- اس وقت سعید بن عاص کوفہ کا گورنر تھا- لہٰذا وہاں کے لوگوں نے اب تو گورنر کوفہ کے ساتھ تعاون کرنا بھی ترک کر دیا تھا- بلکہ ان پر بھی کئی طرح کے الزامات عاید کرنا شروع کر دیئے تھے- اس کے ساتھ ساتھ کوفہ کے ترقی پسند گروہ اور شورش پسندوں نے سعید بن عاص کے بجائے ایک بار پھر ابو موسیٰ اشعری کو گورنر بنانے کا

Marfat.com

مطالبہ کر دیا تھا۔ اس ساری صورت حال کو ابن سبا اس حوالے سے بھی ہوا دیتا رہا کیونکہ جناب سعید بن العاص اتفاق سے خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کے چچا کے بیٹے تھے۔

کوفہ کے باغیوں کے نام۔ حضرت عثمان غنیؓ کو جب اس صورت حال کی بالوضاحت خبر ہوئی تو انھوں نے اس سلسلے میں سعید بن العاص سے مزید کئی وضاحتیں بھی حاصل کیں۔ اس کے بعد خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے جناب سعید بن العاص سے دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا تھا کہ اس پس منظر میں' میں لوگوں کی رائے اور خواہش کا ضرور احترام کروں گا۔ میں ابو موسیٰ اشعری کی گورنری کی توثیق کر دوں گا۔ اس کا علاوہ انھوں نے مزید اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ "بخدا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو میری بغاوت کا بہانہ ملے یا میرے خلاف کوئی دلیل ہاتھ آئے۔ ہم کو ہر حال میں صبر کرنا چاہئے"۔ اس تمہید کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے اشتر اور اس کی جماعت اور کوفہ کے باغیوں کے نام ایک مراسلہ بھیجا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح ہو کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری کو جنھیں تم نے پسند کیا ہے کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا ہے' اور سعید بن عاص کو اس عہدے سے ہٹا دیا ہے۔ بخدا میں اپنی آبرو تمھارے سامنے بچھاتا رہوں گا' اور صبر کروں گا' اور جہاں تک ہو سکے گا تمھارے ساتھ مصالحت رکھنے کی کوشش کروں گا لہٰذا تم بے دریغ اپنے مطالبات پیش کرتے رہو' میں ان کو پورا کروں گا۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے خدا کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو میری نافرمانی کا کوئی بہانہ ملے"۔

اسی دور میں مالک اشتر نخعی کے نام لکھا ہوا حضرت عثمان غنیؓ کا ایک اور خط بھی ملتا ہے۔ اس خط میں حضرت عثمان ذوالنورین نے اشتر کی بھلائیوں اور اچھائیوں کو جگانے کی کوشش کی ہے' اور اسے کسی حد تک نفسیاتی حوالوں سے بھی اس جانب مائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اپنی بدسگال اور حکومت مخالف سرگرمیوں اور کارروائیوں سے باز رہے۔ اپنے اس مکتوب میں خلیفۃ المومنین نے بڑی گرویدگی کے ساتھ رقم کیا کہ:

"خلیفہ کی مخالفت اور اس پر لعن طعن کرنا سنگین جرم ہے۔ اس کا انجام خواری اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمھاری زیادتیاں تم ہی کو نقصان پہنچائیں گی۔ تم نے خدائی غیظ و غضب کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا ہے۔ عوام کو فتنہ و فساد میں دھکیلا ہے"۔ (اس لیے) لوگوں کی مخالفت اور ذمے داری کا وبال تمھارے سر ہو گا۔ خدا سے ڈرو' جس سے تم نے منہ موڑ لیا ہے۔ اور اپنی بدکرداری سے توبہ کرو' شاید تمھیں نجات حاصل ہو"۔

اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے ایک اور موقع پر اسی نوعیت کا ایک اور خط مالک اشتر

Marfat.com

نخعی کے نام لکھا' جس میں اس کی بعض خواہشات کو خلیفہ راشد نے شیطانی آرزوئیں کہا۔ اور یہاں تک بھی لکھا کہ تم حسن ظن مرض میں مبتلا ہو۔ "خدا سے ڈرو جس کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے اور نا سمجھی میں فتنہ و فساد کا دروازہ مت کھولو۔ اور اپنی مخالفت سے قومی اتحاد کو غارت نہ کرو۔ جو باتیں میں نے نہیں کہی ہیں اور جو کام میں نے نہیں کیے ہیں' میری طرف منسوب نہ کرو۔ میں راہ حق سے نہیں ہٹ سکتا۔ خدا سے دعا ہے کہ مجھے راہ راست پر قائم رکھے اور تم کو بھی اس پر لا ڈالے' اور اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھے"۔

عام مسلمانوں کے نام۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں آپ پر یہ ایک اعتراض کیا جاتا تھا کہ انھوں نے اقربا پروری سے کام لیا ہے۔ لیکن خلیفۃ المومنین نے تو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حقوق سے اپنے آپ کو دست بردار کر رکھا تھا۔ اس کیفیت میں بھی ابن سبا اور اس کے دیگر ساتھی خلیفہ کے افعال و اعمال کو اور ہی معنی پہناتے رہتے تھے۔ حکومت مخالف لوگوں کی باتوں میں آکر عوام الناس کی بھی رفتہ رفتہ رائے بدلنے لگی تھی۔ گورنروں کو برے برے القاب سے یاد کیا جانے لگا تھا۔ لوگ گورنروں کے خلاف طرح طرح کی غلط اور بے بنیاد شکایات کرنے لگے تھے۔ ان شکایات پر جب حضرت عثمان غنیؓ نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعتراضات اور الزامات بالکل بے بنیاد ہیں۔ پھر اسی صورت حال میں اپنے گورنروں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے اور لوگوں کی بجا شکایات سننے کی خاطر حضرت عثمان غنیؓ نے اسلامی دنیا کے صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام ایک فرمان بھیجا کہ:

"واضح ہو کہ گورنروں کو میری تاکید ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر مجھ سے ملیں۔ جب سے خلیفہ ہوا ہوں' میں نے سارے مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے رکھی ہے۔ چنانچہ جب بھی میرے یا میرے حاکموں کے خلاف کوئی شکایات کی جاتی ہے اس کو دور کر دیتا ہوں۔ میں اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سارے حقوق سے رعیت کے مقابلہ میں دست بردار ہو گیا ہوں"۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے کچھ گورنر لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ لہٰذا "اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے تو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنی شکایات پیش کرے۔ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا' خواہ زیادتی میری ہو یا میرے حکام کی۔ اگر وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے"۔

باغیوں کے نام وثیقہ۔ بہر صورت حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے جن گورنروں کے خلاف لوگوں کی جانب سے شکایات موصول ہوئیں' ان پر باقاعدہ تحقیقات ہوئی تو وہ سب الزام بے بنیاد ثابت ہوئے۔ اس کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ نے کسی شکایت کنندہ کے خلاف کوئی

Marfat.com

کارروائی نہ کی اور شکایت کنندگان سے نرمی کا سلوک کیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ ان مصائب اور ادبار کو بخوبی دیکھ رہے تھے کہ جن میں قوم گرفتار ہونے والی تھی۔ اس لیے آپ فرماتے تھے۔ کہ "خدا پر خوب روشن ہے کہ میں سب کا بھلا چاہتا ہوں۔ لیکن جس فتنہ کے دروازے کھلنے کا عرب قوم کے ہاتھوں مجھے اندیشہ ہے وہ کھل کر رہے گا"۔ لیکن میرا خیال ہے مجھے بہر صورت نرمی سے کام لینا چاہیے۔

لیکن اس کے بعد جب باغیوں نے مدینہ منورہ کا آکر محاصرہ کر لیا تھا اور وہ حضرت عثمان غنیؓ نے برملا یہ کہا تھا کہ خلافت سے جبری معزولی کی روایت مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں ہو گی' میں خود قرآن و سنت کے مطابق عمل کرنے پر کاربند رہوں گا۔ لیکن باغی معزول ہو جانے پر زور دے رہے تھے۔ پھر اس نازک موقع پر حضرت علی بن ابی طالب نے باغیوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی سے ایک اہم وثیقہ لکھوا لیا تھا۔ اس وثیقہ کی درج ذیل شقیں تھیں:۔

(۱)۔ کہ میں امیرالمومنین قرآن و سنت کے بموجب عمل کروں گا۔

(۲)۔ ناداروں اور محروموں کی سرکاری تنخواہیں مقرر کی جائیں گی۔

(۳)۔ خوفزدہ لوگوں کو امان دی جائے گی۔

(۴)۔ جلا وطنوں کو وطن لوٹایا جائے گا۔

(۵)۔ مسلمان فوجوں کو دشمن کی سرزمین میں وطن سے دور نہیں رکھا جائے گا۔

(۶)۔ سرکاری آمدنی بڑھائی جائے گی۔

(۷)۔ علی بن ابی طالب اور مدینہ کے اکابر اس وثیقہ کی پابندی کرانے کا ذمہ لیتے ہیں۔

اس وثیقہ میں دو مزید شرائط درج ذیل بھی شامل کروائی گئیں۔

(۱)۔ سرکاری آمدنی انصاف کے ساتھ تقسیم کی جائے گی۔

(۲)۔ سرکاری منصب امانت دار اور کارگزار لوگوں کو دیئے جائیں گے۔

ایک اہم مکتوب۔ باغیوں اور فتنہ پردازوں کی جب تشفی نہ ہوئی بلکہ ان میں مزید کئی غلط فہمیاں بڑھیں تو انھوں نے کاشانہ خلافت کے محاصرے کو طوالت دی۔ اس دوران میں حضرت عثمان غنیؓ بدستور مسجد میں آکر امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے' لیکن اسی دوران میں باغیوں کی کارروائیوں میں شدت آگئی تھی' اس لیے خلیفۃ المومنین نے اب گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ جنگ و پیکار سے کلی طور پر بچنا چاہتے تھے۔ اور یہ بھی چاہتے تھے کہ دیگر صدر مقاموں کے مسلمان جو وہاں آنا چاہیں آجائیں اور آکر خود باغیوں کو

Marfat.com

امن و امان کے لیے قائل کر سکیں۔ اور اس طرح محاصرین مدینہ وہاں سے جا کر اپنے اپنے شہروں میں چلے جائیں۔ اس مقصد کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے اسلامی دنیا کے صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام جو اہم خط لکھا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"۔۔۔ اللہ کے رسول حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر اور خلیفہ ہوئے۔ پھر مجھے میرے علم اور خواہش کے بغیر اصحاب شوریٰ میں داخل کیا گیا۔ انھوں نے خاص و عام کی متفقہ رائے اور میری بغیر خواہش مجھ کو خلیفہ منتخب کیا۔ خلیفہ ہو کر میں نے بھلے کام کیے اور ایسی روش اختیار نہیں کی جس پر کسی کو اعتراض یا ناگواری کا موقع ملتا۔ میں اپنے کاموں میں رسول اللہ اور شیخین کا تابع رہا اور خود متبوع بننے کی کوشش نہیں کی۔ (دولت اور فرصت پا کر) لوگوں کا میلان شر اور فتنہ کی طرف ہوا تو حسد اور کینہ ان کے دلوں میں جاگ اٹھا اور ذاتی فائدہ کا بھوت ان کے سر پر سوار ہو گیا۔ کینہ و حسد نے ان کو منافق بنا دیا۔ انھوں نے میرے صبر و تحمل کو کمزوری پر محمول کیا۔ انھوں نے میرے گھر میں میرے اوپر حملہ کر دیا۔ بہت سے بدو عرب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں' اور انھوں نے یورش کر دی ہے۔ (اس لیے) آپ میں سے جس جس کے لیے ممکن ہو میرے پاس آ جائے (اور باغیوں کو قائل معقول کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹا دے)"۔

مومنوں اور مسلمانوں کے نام ۔ مدینہ منورہ کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو جب چند شرائط پر حضرت عثمان غنی نے رضامند کر کے واپس جانے پر تیار کر لیا تھا تو باغی محاصرہ چھوڑ کر جانے لگے تھے' لیکن اسی دوران میں اس ایک خط کے باعث صورت حال سنگین ترین ہو گئی کہ جس کو منسوب تو خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ سے کیا گیا' لیکن در حقیقت خلیفہ کو اس خط کا کوئی علم ہی نہیں تھا۔ لیکن باغیوں نے خلیفہ کو برملا جھوٹا کہا' اور آپؓ کی قسموں اور وضاحتوں کو بھی درخور اعتنانہ سمجھا۔ بلکہ کچھ شوریدہ سر باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو زدو کوب بھی کیا اور آپ پر پتھر بھی برسائے۔ اس نازک ترین اور سنگین صورت احوال میں خلیفہ نے ایک بار پھر باغیوں کی تالیف قلب کے لیے جو تحریر جاری کی اس کا ملخص پیش کیا جاتا ہے:

"مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے ٹھیک پورے کرتے رہو تاکہ اخروی سرخروئی سے بہرہ ور ہو"۔ جو لوگ تھوڑے سے فائدہ کی خاطر جھوٹی قسمیں کھائیں اور خدا کے نام پر کیے ہوئے عہد سے پھر جائیں وہ دنیا میں صفات محمودہ سے اور آخرت میں لطف و مسرت سے بالکل محروم رہیں گے' قیامت کے دن خدا ان کی طرف دیکھنا یا ان سے ہم کلام ہونا تک گوارا نہ کرے گا' اور ان کو الم ناک سزا دی

Marfat.com

جائے گی"۔ مسلمانو! خدا چاہتا ہے کہ تم فرماں بردار اور مطیع رہو۔ معصیت اور باہمی اختلاف سے بچو۔ اگر تم نے اپنا برا ارادہ پورا کر کے مجھے قتل کر دیا تو ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ میں تم کو اس انجام سے ڈراتا ہوں جس سے خدا نے ڈرایا ہے۔ لوگو! میں تمہاری شکائتیں دور کرتا رہا ہوں۔ میں تم کو مطمئن رکھنا چاہتا ہوں۔ میں کتاب اللہ اور سنت نبی کے مطابق عمل کروں گا۔ گورنروں کا تقرر و تعزل تمہاری خواہش کے مطابق ہو گا میری روش ویسی ہو گی جیسی شیخین کی تھی۔ خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے اور تمہارے قصور معاف کر دے گا۔ اس تحریر کے ذریعے میں خدا اور سارے مسلمانوں کے سامنے معذرت خواہ ہوں"۔

علی بن ابی طالب کے نام۔ حالات و واقعات جس سرعت کے ساتھ بدل رہے تھے اس پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی بن ابی طالب کے مابین بھی باہمی رابطہ ایک طرح سے منقطع ہو گیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ شاید حالات کی نزاکت کے باعث حضرت علی بن ابی طالب خود ہی اس منظر سے نکل کر الگ تھلگ ہو گئے تھے۔ اس قطع تعلق ہو جانے کی چند ایک وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ بہر صورت جب حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا جا رہا تھا' اس وقت حضرت علی بن ابی طالب مدینہ منورہ سے باہر مضافات میں تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علی بن ابی طالب کو جو ایک خط لکھا' اس میں یوں دو ٹوک الفاظ میں بات کی گئی کہ:

"واضح ہو کہ باڑہ کا پانی ٹیلہ تک پہنچ گیا ہے۔ اور (اونٹ کا پالان) کا تسمہ تھنوں کے پیچھے جا پڑا ہے"۔ (عرب لوگ یہ دو کہاوتیں اکثر اس وقت بولتے ہیں جب کسی انہونی بات کا ہونا ممکن ہو رہا ہو اور نازک حادثہ پیش آنے والا ہو) "اور وہ لوگ مجھے مارنے کے درپے ہیں جو اپنی حفاظت سے قاصر تھے۔ شریفوں کے لیے گھٹیا اور ادنیٰ لوگوں سے نمٹنا اور عہدہ برا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ میرے پاس آ جاؤ' جس ارادہ سے بھی چاہو' دوست بن کر یا دشمن' حامی بن کر یا مخالف۔ اگر مجھے قتل کرنا ہے تو تم مجھ کو قتل کرو' ورنہ آکر مجھے بچا لو اس سے پہلے کہ میرے ٹکڑے کر دیئے جائیں"۔

غالباً حضرت علی بن ابی طالب کے نام حضرت عثمان غنی کا یہ مکتوب ان کا آخری خط تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ اس کے بعد کوئی خط نہ جاری کر سکے اور شہید کر دیئے گئے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اختیار اور اقتدار حاصل ہونے کے باوجود بھی تحمل' درگزر اور مروت و مودت سے کام لیا۔ انھوں نے حالات کی سنگینی میں بھی صبر سے کام لیا اور مسلمانوں کو باہم لڑنے سے

Marfat.com

باز رکھا۔

ایک مختصر جائزہ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط نامی کتاب میں ڈاکٹر خورشید احمد فارق نے حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ثالث کے بہتر خطوط اور فرامین کا بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان مکتوبات میں بعض مکتوب اپنی عبارت کے اعتبار سے اس لیے بھی محل نظر ہیں کہ ان میں لسانی نزاکتوں کے باعث کئی طرح کے واقعاتی سقم بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ سارے مکتوبات اور فرامین حضرت عثمان غنیؓ سے منسوب ہیں لیکن کئی مکتوبات اور فرامین جزوی یا کلی طور پر خلیفۃ الرسول کے مزاج کے مخالف دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ان مکتوبات کی ایک تاریخی اور حالات کی تصویر کشی کرنے کے حوالے سے خاص اہمیت ہے۔

ان مکتوب اور فرامین میں حضرت عثمان غنیؓ کی مروت، رحم دلی اور نرم روی کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ خطوط کی لسانی اور ادبی حیثیت بھی اپنی جگہ پر مسلمہ ہے۔ حضرت عثمان غنی اپنے ان مکتوب اور فرمانوں میں قرآن مجید اور اقوال رسول کا بھی جابجا حوالہ دیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے مکتوبات اور مختلف فرامین سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ گورنروں، حاکم اور دیگر منصب داروں کو اس امر کی شدید تاکید کیا کرتے کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آیا جائے۔ عوام الناس کے حقوق کی بجا طور پر پاسداری کی جائے۔ اسی طرح اکثر اس امر کا بھی حکم دیا کرتے تھے کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کسی طرح کی جانب داری یا رو رعایت سے کام نہ لیا جائے۔ اس معاملے میں کسی بڑے چھوٹے یا حاکم و محکوم کی تمیز روانہ رکھی جائے۔

سالانہ کانفرنس: حضرت عثمان غنیؓ نے عوام الناس کے مسائل سے براہ راست آگاہی حاصل کرنے اور حاکموں کے خلاف لوگوں کی شکایات سننے کے لیے ایک طرح سے سالانہ کانفرنس منعقد کرنے کا طریقہ اپنا رکھا تھا۔ یہ کانفرنس حج کے دنوں میں مدینہ منورہ میں منعقد ہوتی۔ اس میں مختلف علاقوں اور صوبوں کے وفود اور مندوب آکر اپنے اپنے علاقوں کے مسائل بیان کرتے حاکموں سے سرزد ہونے والی کوتاہیوں کا ذکر کرتے۔ جنھیں سن کر حضرت عثمان غنیؓ سرکاری کارندوں سے فوری تحقیقات کراتے اور پھر ان کی روشنی میں نئے عملی اقدام اٹھاتے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ان کی ان سالانہ کانفرنسوں کو خاصی اہمیت حاصل رہی تھی۔ ان میں سے اکثر کانفرنسوں میں تو صوبوں کے گونر اور بڑے بڑے حاکم لازمی طور شرکت کیا کرتے تھے۔ حج کی غرض وغایت سے آنے والے دیگر عام مسلمانوں کے مسائل کو بھی ان کانفرنسوں میں سنا جاتا تھا اور پھر ان پر حسب ضرورت احکامات جاری کیے جاتے

Marfat.com

ہیں۔

ایک فیاض خلیفہ۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے متعدد خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دولت مند ضرور تھے لیکن دولت پرست نہیں تھے۔ منصب خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے انھوں نے اپنی دولت اور غنا سے اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات انجام دیں ان کے حوالے سے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں جنت کی بشارت دے رکھی تھی۔ پھر منصب خلافت پر آنے کے بعد بھی انھوں نے کئی مثالی خدمات انجام دیں۔ مثلاً وہ اپنی خدمات کے بدلے میں حکومت سے کوئی تنخواہ وصول نہیں کرتے تھے۔ وہ ضرورت مند لوگوں کو بغیر حساب کے رقم اپنی گرہ سے دے دیتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ بہت زیادہ سخی اور کریم تھے' وہ حیلوں بہانوں سے قریب اور دور کے لوگوں پر خرچ کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔ فوجیوں اور مجاہدین کے لیے بھی وہ بے تحاشا رقم اپنے ذاتی حصے میں سے بھی خرچ کر دیا کرتے تھے۔ ان کی سخاوت مثالی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ "جب قطن بن عوف الہلالی کرمان پر حملہ آور ہوئے' ان کے ساتھ چار ہزار سپاہی تھے۔ راستہ میں ایک نہر نے ان کی راہ روک لی۔ نہر کا پانی بہت تیزی سے بہہ رہا تھا' اور اسے عبور کرنا بہت مشکل معلوم ہوا۔ اس پر قطن نے اپنے ساتھیوں سے کہا "جس نے وادی عبور کرلی اسے ایک ہزار درہم مل گئے"۔

بتایا جاتا ہے کہ سارے سپاہیوں نے اس بڑی بات کے لیے خود کو آمادہ کر لیا۔ پہلے ایک آدمی آگے بڑھا' نہر عبور کی۔ تو قطن نے اسے ایک ہزار درہم دے دیئے۔ یہاں تک کہ سارے سپاہیوں نے نہر عبور کرلی۔ اور قطن نے ہر ایک کو حسب وعدہ ایک ایک ہزار درہم دے دیئے۔ یہ رقم چار لاکھ درہم ہو گئی۔ تو اتنی بڑی رقم ابن عامر نے جو اس علاقہ کا والی تھا۔ قطن کو مجرا دینے سے انکار کر دیا۔ قطن نے حضرت عثمان غنیؓ سے درخواست کی تو انھوں نے حکم بھیجا کہ "اسے یہ رقم مجرا دے دو' اس لیے کہ اس نے اس جہاد میں مسلمانوں کو مدد دی"۔

"حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی اسی سخاوت اور غنا کے باوصف اپنے زمانہ خلافت میں کئی صحابہ کرام کو جاگیریں بھی عطا فرمائیں۔ ابن کثیر نے ان کی سخاوت اور سیر چشمی کی ایک مثال یوں دی ہے کہ "ایک بار حضرت طلحہؓ خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ سے ملے اور کہا "مجھ پر آپ کے جو پچاس ہزار درہم تھے وہ وصول ہو گئے ہیں۔ اپنے کسی آدمی کو بھیج کر انھیں لے لیں"۔

بتایا جاتا ہے کہ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے ان سے فرمایا کہ:

Marfat.com

"ہم نے وہ آپ کو آپ کی مروت کے سبب بخش دیئے"۔

عوامی ضروریات کی فراہمی۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ پر یہ الزام ہے کہ وہ عوام کے لیے وہ کچھ نہ کر سکے جو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں کیا تھا' اور یہ بھی کہ وہ عوامی معاش اور عوامی دولت میں توازن بھی قائم نہ رکھ سکے جو حضرت عمر فاروقؓ نے متعارف کرانا چاہا تھا۔ یہ بھی الزام ہے کہ انھیں اپنے اعزا سے بڑی محبت تھی' اور ان کے اعزا ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے' اور انھی لوگوں نے اپنی اپنی حرکات ناشائستہ کے سبب حکومت کے کاروبار کو بگاڑا اور خلافت کی ساکھ خراب کی۔ اس سارے تناظر میں بالیقین تاریخ نے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ تاریخ نے ان کے اصل کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں تمام ضرورت مند لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی بلا طلب ان کے اپنے علاقوں میں فراہم کی جاتی تھیں۔ لوگوں کو اشیائے خورد نوش آٹا' کھجوریں اور شہد اور زیتون کا تیل وغیرہ حکومت کے کارندے خود اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرتے تھے۔

یہی نہیں بلکہ اس دور میں مسلمانوں کے علاوہ ذمیوں اور غیر مذہب لوگوں کے حقوق و فرائض کا بھی بالالتزام پورا پورا خیال رکھا جاتا تھا۔ تمام ذمیوں کے ساتھ بھی اچھا اور بہتر سلوک کیا جاتا تھا۔ اور ذمیوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرنے اور ان کے حقوق کی پاسداری کرنے کے لیے عاملین کو شدت کے ساتھ تاکید کی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ خلیفۃ المومنین کا اپنے تمام حاکموں اور عاملین سے یہ حکم تھا کہ وہ صحیح طرز عمل اور صحیح سیرت کے ساتھ بہتر ضابطہ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ اپنے بیگانے سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں' اور تو اور دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا اور بہتر سلوک روا رکھا جائے۔ اور سب سے بڑھ یہ کہ ہر عامل اور حاکم کو چاہئے کہ وہ اپنے اور اپنے اعمال کے اوپر کڑی نظر احتساب رکھے۔ اور کسی بھی شخص کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے یہ بھی حکم جاری کر رکھا تھا کہ عوام الناس کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کا دھیان رکھا جائے۔ بوڑھوں اور لاوارث افراد پر بھی توجہ رکھی جائے۔ اسی طرح یتیموں کے تمام حقوق کی پاسداری کی جائے۔ کسی بھی یتیم کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اور اسی طرح بچوں کے حقوق پر بھی نظر رکھی جائے اور بچوں کو ان کی جائز ضروریات سے محروم نہ رہنے دیا جائے۔

بچوں کے حقوق۔ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کے دور خلافت میں مسلمانوں میں

Marfat.com

دولت کی خوب ریل پیل تھی اس سے مسلمانوں کی احتیاج جاتی رہی' انھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے قائم کیے ہوئے نظام مال میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ مسلمانوں کو' ان کے بچوں کو' اور ان کی عورتوں کو وہ تنخواہیں بڑی فرض شناسی سے ادا کیں جو حضرت فاروق اعظم مقرر کر گئے تھے۔ البتہ ابن کثیر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نومولود بچوں کی تنخواہیں آدھی کر دی تھیں۔ شاید اس عمل کے پس منظر میں یہ خیال کار فرما تھا کہ ابتدا میں بچہ چونکہ اپنی ماں ہی کے دودھ پر پلتا ہے اس لیے اس کے اضافی وظیفے کی ضرورت نہیں۔

محمد بن بلال کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "ان کی دادی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاں حصار کے دنوں میں جایا کرتی تھیں۔ ایک دن نہیں گئیں حضرت عثمان غنیؓ نے پوچھا وہ کیوں نہیں آئیں۔ انھیں بتایا گیا کہ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو حضرت عثمان غنیؓ نے یہ اطلاع پاتے ہی انھیں پچاس درہم اور سنبل کا ایک شقیقہ بھیجا۔ اور وعدہ کیا کہ بچہ ایک سال کا ہو گا تو اس کی تنخواہ ایک سو کر دیں گے"۔

حضرت عثمان غنیؓ کی فیاضیوں اور غناہی کے حوالے سے ابن سعید کی ایک روایت ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ایک پرندے سے کھیل رہے تھے کہ پرندہ اڑ کر مسجد میں چلا گیا۔ وہ اس کے پیچھے مسجد میں گئے وہاں مسجد میں ایک خوب صورت اور وجیہہ بزرگ کو اینٹ کا سرہانہ رکھے سوتے دیکھا۔ وہ انھیں تعجب سے دیکھنے لگے۔ اس بزرگ نے آنکھیں کھول دیں اور پوچھا تم کون ہو؟

"میں نے بتایا میں کون ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے پاس لیٹے ہوئے ایک لڑکے کو آواز دی۔ لڑکا نہیں اٹھا تو انھوں نے مجھ سے کہا' اسے جگاؤ۔ میں نے اسے جگایا تو انھوں نے لڑکے کو کچھ فرمایا۔ اور مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ لڑکا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک حلہ اور ایک ہزار درہم تھے۔ انھوں نے میرا کرتہ اتروایا۔ حلہ مجھے پہنایا اور ایک ہزار درہم حلہ کی جیب میں ڈال دیئے۔ میں نے گھر آن کر اپنے باپ سے جا کر یہ سارا قصہ سنایا' انھوں نے مجھ سے پوچھا یہ سلوک تمھارے ساتھ کس نے کیا۔ میں نے عرض کیا' میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ البتہ وہ بہت خوب صورت تھا' اور مسجد میں لیٹا ہوا تھا۔ اس پر میرے والد نے کہا' وہ امیرالمومنین عثمان غنیؓ ہیں"۔

اس واقعے سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ بچوں کے معاملے میں بڑے حلیم' رحم دل اور سخی تھے۔ انھیں جس بھی کسی بھی وسیلے سے بچہ پیدا ہونے کی اطلاع ہوتی وہ اس کا مروجہ اور مقررہ وظیفہ جاری کروا دیتے۔ کئی صورتوں میں وہ اس سے بھی زیادہ مروت اور

Marfat.com

سخاوت سے کام لیتے۔

جنگی بصیرت۔ حضرت عثمان غنیؓ دارالخلافہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی اس وقت کی پوری دنیا اسلام سے مکمل طور پر آگاہ اور واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے کئی مکتوبات میں انھوں نے اپنے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کو برمحل ایسی ہدایات جاری کیں کہ جن پر عمل کر کے انھوں نے واضح اور اہم فتوحات حاصل کیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی بالخصوص بحری جنگوں میں بصیرت مسلمان سپہ سالاروں کے لیے بڑی مفید اور موثر ثابت ہوئی تھی۔ پھر بعض ایسے صوبے اور علاقے بھی تھے کہ جہاں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے بھی مہم کشی کی کوئی ضروری نہیں سمجھی تھی لیکن جدید حالات، معلومات اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھتے ہوئے، حضرت عثمان غنیؓ نے فوج کشی کی اجازت دی اور واضح فتوحات حاصل کیں۔ پھر ان جنگی حوالوں سے حضرت عثمان غنیؓ نے بعض دور دراز کے علاقوں کے لیے مجاہدین کے انتخاب اور روانگی میں بھی کسی طرح کے حکومتی جبر سے کام نہ لیا بلکہ انھوں نے اپنے کئی خطوط اور فرامین میں یہاں تک تحریر کیا کہ بعض جنگوں میں مسلمان مجاہدین کو ان کی اپنی مرضی اور خواہش کے برخلاف ہرگز روانہ نہ کیا جائے۔

انسانی نفسیات سے آگہی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے فرامین اور مختلف مکتوبات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ انسانی نفسیات اور سائیکی سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام، گورنروں اور باغیوں کے نام اپنے مختلف مکتوبات میں لوگوں کی برائیوں اور خامیوں کو برسرِعام لانے کے بجائے ان کی اچھائیوں اور نیک جذبات کو ابھارنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ انھوں نے لوگوں کو اس قدر تلقین کی کہ وہ خود بخود اپنی تخریبی سرگرمیاں چھوڑ کر تعمیری امور پر توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے انسانوں سے وابستہ بشری کمزوریوں اور خامیوں سے ایک خاص لچک اور حد تک درگزر کیا اور پھر انسان کی دیگر کوتاہیوں سے بچنے کے لیے اللہ اور اللہ کے قوانین کو باربار یاد دلایا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے عہد خلافت میں حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کو محض تعزیرات کی بھینٹ چڑھانے سے حتی الامکان گریز کیا بلکہ انھیں تلقین اور نصیحت کے وسیلوں سے سمجھایا۔

حضرت عثمان غنی انسانی نفسیات سے اس قدر واقف اور آگاہ تھے کہ وہ جنگوں کے دوران میں بھی بعض صورتوں میں مردوں کو ان کے خاندانوں اور بیوی بچوں سے کاٹ کر الگ تھلگ نہیں رکھتے تھے۔ اسکے علاوہ انھوں نے یہ بخوبی محسوس کر رکھا تھا کہ رومی، ایرانی اور بحیرہ روم کے متعدد علاقوں کی تہذیب قدرے زیادہ چکاچوند ہیں۔ ان میں مردوں اور عورتوں میں اختلاط

Marfat.com

کے زیادہ مواقع موجود ہیں' اس لیے بالخصوص دور دراز کی مہمات اور فوج کشیوں کے لیے خلیفہ نے یہ پابندی عاید کر رکھی تھی کہ وہ اپنے ساتھ اپنے اہل خانہ اور بیوی کو بھی لے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بحیرہ روم کی کئی بحری جنگوں میں عرب عورتوں نے بھی اپنا بھرپور حصہ لیا اور مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی۔

تحریری مشاورت۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم نے اپنے عہد خلافت میں اپنے پیش رو خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے جاری کردہ نظم و نسق میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی تھی۔ انھوں نے قریباً ہر شعبہ زندگی میں پہلے سے رائج طور طریقوں کو جوں کا توں جاری رکھا' یہی نہیں بلکہ بعض امور کی بجا آوری کے لیے انھوں نے زیادہ سختی سے کام لیا۔ اس کی ایک مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ فاتح طرابلس عبداللہ بن ابی سرح کو آغاز میں مال غنیمت میں سے خمس دے دیا گیا تھا لیکن پھر مجلس مشاورت کے مشورہ اور عام لوگوں کی رائے کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن ابی سرح سے وہ سارا خمس واپس لے لیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی مجلس مشاورت میں بڑے بڑے صحابہ اور صائب الرائے حضرات شامل تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنی اس مجلس مشاورت سے اکثر مختلف امور پر تحریری رائے لیا کرتے تھے' اور بعض فوری نوعیت کے معاملات میں مجلس شوریٰ کے ممبروں سے زبانی رائے بھی لی جایا کرتی تھی۔ خلافت عثمانی کے خلاف جو آندھیاں دور نزدیک اٹھ رہی تھیں' ان کے بارے میں بھی حضرت عثمان غنیؓ نے مجلس مشاورت کے اراکین سے فرداً" فرداً" تحریری رائے حاصل کی تھی۔ امور سلطنت کے لیے بعض اوقات مجلس مشاورت کے اراکین اور صوبوں کے گورنروں کی رائے حاصل کرنے کی خاطر دارالخلافہ میں تمام اراکین کو طلب کر لیا جاتا تھا۔ اور ان سب کی رائے حاصل کر لی جاتی تھی۔

بہتر زمینداری نظام۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں نہایت اہم اور قابل قدر زرعی اصلاحات نافذ کی تھیں' کئی نئی نہریں بھی کھدوائیں' اور کئی ویران علاقوں کو سرسبز وادیوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں خلافت میں چونکہ سلطنت اسلامی میں اور بھی زیادہ وسعت ہو چکی تھی' اس لیے بھی لوگوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور لمبی چوڑی اراضی ملنے لگی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے انھوں نے لوگوں کو جاگیریں اور زمینیں دینے کے لیے ایک اعلیٰ اور دانش مندانہ معیار بنا رکھا تھا۔ یہ معیار یہی تھا کہ جو شخص یا اشخاص جس قدر رقبہ بہتر طور پر قابل کاشت کر سکیں اور زمین میں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکیں وہی جاگیر اور زمین لینے کے حق

Marfat.com

دار قرار دیئے جاتے تھے۔ گویا اس طرح زمینوں میں مزار عین کی تعداد بڑھانے کے بجائے ملکیتی بنیادوں پر زمینیں تقسیم کی جاتی تھیں تاکہ ہر مالک اپنی زمین میں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرے اور زمین سے محبت اور وابستگی کا بھی احساس پیدا ہو۔ یہاں تک بھی معلوم ہوا ہے کہ زمینوں کے زیادہ حریص لوگوں کو انھوں نے صرف اس قدر زمینیں دیں کہ جس قدر وہ زمین کا بہتر اور مناسب انتظام کر سکتے تھے۔ اور یہ اصول نظام زمینداری میں ایک احسن اصول تھا۔

رفاہ عامہ کے کام۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ خود بھی تمام عمر لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے مثالی خدمات انجام دیتے رہے' اس لیے انھوں نے اپنے متعدد فرامین میں اپنے گورنروں اور دیگر حکام کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ وہ رفاہ عامہ کے کاموں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور یہی نہیں بلکہ ہر طبقہ کے لوگوں کی ضروریات زندگی پر گہری نظر رکھیں تاکہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہ رہے۔ اپنے عہد خلافت میں وہ خود بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں پوری توجہ سے منہمک رہتے تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ کبھی کبھار خیبر کی وادی کی جانب سیلاب کے ریلے آ کر مدینہ منورہ کی آبادی کو بھی نقصان پہنچا دیا کرتے تھے۔ اس سے لوگوں کا بہت سا مالی اور جانی نقصان بھی ہوتا تھا۔ بلکہ مسجد نبوی بھی اس سیلاب کا زد میں آ سکتی تھی۔ اس لیے خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان نے مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک بند تعمیر کروا دیا تھا' اور ایک نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ مدینہ منورہ سے مستقل طور پر موڑ دیا تھا۔ اس بند کو مہروز بند سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ مدینتہ النبی میں حضرت عثمان غنیؓ کا یہ کارنامہ ایک بہت بڑا فلاحی منصوبہ شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح مسجد نبوی کی تزئین و توسیع کا کام بھی حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی ذاتی لگن' تقدس اور احترام کے حوالے سے کروایا تھا۔ اس طرح قریباً دس مہینوں کی مدت میں مسجد نبوی میں قابل ضرورت اور خوشنما حد تک توسیع و تزئین کا کام مکمل ہو گیا تھا۔ اس طرح مسجد کی عمارت اس وقت ڈیڑھ سو فٹ تک لمبی ہو گئی تھی۔

عسکری اصلاحات۔ حضرت عثمان غنیؓ کے مکتوبات اور فرامین سے یہ بھی واضح طور ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ اکثر فوجی نظم و نسق میں بھی گہری دلچسپی لیتے تھے۔ لہٰذا آپ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ کے بنائے ہوئے فوجی مراکز کو اور وسعت اور استحکام بخشا' خلافت کا منصب سنبھالنے کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے تمام فوجیوں کی تنخواہوں میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اعلیٰ اور نہایت زیادہ جرات و ہمت کا مظاہرہ

Marfat.com

کرنے والے فوجیوں کے لیے بھی خصوصی وظائف اور اعزازات کا اہتمام بھی کر رکھا تھا۔ انھوں نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسا موثر فوجی نظام رائج کر رکھا تھا کہ اسلامی دنیا کے کسی بھی حصے میں بڑی سرعت کے ساتھ کمک اور لشکر روانہ کیے جا سکتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنیؓ کی اجازت سے جناب امیر معاویہ نے جو بہترین بحری فوج اور اسلامی بحری بیڑا ترتیب دیا' اس نے بحیرہ روم میں پے بہ پے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں اور یورپی علاقوں میں بھی مسلمانوں کی فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے فوج کو انتظامی شعبہ سے ایک الگ شعبہ بنا کر ایک طرف تو فوج کے وقار کو بلند کیا اور دوسری طرف انتظامیہ کے بوجھ کو بھی کم کر دیا تھا۔ اس طرح حضرت عمر فاروق نے اپنے عہد خلافت میں جس فوجی نظام کی بنیاد رکھی تھی' اسے حضرت عثمان غنی نے ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کے دور خلافت ہی میں فوج میں استعمال ہونے والے جانوروں مثلاً گھوڑوں اور اونٹوں کی زیادہ محتاط اور بہتر پرورش پر بھی خصوصی توجہ دی گئی' ان جانوروں کے لیے جا بجا چراگاہیں اور فوجی اصطبل بھی بنائے گئے۔ اسی دور میں گھوڑوں کے لیے چند ایک' میلوں لمبی چوڑی چراگاہیں بنائی گئیں۔ اس طرح مسلمان فوجوں کو بوقت ضرورت اعلیٰ قسم کے اور طاقتور گھوڑے ہمہ وقت میسر آنے لگے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ عہد عثمانی میں گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ تھی' اور مسلمان فوجیں گھوڑوں اور اونٹوں کے بہترین استعمال سے آگاہ ہو چکی تھیں۔

پھر زمینی معرکوں اور جنگوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے چونکہ اب بحری جنگوں میں بھی کارنامے دکھانے شروع کر دیے تھے۔ ان مسلمانوں نے اگرچہ ایک چھوٹا بحری بیڑا بنا لیا تھا لیکن وہ بحری بیڑا اپنی کارکردگی' فعالیت اور طاقت میں اس قدر اہم تھا کہ اس کے مقابلے میں رومی بحری بیڑے کے سینکڑوں جہاز دم دبا کر بھاگ جایا کرتے تھے۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ بذات خود صحیح معنوں میں نائب الرسول تھے' اور ہر حال میں دین کی خدمت کرنا انھوں نے اپنا فرض اولین بنا رکھا تھا۔ اس لیے وہ تبلیغ دین سے ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی غافل نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنے عاملین کو اکثر لکھا کرتے تھے کہ اسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے بچایا جائے۔ لوگوں کو عدل و انصاف اور حسن سلوک سے اسلام کا گرویدہ کیا جائے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ "جہاد میں جو قیدی گرفتار ہو کر آتے تھے ان کے سامنے خود اسلام کے محاسن بیان کر کے ان کو دین متین کی طرف دعوت دیتے تھے"۔ اسی طرح انھوں نے کئی رومی لونڈیوں کو بھی خود اسلام قبول کرایا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنیؓ لا

Marfat.com

تعداد فقہی مسائل بیان کیا کرتے تھے۔

صاحب صبرو حیاء۔ فقہی اور تصوف کی دنیا میں ذوالنورین حضرت عثمان غنی کو صاحب صبرو حیاء شمار کیا جاتا ہے۔ تصوف میں ان کا شیوہ تھا کہ "جو صورت حال ہو' اس پر صبر کیا جائے اور آنکھ حق تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا کی وجہ سے کسی غیر پر نہ پڑے"۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ عارفان صابر کے استاد ہیں۔ قادر مطلق کے مشاہدے میں مستغرق رہتے تھے۔ برگزید الرحیم الرحین تھے۔ مقتول اکرام الاکرمین اور صاحب ایمان حیا تھے۔ انھوں نے اپنے صبرو تحمل سے مسلمانوں کو بہت بڑی خونریزی سے بچائے رکھا اور نازک ترین صورت حال میں بھی صرف اپنی شہادت کو خوش دلی کے ساتھ قبول کر لیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے متعدد فرامین اور مکتوبات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے حاکموں پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے' اور ان کا سالانہ کانفرنسوں کے دوران میں بھی شدید محاسبہ کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمان عوام اور عام لوگوں کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ حاکموں کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ اپنے حاکموں اور عوام الناس سے یہ بھی تاکید کرتے تھے کہ اکابرین کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے۔ صحابہ کرام کے رتبے کی بجا طور پر پاسداری کی جائے' تاکہ ان اکابرین میں کسی طرح کی بدگمانی پیدا نہ ہو' اور وہ عام معاشرے سے کٹ کر نہ رہ جائیں۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ بن عفان نے عام شہریوں اور مسلمانوں کے نام جو چند ایک اہم خطوط تحریر کیے ہیں۔ ان میں آپ نے لوگوں کو اپنے اور اپنے حاکموں کے حقوق کا لحاظ رکھنے کی تلقین کی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں میں فتنہ و فساد نہ ڈالو' اور جہاں تک ممکن ہو سکے حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ جس کام کے خلاف جو بھی شکایت ہو وہ تحریری طور پر' بالمشافہ یا کسی بھی وفد یا نمائندے کے ذریعے سے مرکزی حکومت کے علم میں لائی جائے۔ اس پر تحقیقات کے بعد ضرور کاروائی کی جائے گی۔

چند ایک سنگین اور نازک مواقع پر بھی حضرت عثمان غنیؓ نے غالباً تمام صوبوں کے مسلمانوں کے نام جو خطوط لکھے' ان میں مسلمانوں کو دعوت دی گئی کہ وہ خود مرکز اسلام اور دارالخلافہ مدینہ منورہ میں آکر حالات و واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور پھر صورت احوال کو جس طرح وہ چاہیں سنبھال لیں۔ اور معاملات کو سلجھا دیں۔ اسی طرح حج کے موقع پر تو اکثر مسلمان آکر اپنے اپنے احوال سے باخبر کیا کرتے تھے۔ ان شکایات کے جواب میں خلیفۃ المومنین اپنے بڑے بڑے منصب داروں اور حاکموں کے خلاف کاروائی کرنے میں بھی تامل

Marfat.com

سے کام نہیں لیتے تھے۔

دشمنی کے قرینے۔ زندگی میں جس طرح دوستی کے قرینے ہوتے ہیں اسی طرح دشمنی نبھانے کے بھی اپنے طریقے اور قرینے ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی نے اپنے متعدد فرامین اور مکتوبات میں اپنے عمال اور حاکموں کو بڑے واضح الفاظ میں لکھا کہ اپنے اور حکومتی دشمنوں کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک کیا جائے کیونکہ بہر طور دشمن بھی حسن سلوک کے حق دار ہیں۔ اس لیے انھیں اس سلوک سے محروم نہ رکھا جائے۔ دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک تمھیں امن و سکون دے سکتا ہے اور دشمنوں پر بھی تمھیں غالب کر سکتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے فرامین اور مکتوبات اس قدر واضح اور انسانیت نواز ہیں کہ ان کی موجودگی میں' ان کی ذات پر جو طرح طرح کے الزامات عاید کیے ہیں' وہ بے وزن اور منافقانہ کارروائیاں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ آپؓ نے اس ساری صورت حال اور یکسر ناسازگار حالات میں اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور منصب خلافت پر آنچ نہ آنے دی۔ اگر حضرت عثمان غنی کسی بھی وقت چاہتے وہ فتنہ پردازوں اور شورش پسندوں کے ساتھ سختی سے نمٹ سکتے تھے' لیکن انھوں نے صبر اور مروت سے کام لیا اور مسلمانوں کو مسلمانوں سے برسرپیکار ہونے سے روکے رکھا۔

حضرت عثمان غنیؓ معصوم اور بے گناہ تھے۔ ان کے خلاف منافقین کی کارروائیاں رنگ لائیں اور تاریخ نے ان کے عہد کے خلاف غلط فہمیوں کا ایک کثیف تانا بانا بن دیا۔ جس کے پیچھے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کا شفاف' صاف اور پاکیزہ کردار چھپ کر رہ گیا۔ اس کے بعد تاریخ ان کے خلاف بدستور اعتراضات اور الزامات عاید کرتی چلی گئی۔ حالانکہ اس دور میں مسلمانوں میں نفوذ کر جانے والی آسودگی اور دولت کی فراوانی کا یہ تاریخی وجوب تھا کہ جو خلافت کو رفتہ رفتہ ملوکیت میں بدلنے لگا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں حتی المقدور ملوکیت کے اس سیلاب کو روکنے کی بھرپور کوشش کی لیکن جعلی نبوتوں کی وہ لہر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی میں ابھری' اور منافقین کی وہ سرگرمیاں کہ جن سے رسول اللہ نے بھی پناہ مانگی تھی' وہ زیر زمین اپنا وجود برقرار رکھتے ہوئے یہودیوں کی سازشوں کے باعث مجسم ہوئیں اور خلافت عثمانی کو گہنا کر رکھ گئیں۔

Marfat.com

باب-۹

عہد عثمانی کے چند اہم امور

خلیفہ سوم سید نا حضرت عثمان ذوالنورین کا عہد خلافت لگ بھگ بارہ سال پر محیط ہے۔ آپ کے اس سارے دور کو اسلامی فتوحات ہی کا ایک تسلسل شمار کیا جاتا ہے۔ اس دور میں ولید بن عقبہ' سعید بن العاص' عبداللہ بن عامر' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور حضرت امیر معاویہ نے بجا طور پر فتوحات حاصل کر کے سلطنت اسلامی کو وسعت بخشی۔ اس طرح اسلامی دنیا طرابلس سے لے کر سندھ تک پھیل چکی تھی۔ اپنے دور خلافت میں حضرت عثمان غنیؓ نے ایک جانب تو ان صوبوں اور علاقوں پر از سر نو فتوحات حاصل کیں کہ جن پر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا تسلط تو بٹھا لیا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد ایرانیوں اور رومیوں نے بغاوتوں اور سرکشی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ نئی فتوحات میں شمالی افریقہ کے علاقے مثلاً تیونس' الجزائر اور مراکش وغیرہ اور بحیرہ روم کے کئی مشہور اور اہم جزیروں پر مسلمانوں نے پہلی بار کامیابیاں حاصل کر لی تھیں۔ پھر اسی دور میں مسلمان مجاہدین نے اندلس کا بھی محاصرہ کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی کے عہد کی جو سب سے بڑی عسکری ترقی تھی' وہ مسلمانوں کا بحری جنگوں میں حصہ لینا تھا۔ اس طرح مسلمان مجاہدین نے سکندریہ' بحیرہ اسود اور بحیرہ روم کے بیشتر علاقوں میں اپنی جرات اور بہادری کی دھاک بٹھا دی تھی۔ ایک وقت تھا کہ عہد عثمانی سے پیشتر مسلمانوں کے پاس ایک بھی بحری بیڑا نہیں تھا۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت مسلمانوں کا ایک بہت بڑا اور تجربہ کار مجاہدین سے آراستہ بیڑا موجود تھا۔ عہد عثمانی میں اپنے اسی فعال اور چاق و چوبند بحری بیڑے کی بدولت مسلمان مجاہدین نے کم و بیش پچاس بحری جنگیں لڑیں اور ان میں سے اکثر جنگوں میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔

حضرت عثمان غنیؓ بھی جذبہ جہاد سے پوری طرح سے سرشار تھے' وہ فروغ اسلام اور ترویج دین کے لیے خود بھی ہمیشہ سب سے زیادہ فعال اور چوکس رہے' انھوں نے خلافت سے پہلے بھی تن من دھن سے ہر جنگ اور جہاد میں حصہ لیا۔ بلکہ جہاد میں تعاون کرنے میں آپؓ اکثر دیگر افراد پر سبقت لے جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

نظریہ جہاد۔ ایک روایت کئی طریقوں سے بیان کی جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑائی میں حضرت عثمان غنیؓ سے مالی مدد طلب کی' تو حضرت عثمان غنیؓ نے حضور کی خدمت میں دس ہزار دینار بھجوا دیئے۔ اس دور میں یہ رقم بہت بڑی رقم تھی۔ بتایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رقم کو اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گئے۔ وہ دیناروں کو آہستہ آہستہ اچھالتے اور فرماتے "عثمان! اللہ نے تیرے سارے گناہ' خواہ تو نے چھپ کر کیے ہیں یا ظاہرا" کیے سب بخش دیئے ہیں"۔

حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین جہاد کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ:

"ایک بار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا' لیکن میں نے آپ لوگوں سے اس امر کی پوشیدہ رکھا تھا' محض اس خطرہ کے تحت کہ کہیں تم مجھ سے جدا نہ ہو جاؤ۔ لیکن میرا اب خیال ہے کہ تم لوگوں کو بتا دوں۔ اس کے بعد ہر انسان کو اختیار ہے جو بہتر سمجھے اس پر عمل کرے۔ میں نے رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ' فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا پڑاؤ ان ہزاروں دنوں سے بہتر ہے جو گھر میں رہ کر گزارے جائیں"۔

اسی طرح ایک اور روایت میں یوں ہے کہ:

"اللہ کے راستے میں ایک رات کی چوکیداری ان ہزار رات دن سے بہتر ہے جس میں راتوں کو عبادت کی جائے اور دنوں میں روزہ رکھا جائے"۔

جہاد ہی کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس بستی سے نکال جہاں لوگ بڑے ظالم اور جفاکار ہیں۔ اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ مددگار مقرر فرما"۔(۷۵:۴)

اور پھر ایک اور جگہ پر ارشاد خداوندی ہے کہ "...... اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے"۔

فتوحات کا دور۔ حدیث نبوی کے حوالے سے جہاد کی جو تین قسمیں "مالی جہاد' جسمانی جہاد اور لسانی جہاد" ہیں' حضرت عثمان غنیؓ ان تینوں قسموں کے جہاد میں عمر بھر مصروف رہے۔ اور اس میں لوگوں کے لیے کئی اعلیٰ مثالیں قائم کیں' یہ ان کا اعلیٰ جذبہ جہاد ہی تھا کہ جس کے تحت انھوں نے اپنے عہد خلافت میں طرابلس' تیونس' الجزائر خراساں' طبرستان' سوات' کابل' بجستان' نیشاپور' آبنائے باسفورس کے علاقے' قبرص' روہوڈس' آذربائیجان' آرمینیہ اور

Marfat.com

رومیوں کی اور ایرانیوں کی پوری عظیم سلطنتوں کو اپنے زیر تسلط لے لیا اور کئی نئے علاقوں اور صوبوں کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کو بے پناہ وسعت بخشی۔

برعظیم پاک و ہند کے علاقوں پر عربوں کی ہمیشہ نظر رہی۔ ۱۵ ہجری میں عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے ہندوستان کی کی مشہور بندرگاہ پر حملہ کیا۔ پھر دیبل پر بھی چند ایک سال بعد عربوں کے حملے ہوئے۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے کسی مصلحت کے تحت کچھ عرصہ کے لیے ان علاقوں کی تسخیر کو ملتوی کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ٹھٹھہ یا موجودہ کراچی کے قریب بھی مسلمان مجاہدین حملے کرنے میں مصروف رہے۔ اس کے چند سال بعد حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں باقاعدہ طور پر ایک دریائی اسلامی دستہ دیبل اور ٹھٹھہ وغیرہ کی بندرگاہوں کی دیکھ بھال کر کے واپس چلا تھا۔ گویا ہمارے علاقوں میں بھی اسلام حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں اپنی نورانی کرنیں پھیلانے لگا تھا۔

چند انتظامی تبدیلیاں ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اپنے زمانہ خلافت میں چونکہ کئی نئی فتوحات کے باعث سلطنت اسلام میں خاصی وسعت پیدا ہو چکی تھی، اور لوگوں میں دولت کی بھی خاصی ریل پیل رہنے لگی تھی، اس لیے انھوں نے اپنے عہد کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق انتظامی طور پر بھی کئی ایک تبدیلیاں کی تھیں۔ مثلاً انھوں نے اپنے چند ایک گورنروں کو ان کے تساہل، ہٹ دھرمی اور عیوب شرعی میں ملوث ہونے کی پاداش میں قرار واقعی سزائیں دی تھیں۔ جن گورنروں کے خلاف انھیں شکایات موصول ہوتیں، ان پر آپؓ فوری طور پر تحقیقاتی وفد قائم کر کے تعزیرات نافذ کر دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنیؓ نے بعض صوبوں میں اپنے اعتماد کے افراد کو گورنر اور حاکم بنا دیا تھا، لیکن ان تعیناتی امور میں بھی انھوں نے لوگوں کے اعتماد، نیکی اور سادگی ہی کو معیار بنایا تھا۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین نے اپنی مشاورت کے لیے عام مجلس شوریٰ کے ساتھ ساتھ عمال کی مجلس شوریٰ بھی بنا رکھی تھی۔ اس خصوصی مجلس شوریٰ میں دیگر صوبوں کے عمال بلحاظ عہدہ ارکان کے طور پر حصہ لیا کرتے تھے۔ ان عمال سے بھی تحریری طور پر رائے لی جاتی اور بعض صورتوں میں ایک بڑی کانفرنس کی صورت میں دارالخلافہ میں انھیں بلا کر ان سے مشاورت حاصل کی جاتی۔

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے صوبوں کی تقسیم میں بھی چند ایک اہم تبدیلیاں کیں۔ اس حوالے سے انھوں نے نئے فتح ہونے والے علاقوں کو الگ الگ صوبوں کا درجہ دے دیا اور پھر دمشق، اردن اور فلسطین کو ایک بڑا صوبہ بنا دیا تھا۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دکھایا

Marfat.com

کہ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان نے فوجی حاکم اور انتظامی حاکم کا الگ الگ عہدہ مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح فوجی سربراہ اپنی جنگی مصروفیات میں منہمک رہتا اور انتظامی سربراہ انتظامیہ کو سنبھالے رکھتا۔

بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں کئی صوبوں کے خراج میں خاطر خواہ اضافہ کیا اور مرکزی حکومت کے حصہ کو بھی مستحکم کیا۔ اس لیے بعض عامل جو خراج میں کمی کرنے کے مرتکب ہوتے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاتی۔ یہ خراج کی وافر وصولی ہی کا کرشمہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے تنخواہ دار لوگوں اور اہل وظائف کے وظیفوں میں یکمشت ایک ایک سو درہم کا اضافہ کر دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے عوام الناس اور عام مسلمانوں کی خوشحالی اور آسودگی کی خاطر رفاہ عامہ کے بے شمار منصوبے مکمل کیے۔ اس طرح متعدد نئی مساجد اور مسجد مکتب بنائے گئے۔ مہمان خانے قائم کیے گئے۔ سڑکیں، پل اور دیگر عوامی سہولتیں فراہم کر کے لوگوں کی زندگی کو خوشحالی بخش دی۔

مفاد عامہ اور رعیت کا حق۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنی رعیت پر بڑے رحم دل اور انتہا درجے کے انصاف پسند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہمیشہ رعیت کے امور کو اولیت دی۔ ان میں عوام الناس کے حوالے سے بے پناہ اجتہادی بصیرت بھی تھی۔ اس پس منظر میں ایک اہم واقعہ یوں مرقوم ملتا ہے کہ "جب حضرت عمر بن الخطاب قتل ہوئے تو ہرمزان کو خنجر ہاتھ میں لیے ہوئے نکلتے دیکھا گیا۔ حضرت عمر کے چھوٹے صاحبزادے عبید اللہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے والد حضرت عمر فاروقؓ کا وہی قاتل ہے۔ لہٰذا انھوں نے ہرمزان کو قتل کر دیا"۔

یہ مقدمہ حضرت عثمان غنیؓ کے دربار خلافت میں پیش ہوا۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کو مشورہ دیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ لیکن حضرت عثمان غنی نے ان سے فرمایا کہ "یہ میں کس طرح کر سکتا ہوں کہ جس شخص کا باپ کل قتل کیا گیا ہے آج اس کو بھی قتل کر دوں۔ ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ مقتول ایک نو مسلم شخص تھا جس کا میں ولی ہوں۔ لہٰذا قصاص معاف کر کے اپنے مال سے مقتول کی دیت ادا کروں گا"۔ اس قول سے حضرت عثمان غنیؓ کا مطلب یہ تھا کہ قصاص کے مقابلے میں دیت پر صلح کر لوں گا اور امام کو اس کا حق حاصل ہے۔ (بدائع، شرح مجلہ)

گویا اپنے اس فیصلے سے حضرت عثمان غنیؓ نے مصلحت عامہ کے تحت رعیت کے حق میں تصرف کیا۔ اس اجتہادی مسئلہ میں حضرت عثمان غنی نے انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی بنیادوں پر بھی غور و خوض کی دعوت کے باب وا کیے۔ لیکن شاید حضرت

Marfat.com

عثمان غنیؓ کے اس پہلے ہی فیصلے پر چند ایک احباب کی رائے مختلف ہو گئی تھی' اور بعض لوگوں نے یہ تاثر بھی لینا شروع کر دیا تھا کہ شاید خلیفہ نے حضرت عمر فاروق کے بیٹے کے معاملے میں قدرے لچک سے کام لیا ہے۔ حالانکہ خلیفتہ الرسول کا یہ فیصلہ سرا سر اجتہادی اور مفاد عامہ کے تحت میں انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر کیا گیا تھا۔

عام معاشرتی فیصلے۔ مفاد عامہ ہی کے حوالے سے بھی حضرت عثمان غنیؓ کی انسانیت نواز اور انسانی بنیادوں پر کئی اور اہم خدمات ہیں۔ وہ اسلامی قوانین کے پس منظر میں بھی عوام اور لوگوں کی روحانی اور نفسیاتی ضروریات کا بھی پورا پورا دھیان رکھتے تھے۔ مثلاً ایک شرعی معاملہ مفقود الخبر شوہر کا پیش آیا تو اس سلسلے میں کئی طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہونے لگی تھیں۔ اس بارے میں حضرت عثمان غنیؓ نے بڑے دو ٹوک انداز میں فرمایا کہ:

"اگر عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا ہو اور اس بعد کے پہلا شوہر جو مفقود الخبر تھا' واپس آ جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ وہ بیوی چاہتا ہے یا مہر کی واپسی۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اگر اس نے مہر کو اختیار نہ کیا تو زوجہ' شوہر ثانی سے تفریق کرانے کے بعد عدت شوہر پوری کر کے شوہر اول کے پاس جائے گی۔ اگر اس نے بیوی کی واپسی کے بجائے مہر کا مطالبہ کیا تو اس شوہر کو مہر لایا جائے گا۔ اگر شوہر ثانی نے اس سے صحبت کی ہو تو شوہر ثانی سے مہر بھی دلایا جائے گا"۔

اسی طرح خلع اور ورثے کے حوالے سے بھی حضرت عثمان غنیؓ نے پہلے خلفاء کے اقوال کی عملی پیروی کو ترجیح دی اور کئی اہم اجتہادی فیصلے کیے۔ مثلاً انھوں نے طلاق جیسے ایک نازک ترین معاشرتی معاملے میں بھی اپنی بصیرت اور انسانی ضروریات اور سماجی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا۔ ایک موقع پر مرد کے نشہ کی حالت میں طلاق دیے جانے کے ضمن میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنا بڑا ہی مثالی فیصلہ سنایا کہ "بحالت نشہ طلاق واقع نہ ہو گی"۔

حالانکہ عام علماء اور صحابہ کرام کے نزدیک وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ اور ابن عباس بھی طلاق واقع ہونے کی تائید کرنے والوں میں ہیں۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کا یہ اجتہادی معاشرتی فیصلہ اپنے دور رس نتائج کے باعث بے حد اہم دکھائی دیتا ہے۔

اسلامی معاشرت میں "ہبہ" ایک اہم معاشرتی امر ہے۔ اس میں کوئی چیز' جائیداد' مال اسباب کسی کے نام وقف' عنائت یا بخش دینے کا عمل ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں عموماً ہبہ نامہ یعنی دستاویز یا کاغذ بھی تحریر کیا جاتا ہے' اور اس کی باقاعدہ قانونی حیثیت ہوتی ہے۔

اسی ایک اسلامی معاشرتی مد ہبہ کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ "جب کوئی آدمی اپنے نابالغ بچے کے حق میں ہبہ کرے تو اس آدمی کے ہبہ کا اعلان کر دینے سے وہ ہبہ جائز ہو جاتا ہے"۔

اس پس منظر میں "محمد بن احمد بن ابجہیم کی سند سے حضرت معاویہ بن حیدہ سے مروی ہے کہ ان کے والد ابوحیدہ کے علاتی بیٹے نابالغ موجود تھے' اور ابوحیدہ خاصے مالدار شخص تھے۔ انھوں نے اپنا تمام مال ان میں سے کسی ایک لڑکے کو دے دیا۔ چنانچہ ان کا ایک لڑکا جس کا نام معاویہ تھا' وہ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان کے والد کو اختیار دیا کہ آپ اپنا مال اپنی ذات کے لیے واپس لے لیں یا تمام اولاد کے درمیان عادلانہ طریقے پر تقسیم کریں۔ چنانچہ انھوں نے اپنا مال واپس لے لیا اور انتقال کے بعد اس کو متروکہ چھوڑا جب کہ معاویہ کے بھائی بالغ ہو چکے تھے"۔ اپنے اس فیصلے میں حضرت عثمان غنیؓ نے صرف علاتی بھائی یعنی سوتیلے بھائی پر والد کی جانب سے دی گئی فوقیت کو ختم کیا گیا تھا اور پھر عادلانہ طریقے پر تقسیم جائیداد کی راہ بھائی تھی۔

بچوں اور بڑوں کا احساس۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے سارے بارہ سالہ عہد خلافت میں ہمیشہ بچوں اور بزرگوں کے حقوق کا حتی الامکان دھیان رکھا۔ بچوں کو تحفے تحائف اور وظائف دینے کے سلسلے میں آپ کی بڑی واضح پالیسیاں تھیں۔ انھیں شیر خوار بچوں کا بھی احساس تھا اور بڑے بچوں کی بھی برابر پرواہ تھی۔ ایک واقعہ پیش ہے کہ:

"ابواسحاق اپنے دادا خیار سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا گزر حضرت عثمان کی خدمت میں ہوا تو حضرت عثمان نے ان سے پوچھا: "بڑے میاں! آپ کے ساتھ کتنے بال بچے ہیں"؟ انھوں نے کہا "میرے ساتھ کنبہ ہے" اس پر حضرت عثمان نے کہا "ہم نے تمہارے لیے اتنا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے (راوی کو یہ مقدار یاد نہ رہی)۔ اور تمہارے بچوں میں سے ہر ایک کے لیے سو سو درہم"۔

اسی پس منظر میں کہ بچوں کے وظائف کی کیا صورت تھی۔ "ابوقبیل کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بچہ کے پیدا ہوتے ہی دس درہم والوں میں اس کا اندراج ہو جاتا۔ پھر جب وظیفہ کی عمر کو پہنچتا تو اسے دوسری فہرست میں شامل کر لیا جاتا"۔ فوجیوں کے بچوں کے لیے بھی دس دس درہم مقرر تھے۔ اور یہ وظیفہ حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے بعد کے خلفا نے بھی جاری رکھا۔

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حاملین وظائف کے مرنے کے بعد اس وظیفہ کی صورت ضرورت کے مطابق بدل دی جاتی تھی' بلکہ ایک طرح سے میراث کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا۔

Marfat.com

"قیس بن ابن حازم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات کے بعد حضرت زبیر نے حضرت عثمان بن عفان سے کہا" مجھے عبداللہ کا وظیفہ دے دو' اس لیے کہ عبداللہ کے بال بچے بیت المال کے مقابلہ میں اس رقم کے زیادہ مستحق ہیں' چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں پندرہ ہزار درہم دے دیئے"۔

جاگیریں عطا کرنے کا معاملہ۔ حضرت عثمان غنیؓ عام بزرگان اور اکابرین کے ساتھ صحابہ کرام کا بھی بے حد خیال رکھا کرتے تھے۔ اس حوالے سے انھوں نے یہاں تک دریا دلی اور فیاضی سے کام لیا کہ بعض لوگوں نے اس صورت حال کو نزاعی بنا کر رکھ دیا تھا۔ "موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کرام کو بطور جاگیر زمینیں دی تھیں۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت زبیرؓ' حضرت سعدؓ' ابن مسعودؓ' اسامہ بن زیدؓ اور خباب ابن الارتؓ"۔

حضرت عثمان غنیؓ کا بعض صحابہ کرام کو جاگیریں دینا اور ان صحابہ کا وہ جاگیریں قبول کر لینا' ایک امری اور فطری سا عمل ہے۔ اس بارے میں علما کی ایک جماعت نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جاگیریں سواد عراق کے علاقہ میں دی گئی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے صرف انھیں زمینوں میں سے جاگیریں عطا کی تھیں جن کا کوئی مالک نہیں رہا تھا۔ اسی طرح جو جاگیر عثمان بن ابی العاص کو دی گئی' وہ علاقہ بصرہ میں تھی' جو سیم اور تھور سے بھری ہوئی تھی۔ غیر آباد بھی تھی اور اس میں جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ اس علاقے کو صاف کر کے کاشت کے قابل بنایا جا سکتا تھا۔ ویسے بھی غالباً یہ ایک طرح کا زرعی اصلاحی قانون تھا کہ "وہ زمین جس کا بیشتر حصہ جھاڑیوں سے ڈھکا ہو اس پر غیر آباد زمین کا اطلاق ہو گا' اور جو اسے آباد کرے گا وہ اسی کی ہو جائے گی"۔

اسی آباد کاری کے حوالے سے ایک بڑی واضح اور مستحسن روایت یوں بھی ہے کہ "غیر آباد زمین اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے"۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "پھر میری طرف سے اے مسلمانو! وہ تمھارے لیے ہو گی"۔

مسلمانوں میں سے اکابر صحابہ کو جاگیریں دینے کی یہ کوئی نئی روایت نہیں تھیں۔ بلکہ عہد نبوی سے لے کر تمام خلفاء کے دور میں مال غنیمت اور خمس میں سے بھی لوگوں کو برابر حصہ دیا کرتے تھے۔ اس تناظر میں سورہ الانفال میں یوں بتایا گیا ہے کہ:

"اور جان لو کہ جو چیز بھی تم کو غنیمت میں ملے' تو اس میں سے خمس اللہ کے لیے ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں کے لیے"۔

Marfat.com

زکوٰۃ کے بارے میں- حضرت عثمان غنیؓ نے محض سخاوت اور فیاضی ہی کو رائج نہیں رکھا تھا' بلکہ انھوں نے بیت المال اور زکوٰۃ کے نظام میں بھی بعض اہم خدمات انجام دیں اور اس طرح زکوٰۃ کی مستقل آمدنی بڑھا دی اور اس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی تقسیم کے نظام کو بھی بجا طور پر ارتقا اور بہتری سے ہمکنار کیا- اس مد میں حضرت عثمان غنیؓ نے بعض دقیق اور پیچیدہ امور کا بھی بڑے واضح الفاظ میں اجتہادی اعتبار سے فیصلہ کر دیا تھا-

"سائبؓ بن یزید راوی ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کہا کرتے تھے: ایسے قرض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جسے تم قرض دار سے جب چاہو مطالبہ کر کے لے سکو' اور ایسے قرض پر بھی جو آسودہ شخص پر ہو اور تم شرم یا رواداری کی وجہ سے اسے چھوڑ رکھو"-

عائشہ بنت قدامہ بن مظعون کہتی ہیں "حضرت عثمان بن عفان جب وظیفہ اجرا کرتے تو میرے باپ کو کہلا بھیجتے کہ اگر تمھارے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہے تو ہم تمھارے وظیفہ میں سے اس کا حساب کر لیں گے"-

بتایا جاتا ہے کہ لوگوں کو زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی کے لیے حضرت عثمان غنیؓ اکثر یاد دہانی کروا دیا کرتے تھے- "سائب بن یزید کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان بن عفان کو یہ کہتے سنا: یہ تمھاری زکوٰۃ نکالنے کا مہینہ ہے (مذکورہ مہینہ سے مراد ماہ رمضان ہے یا ماہ محرم ہے)' سو جس شخص پر قرض ہو وہ اپنا قرض ادا کر دے تاکہ تم لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نکال سکو- اور جس کے پاس اموال نہیں ان سے زکوٰۃ نہیں مانگی جائے گی تا آنکہ وہ رضاکارانہ لے آئے- اور جس شخص سے زکوٰۃ لے لی جائے اس سے آئندہ سال اسی ماہ سے قبل کچھ نہیں لیا جائے گا"-

زکوٰۃ کی وصولی کے حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں ایک روایت ہے کہ "جس سے بھی ہم زکوٰۃ لیں گے' اس کی شکل یہی ہو گی کہ وہ رضاکارانہ ہمارے پاس زکوٰۃ لے آئے"- مزید یہاں تک بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو جزیہ کی طرح وصول کرنے کے حق میں نہیں تھے' بلکہ زکوٰۃ نہ دینے پر گرفت بھی کی جا سکتی ہے- گویا اس حوالے سے حضرت عثمان غنیؓ ایک حد تک خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کارروائیوں کو ذہن میں رکھتے تھے-

ایک اہم معاہدے پر شہادت- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایک اہم معاہدے کیے ہیں' ان میں سے نجرانیوں سے کیے گئے معاہدے کو خاص اہمیت حاصل ہے- نجران کا علاقہ نجد اور یمن کے درمیان واقعہ ہے- اس بستی میں عیسائی قبائل آباد تھے- یہاں پر ۱۰ ہجری میں اللہ کے رسول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا تھا- نجران کے لوگوں نے جنگ کے مقابلے میں صلح کر لی تھی- اس موقع پر

Marfat.com

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ "تین مرتبہ بلند آواز سے اسلام پیش کرنا' جو قبول کر لیں صرف انھیں ہی کو سکھانا اور جو نہ مانیں ان سے مقابلہ کرنا"۔ لہٰذا بہت سے لوگ تو اسی وقت ایمان لے آئے تھے' جو لوگ باقی بچے تھے انھوں نے جزیہ اور عسکری تعاون فراہم کرنے کی شرائط پر صلح کر لی تھی۔ مسلمانوں کو خاصی مراعات دی گئی تھیں اور اس معاہدہ پر حضرت عثمان غنیؓ نے بطور اہم گواہ کے دستخط کیے تھے۔

اس معاہدے میں حضور پر نور رحمتہ اللعالمین نے خود سب سے زیادہ رحم دلی اور روا داری کا ثبوت فراہم کر کے بعد کے معاہدوں کے لیے ایک ماڈل اور نمونہ معاہدہ پیش کر دیا تھا۔ اس معاہدے میں تحریر تھا کہ۔

"نجران اور ان کے لواحقین کو اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ و امان حاصل ہو گا' اس بات پر کہ ان کی جان و مال' شریعت و مذہب' عبادت گاہیں' ان کی رہبانیت' ان کی دینی پیشوائیت ان کے موجود اور غیر موجود افراد' نیز جو کچھ تھوڑا بہت ان کے دست تصرف میں ہے وہ محفوظ رہے گا اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ نہ کسی ولی عہد نواب کو اس کی ولی عہدی سے ہٹایا جائے گا۔ نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے ہٹایا جائے گا۔ نہ ان سے عشر لیا جائے گا' نہ ان کے علاقہ میں کسی لشکر کو آنے دیا جائے گا۔ ان لوگوں پر یہ پابندی ہو گی کہ سود نہیں کھائیں گے' اور جو بھی آئندہ سود لے گا وہ میری ذمہ داری و امان سے خارج ہو جائے گا۔ نیز مستقبل میں یہ انتہائی کوشش اور خیر خواہی سے کام لیں گے' نہ ان پر ظلم کیا جائے گا نہ تشدد"۔

حضرت عثمان غنیؓ ایک عرصہ تک کاتب وحی کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے تھے' لیکن اس نجران کے معاہدے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کے بجائے یہ معاہدہ حضرت معیقب سے تحریر کروایا۔ اور حضرت عثمان بن عفان کو معاہدے کا گواہ بنا کر انھیں جو فضیلت بخشی وہ محل نظر ہے۔

پھر حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں جب نجرانیوں کا معاہدہ پیش ہوا تو اس سلسلے میں انھوں نے ایوان خلافت سے اہم احکام جاری کیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نجرانیوں کے ساتھ کیے ہوئے اس معاہدے کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں من و عن ملحوظ رکھا۔ لیکن پھر دور فاروقیؓ میں ان لوگوں میں سے بعض لوگوں نے سود لینا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا حضرت عمر فاروقؓ ان لوگوں کے خلاف معاہدے کے مطابق کارروائی کی اور کچھ لوگوں کو جلا وطن کر دیا تھا۔

Marfat.com

نجرانیوں سے حسن معاملہ۔ اس تناظر میں کہ جب نجرانیوں کے ساتھ معاہدہ اول میں حضرت عثمان غنی خود بطور گواہ موجود تھے اور انھوں نے اپنے دستخط بھی کیے تھے' اس لیے ان لوگوں کے معاملہ میں خلیفتہ المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے ولید بن عقبہ کو لکھا تھا کہ:

"نجرانیوں کے نائب' دینی پیشوا اور سردار میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ لے کر آئے اور انھوں نے مجھے حضرت عمر کی شرائط بھی دکھائیں۔ میں نے عثمان بن حنیف سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ اس بارے میں چھان بین کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ شرائط کاشت کاروں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کرنے کے باعث نقصان دہ ہیں۔ لہٰذا میں ان کے جزیہ میں سے دو سو حلے لوجہ اللہ نیز ان کی زمین کے عوض کم کر رہا ہوں۔ اور میں تمھیں ان سے حسن معاملہ کی تاکید کرتا ہوں' کیونکہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہم پر عاید ہوتی ہے"۔

متعدد روایات میں یہ بھی مذکور ملتا ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جناب رسالتماب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ایک دستاویزات اور مکتوبات بھی موجود تھے' وہ ان دستاویزات اور مکتوبات سے اکثر فقہی اور اجتہادی مسائل میں رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک خط تو انھوں نے ابن جریج کو دیا تھا۔ اور اس خط میں زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اونٹوں کی تعداد مقرر کیے جانے کے ثبوت ملتے ہیں۔

برہان' بصیرت اور سچی فراست۔ حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کے حوالے سے "رسالہ قشیریہ" میں فہم و ادراک اور سچی فراست کا واقعہ یوں مرقوم ہے کہ "حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان کے پاس گئے۔ راستہ میں انھوں نے ایک عورت دیکھی' جس کے حسن کو انھوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: "تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں سے واضح ہوتے ہیں"۔ میں نے کہا "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نازل ہوئی ہے؟"۔ فرمایا "نہیں' مگر بصیرت' برہان اور سچی فراست ہے"۔

شاید اسی پس منظر میں "سکینتہ الاولیا" میں دارا شکوہ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قادر مطلق کے مشاہدے میں مستغرق' صاحب حیا و ایمان اور عارفان صابر کے استاد کے القاب سے ملقب کیا ہے۔

رسالہ قشیریہ ہی میں ایک اور واقعہ ملتا ہے کہ اہل ادب کے درمیان ہوتے ہوئے ادب

Marfat.com

ترک کر دینا بھی ادب ہے۔ اس امر کی تائید میں ایک حدیث قدسی یوں بھی ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر اور عمر بن الخطاب بیٹھے تھے' کہ حضرت عثمانؓ آ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران ڈھانپ لی۔ اور فرمایا"۔ جس شخص سے فرشتے حیاء کرتے ہیں' کیا میں اس سے حیاء نہ کروں؟"۔

اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تنبیہہ کر دی کہ اگرچہ عثمان غنیؓ کا احترام بڑا تھا مگر جو کیفیت ابوبکر و عمر کے ساتھ تھی' اس میں زیادہ دوستی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی ایک معصوم خواہش۔ ایک واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ حضرت عثمان بن عفان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کے چند خوشے لے کر حاضر ہوئے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دروازہ پر ایک سائل نے عرض کیا اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہم پر رحم کرے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوشے سائل کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خواہش یہ تھی کہ خود آنحضرت شوق فرمائیں۔ اس لیے انھیں یہ معاملہ ناگوار گزرا۔ انھوں نے باہر نکل کر اس سائل سے وہ خوشے خرید کر پھر آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ سائل نے واپس آ کر پھر سوال کیا۔ یہ عمل تین مرتبہ ہوا۔ ہر مرتبہ آنحضرت اسے دے دیتے (اور حضرت عثمان غنیؓ اسے خرید کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے)۔ حتیٰ کہ آنحضرت نے اس سائل سے دریافت فرمایا "کیا تم سائل ہو یا تاجر"۔

عین اس موقع پر ایک آیت نازل ہوئی جس کا مطلب ہے:

"آپ کسی سائل کو نہ جھڑکیے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی سہ العبادی حیثیت ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عثمان غنیؓ کی یہ شدید خواہش تھی کہ کھجوروں کے تازہ بہ تازہ خوشے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوق فرمائیں' اسی لیے وہ بار بار اس سائل سے کھجوریں خرید کر پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار سائل کو اس کے مانگنے پر کھجوریں دے دیتے رہے۔ اور تیسرے یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ سائل کو کسی طرح سے جھڑکنا نہیں چاہیے۔

بربر لوگوں سے جزیہ لینا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں شمالی افریقہ کا وہ علاقہ فتح ہوا

Marfat.com

جہاں بربر نامی قوم رہتی تھی۔ سوال پیدا ہوا کہ آیا بربر قوم سے جزیہ لیا جائے یا نہیں۔ اس واقعے سے کچھ پہلے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ایران کے مجوسیوں یعنی پارسیوں کے متعلق یہی سوال پیدا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پارسیوں مجوسیوں سے وہی برتاؤ کرو جو اہل کتاب سے ہے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں بربر کا مسئلہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم موجود نہیں تھا۔ قرآن مجید میں بھی صراحت نہیں تھی۔ آخر مشورہ کے بعد خلیفہ نے حکم دیا کہ ان سے جزیہ لو۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ صرف اہل کتاب ہی نہیں' ساری غیر مسلم اقوام سے جو ہماری رعیت ہوں جزیہ لیا جائے۔

پہلے دو خلفاء کی طرح حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں جب کسی علاقے کو فتح کیا جاتا تو ایک معاہدے کے ذریعے یہ صراحت کی جاتی کہ اس علاقے کے لوگ کتنی رقم حکومت کو سالانہ پیش کریں گے۔ اور پھر اس کے لیے خصوصی انتظام کیا جاتا' اور اس علاقے میں حکومت کا ایک نمائندہ یا نائب ہوتا جو مقامی رعایا سے رقم وصول کر کے' حکومت کو سالانہ مجموعی رقم ادا کر دیا کرتا۔ اس کو خراج کا نام دیا جاتا۔ یہ خراج زراعتی اراضی کے لیے بھی ہوتا۔ اسی طرح غیر مسلم رعایا سے جزیہ بھی لیا جاتا۔

زکوٰۃ کی تقسیم کا معاملہ۔ اسی طرح زکوٰۃ کے حوالے سے بھی حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جو نظام رائج تھا وہ بڑا آسان اور سہل تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے وزیر مالیہ نے مشورہ دیا ہو گا کہ زکوٰۃ کی رقم کو مسلمانوں پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ انھیں معلوم ہے کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ اللہ کا فرض کیا ہوا امر ہے۔ اس لیے ان لوگوں کے ضمیر پر چھوڑ دیا جائے۔ ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ ہر سال زکوٰۃ کی رقم خود ہی قرآنی احکام کے مطابق تقسیم کر لیا کریں۔ اگر حکومت اس کے انتظام کو بدستور اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے تو سرکاری عملے کے اخراجات اتنے بڑھ جائیں گے کہ اسے قبول کرنا مشکل ہو گا۔ بہرحال ان حالات میں حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں یہ طے کیا گیا کہ زراعت کی زکوٰۃ' معدنیات کی زکوٰۃ اور فلاں فلاں چیزوں کی زکوٰۃ تو بدستور حکومت ہی لے گی لیکن نقد رقم کی زکوٰۃ' سونا اور چاندی' درہم اور دینار' اس کو مسلمان اپنی صوابدید پر' اپنے ضمیر کے فیصلے کے مطابق ہر سال تقسیم کر دیا کریں۔ یہ ایک طرح سے اس دور کا خود تشخیصی نظام زکوٰۃ اور نظام تقسیم تھا۔

Marfat.com

باب-۱۰

سیرت سیدنا عثمان غنیؓ ذوالنورین

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہی ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کی بادشاہی ہے:

"پاک ہے وہ ذات' جو اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے- پاک ہے وہ ذات جس نے ہماری بصارتوں' گویائیوں کو تخلیق کیا- پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف معرفت سے عاجز رہنے کے سوائے اور کوئی طریقہ نہیں بتایا- پاک ہے وہ ذات' جس کے ہاتھ ہر چیز کی حکومت ہے' اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے"- (سورۃ الحدید:۳)-

اور پھر اسی طرح ثنائے رب جلیل ہے کہ:

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہئے کہ اے اللہ پاک! تو ہی ملک کا مالک ہے' جسے چاہتا ہے ملک دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے' لے لیتا ہے' جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے- تیرے ہی ہاتھ میں نیکی ہے' بلاشبہ تو سب چیزوں پر قادر ہے"-

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیے جو کمیٹی بنائی تھی ان میں جو چھ حضرات شامل تھے ان سب نے خلافت کے لیے اپنا اپنا حق اور اختیار حضرت عثمانؓ بن عفان کو دے دیا تھا' اسی طرح عامتہ المسلمین کا متفقہ فیصلہ بھی حضرت عثمان غنیؓ ہی کے حق میں تھا- اس کے بعد سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بیعت کی اور پھر حضرت علی نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی' پھر دوسرے لوگوں نے بیعت کی' اور بغیر کسی نزاع اور اختلاف کے حضرت عثمان غنیؓ خلیفتہ المسلمین قرار پائے-

ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان اسلام اور عبادات الٰہی کے خواستگار تھے کہ انھوں نے حجر اسود کے قریب نماز پڑھی اور ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کیا-

تقدیر پر شاکر- انھوں نے جاں نثاری اور سخاوت میں انتہا کر دی- تحمل' درگزر اور مروت میں کوئی ان سے نہ بڑھ سکا- انھوں نے اپنی ذاتی جان بچانے کے لیے اختیارات اور استطاعت ہونے کے باوجود شہادت کو ترجیح دی اور مسلمانوں کو باہمی خونریزی سے بچائے رکھا- بلکہ

Marfat.com

انھوں نے پر جوش ساتھیوں اور محافظین کو بھی صبرو تحمل سے کام لینے کا درس دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ محاصرہ عثمان غنیؓ کے دوران میں سیدنا حسن بن علی نے حضرت حضرت عثمان سے کہا کہ "اے امیرالمومنین' آپ حکم دیں' میں بجالاؤں گا"۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا "اے بھتیجے' اپنی جگہ تشریف رکھیے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم تقدیر پورا فرما دے۔ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ یعنی مجھے جنگ و جدل کی ضرورت نہیں"۔

دست عثمان غنیؓ کا شرف۔ بیعت رضوان کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب رسالتماب نے اپنے ہاتھ پر خود دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ "یہ میرا ہاتھ ہے' اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے' اور اب میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں"۔ اور پھر اسی موقع پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے وہ میرا ہاتھ ہے"۔ اس حوالے' اور تناظر میں حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا شرف اور شان کیا ہو گی!۔

"اس شرف کے واحد مستحق تھے بھی سیدنا عثمان غنیؓ ہی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ: جس دن میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے اپنا سیدھا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا' اس دن سے کبھی میرا وہ ہاتھ شرمگاہ سے مس نہیں ہوا"۔ غالباً یہی سبب ہے کہ اشاعت قرآن کا کام اسی مبارک ہاتھ سے لیا گیا۔

ناشر قرآن۔ یہ "مصحف آسمانی" خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں مکمل ہو چکا تھا' اور اسی کی نقول کی اشاعت کا کام حضرت عثمان غنیؓ نے کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب حضرت عثمان غنیؓ صرف "ناشر قرآن" ہیں' "جامع قرآن" نہیں ہیں۔ بہر حال دست قدرت نے اشاعت قرآن کا کام دست عثمان غنیؓ ہی سے لیا کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ رسول کا ہاتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ خود حافظ قرآن تھے۔ ان کے پاس قرآن مجید کا اپنا نسخہ موجود تھا۔ للذا انھوں نے اپنے نسخے اور حضرت حفصہؓ کے نسخے کو حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید کی مستند نقلیں تیار کیں۔ املا میں کہیں کہیں ترمیم کی گئی۔ لفظ کی آواز کو نہیں بدلا گیا' لیکن اس آواز کی املا میں کچھ فرق کیا گیا۔ اس کے بعد اس کے چار نسخے' یا ایک روایت کے مطابق سات نسخے تیار کیے گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں علمی دیانت داری کا جو معیار تھا اس کے تحت انھوں نے حکم دیا کہ ان ساتوں نسخوں کو ایک ایک کر کے مسجد نبوی میں ایک شخص با آواز بلند شروع سے لے کر آخر تک پڑھے تاکہ کسی شخص کو بھی یہ شبہ نہ رہے کہ عثمان غنیؓ نے قرآن مجید میں

Marfat.com

کہیں تبدیلی کی ہے۔ جب یہ سارے نسخے اس طرح پڑھے گئے اور سب کو اطمینان ہو گیا کہ یہ نسخے صحیح ہیں تو حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی وسیع سلطنت کے مختلف صوبوں کے صدر مقاموں پر وہ نسخے بھجوا دیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جو چار یا سات نسخے (قلمی) مختلف مقامات پر بھیجے ان میں سے کچھ اب تک محفوظ سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ تاشقند میں تو جو قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس میں ایک آیت کریمہ پر سرخ دھبے بھی پائے جاتے ہیں' غالباً وہ وہی نسخہ قرار دیا جاتا ہے جس کی شہادت کے وقت حضرتؓ عثمان غنیؓ خود تلاوت کر رہے تھے۔ خلاصتہ" یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ سے پہلے تلفظ اور املا کے اعتبار سے اختلاف موجود تھا' اسے انھوں نے ختم کر دیا اور مسلمانوں کو ایک قرآن مجید پر جمع کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کاتب وحی بھی رہے تھے' اور ایک مدت تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور صحبت میں بیٹھے رہے' انھیں اللہ کے رسول سے اپنی رفاقت پر فخر تھا۔ انھوں نے چند ایک احادیث بھی بیان کی ہیں' مختلف حوالوں سے حضرت عثمان غنیؓ کی روایت صحیحین احادیث کی تعداد سولہ بتائی جاتی ہے۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ بربنائے احتیاط و حزم حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

فضائل۔ کاتب وحی ہونے کے حوالے سے انھیں تلاوت قرآن مجید سے جو ایک والہانہ عقیدت اور شیفتگی پیدا ہو گئی تھی' وہ لحہ شہادت تک بھی برقرار رہی۔ ویسے وہ اکثر آیات کریمہ کی شان نزول' سیاق و سباق اور وسیع تر دینی تناظر سے آگاہ تھے' اس لیے "آیات قرآنی سے استدلال' استنباط احکام اور تفریع مسائل (یعنی مسئلوں کو ان کی اصل سے نکالنے) میں خاص ملکہ رکھتے تھے"۔ اسی اعتبار سے فقہی مسائل میں بہت درک رکھتے تھے۔ اجتہادی امور میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حج' زکوٰۃ' عائلی امور' جزیہ اور خراج میں انھوں نے بہت اہم فیصلے عملی طور پر نافذ کر کے اپنی بصیرت دینی کا جیتا جاگتا ثبوت فراہم کر دیا تھا۔ فن تقریر' مکتوب نویسی اور علم الفرائض میں بے مثل تھے۔

اپنی عادات اور اخلاق کے اعتبار سے انھوں نے ہمیشہ موت کو یاد رکھا' قبروں پر جاتے تو بے تحاشا گریہ زاری کرتے۔ غیر مسلموں کا جنازہ دیکھ کر بھی وہ احتراماً" اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ حیاء اور حجاب کے مجسمہ تھے۔ ان کی حیاء کے بارے میں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ عثمان غنیؓ سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

عبادات میں دلچسپی۔ حضرت عثمان غنیؓ خوش خصال اور خوشحال خلیفہ تھے۔ سادگی سے اور صاف ستھری زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنے عزیز و اقارب سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے

Marfat.com

تھے۔ ان کی اپنی مذہبی زندگی بڑی قابل رشک تھی۔ راتوں کو اکثر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے تھے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حج کرنے کے بڑے رسیا تھے۔ اکثر خود حج کرنے کے لیے جاتے تھے۔ کئی بار وہ حج وفود لے کر بیت اللہ شریف میں جاتے رہے۔ خلافت کے بارہ برسوں میں تو انھوں نے ایک بھی حج کا ناغہ نہ کیا۔ آخری حج کے دنوں میں دشمنوں نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ اس کے باوجود ان کی آرزو تھی کہ وہ حج کرتے لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس نازک صورت حال کے باوجود انھوں نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر عباس بن عبدالمطلب کے صاحبزادے عبداللہ بن عباس کو آواز دے کر بلایا اور انھیں فرمایا کہ:

"آپ میری طرف سے امیر حج بن کر انتظامات کے لیے جائیں"۔ لیکن اس نازک ترین صورت حال کے پیش نظر عبداللہ بن عباس نے کہا کہ "اے امیر المومنین! اللہ کی قسم ان فسادیوں اور باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا میرے نزدیک حج بیت اللہ سے زیادہ پسند ہے۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے ان کو خدا کی قسم دے فرمایا کہ آپ ضرور جائیں"۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کی حفاظت کرنے والوں میں شامل تھے۔ اس سارے پس منظر میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی ذاتی حفاظت کے بجائے حج بیت اللہ کے حج وفد کی روانگی کو زیادہ ضروری اور اہم سمجھا تھا۔

ازواجی زندگی۔ حضرت عثمان غنیؓ کو عام لوگوں پر یہ فضیلت بھی حاصل تھی کہ آپ کے عقد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ۔ دونوں کی رفاقت زیادہ دیر نہیں رہ سکی۔ حضرت رقیہ تو جلد ہی انتقال فرما گئیں لیکن حضرت ام کلثوم چھ سات سال کی رفاقت کے بعد ۹ ہجری میں فوت ہوئیں۔

ان کے بعد خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ نے کئی شادیاں کی لیکن حضرت نائلہ زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے والد عامر بن سہیل عرب کے مشہور تاجر اور رئیس تھے۔ حضرت نائلہ کی پیدائش پر انھوں نے خوشی میں ایک ہزار درہم خرچ کیے تھے۔ نائلہ بنت عامر سہیل انتہائی حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے علم و فضل اور ادب و کمالات میں بھی مایہ ناز خاتون تھیں۔ ان امور کے باوجود جب حضرت عثمان غنیؓ سے نکاح ہوا تو اس کے بعد ہر وقت وہ شوہر کی خدمت کرنے میں لگی رہتیں۔ حضرت نائلہ اگرچہ بڑے ناز و نعم میں پلی ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ حضرت عثمان غنیؓ کی سب سے بڑی غمگسار اور ہمدرد تھیں۔ خاوند کے لیے وہ ایک بہترین دمساز، مونس اور خادمہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ

Marfat.com

ذوالنورین پر حملہ کیا تو حضرت نائلہ نے آگے بڑھ کر تلوار کو اپنے ہاتھ پر روکا۔ اس عمل میں انگلیاں کٹ کر الگ جا گریں' اور بے ہوش ہو گئیں۔ حضرت نائلہ کی گیارہ بارہ سالہ رفاقت میں حضرت عثمان غنیؓ کو ان سے بڑھ کر اور کوئی غمگسار اور محبت کرنے والا میسر نہ آیا۔ کیونکہ بیسیوں خادم اور ملازم ہونے کے باوجود حضرت نائلہ حضرت عثمان غنیؓ کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتیں' ان کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتیں' ان کا بستر بچھاتیں' کپڑوں میں خوشبو لگاتیں اور جب خلیفتہ الرسول کھانا کھانے لگتے تو پنکھا لے کر کھڑی ہو جاتیں اور جب آرام فرماتے تو پاؤں دباتیں۔

اور پھر حضرت عثمان کی شہادت کا وقت آیا تو انھوں نے ہی اپنے ہاتھ پر تلوار کا وار روک کر اپنی جاں نثاری کا ثبوت فراہم کیا' لیکن باغی قاتلوں نے ان کے جذبے اور فریفتگی کی بھی پرواہ نہ کی' حضرت عثمان غنیؓ کو پے بہ پے وار کر کے شہید کر دیا۔

ایثار کی ایک مثال۔ حضرت فاطمتہ الزہرا کے ساتھ شادی سے پہلے حضرت علی کی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ لیکن شادی کے لیے نہایت ضروری سازو سامان خریدنے کا سوال پیدا ہوا۔ اس موقع پر حضرت علی کا خود بیان ہے کہ:

"رسول خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور وہ دام میرے پاس لائیے تاکہ تمھارے اور فاطمہ کے لیے ضرورت کی جو چیزیں ہوں' ان کی تیاری کی جائے"۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اٹھائی اور بازار مدینہ میں چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمان بن عفان کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے یہ دام لے لیے اور عثمان غنیؓ نے زرہ اپنے قبضہ میں کر لی۔ تو عثمان غنیؓ بن عفان نے مجھے کہا اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حق دار ہوں' اور ان درہم کے آپ مجھ سے زیادہ حق دار ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمان غنیؓ بولے "تو لیجیے یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے' آپ لے جائیں"۔

"حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور درہم دونوں چیزیں لے لیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زرہ اور درہم دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضور کی خدمت میں بیان کر دیا۔ جس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنیؓ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے"۔

مقام عثمان غنیؓ۔ نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ "ایک دفعہ ہم نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ عثمانؓ بن عفان کے مقام کے متعلق بیان فرمائیں' تو آپؓ نے

Marfat.com

فرمایا کہ عثمان وہ شخص ہیں کہ جن کو "ملاء اعلیٰ" (آسمانوں کے فرشتوں کی جماعت) میں ذی النورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے داماد ہیں۔ نبی کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت علیؓ ہی فرماتے ہیں کہ: "اللہ کی قسم' میں اسی نقش قدم پر چل رہا ہوں جس پر عثمان آ رہے تھے۔ اللہ کے دین کے معاملہ میں انھیں (خیرات و حسنات) سبقتیں حاصل ہیں' جن کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو کبھی عذاب نہ دے گا"۔

مزید ایک موقع پر ایک مرتبہ حضرت علی نے خطبہ دے کر فرمایا کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں' اور ان کے بعد افضل عمر بن الخطاب ہیں' اگر تیسرے شخص کا ذکر کروں تو کر سکتا ہوں"۔ جب تیسرے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "یہ تیسرا وہ شخص عثمان غنیؓ ہے کہ جس کو لوگوں نے ذبح کر ڈالا' جیسے گائے ذبح کی جاتی ہے"۔

حضرت عثمان غنیؓ خود بھی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے حد ادب و احترام اور موانست و مروت سے پیش آتے تھے۔ اس حوالے سے چند ایک واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ "ایک مرتبہ حضرت عباس کے حق میں ایک شخص نے خفت آمیز کلمات استعمال کیے' اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے اسے خوب زدو کوب کیا" اور مزید فرمایا کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا عباس کی تعظیم کریں اور میں ان کے استخفاف و استحقار کی رخصت دے دوں۔ جو شخص ایسے فعل پر راضی ہو اور اس کو پسند کرے اس نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر دی"۔

عطاو بخشش۔ ایک اور قابل ذکر واقعہ جس میں حضرت عثمان غنیؓ کی عطا اور بخشش کا اظہار ہوتا ہے وہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ "حضرت عثمانؓ کے امیر افواج عبداللہ بن عامر نے جب خراساں فتح کیا تو عجمیوں کے بادشاہ یزد جرد بن شہریار کی دو لڑکیاں اس کے ہاتھ لگیں۔ اس نے دونوں لڑکیوں کو حضرت عثمان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے ایک لڑکی حضرت حسن بن علی کو بخش دی اور دوسری حسین بن علی کو دے دی۔ یہ دونوں لڑکیاں حضرت حسن اور حضرت حسین کے ہاں صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئیں اور جو لڑکی حضرت حسین کی اہلیہ تھیں ان سے حضرت علی بن حسین (زین العابدین) متولد ہوئے"۔

اسی طرح سعید بن العاص والی و حاکم کوفہ جب حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں کوفہ سے مدینہ پہنچے تو انھوں مہاجرین و انصار کے سرکردہ لوگوں کی طرف سے کپڑے اور پوشاکیں

Marfat.com

بھجوائیں اور حضرت علی کی طرف بھی عطیے اور ہدیے ارسال کیے' جو حضرت علی نے قبول فرمائے۔ پھر فاتح خراساں اور مرو وغیرہ عبداللہ بن عامر کے بھجوائے ہوئے عطیے بھی تقسیم کیے گئے۔ اس حوالے سے پہلے حضرت علی کی خدمت میں تین ہزار درہم اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے کہنے پر بیس ہزار درہم اور دیگر اشیاء بھجوائی گئیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بے شمار فضائل و مناقب کے حوالے سے حضرت علی بن ابی طالب فرمایا کرتے تھے کہ "جس شخص نے حضرت عثمانؓ کے دین سے تبری و بیزاری اختیار کی' یقیناً وہ اپنے ایمان و اسلام سے بری یا خارج ہو گیا"۔

ان چند ایک واقعات سے جو محض اجمالاً بیان کیے گئے ہیں اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی بن ابی طالب کے باہمی تعلقات بڑے موانست بھرے اور ایک دوسرے کا احترام و تقدس والے تھے۔ لیکن تاریخ نے اپنی ستم سازیوں کے باعث ان حالات و واقعات کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔

Marfat.com

بزم غوث اعظمؒ	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
فتوح الغیب	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
علوم مصطفٰیؐ	امام احمد رضا خاں بریلوی
احکام شریعت	امام احمد رضا خاں بریلوی
عرفان شریعتؐ	امام احمد رضا خاں بریلوی
فتاویٰ افریقہ	امام احمد رضا خاں بریلوی
الامن والعلی	امام احمد رضا خاں بریلوی
حدائق بخشش	امام احمد رضا خاں بریلوی
رسائل باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ
کلام باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ
کلام بلھے شاہ	حضرت بلھےؒ شاہ
اسلام	امام غزالیؒ
مکاشفتہ القلوب	امام غزالیؒ
فلسفہ دعا	علامہ فضل احمد عارف
برکات رمضان	علامہ فضل احمد عارف
برکات بردہ	علامہ فضل احمد عارف
سیرت سلیمانؓ فارسی	علامہ فضل احمد عارف
اچھی نماز	مولانا جلال الدین امجدی
گلدستہ مثنوی	مولانا جلال الدین امجدی

Marfat.com

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	حضرت شاہ ولی اللہ
صحابہؓ کا عشق رسولؐ	صوفی محمد اکرم رضوی
معجزات خاتم المرسلینؐ	قمر یزدانی
فوائد الفواد	حضرت نظام الدینؒ اولیاء
معالی الھمم (ہمتوں کی بلندیاں)	حضرت جنید بغدادیؒ
کشف المحجوب	حضرت ابو الحسن سید علی بن عثمان ہجویری
حضرت ابوبکر صدیقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عمر فاروقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عثمان غنیؓ	محمد علی چراغ
حضرت علیؓ	محمد علی چراغ
خلفائے راشدین	محمد علی چراغ
داستان انبیاء	مولانا محمد شریف نوری
علم حدیث اور چند اہم محدثین	سالم قدوائی
اولیائے کشمیر	پیر زادہ محمد طیب
تذکرہ حضرت صابر کلیرؒ	تعارف۔ راجا رشید محمود
کلیر کا چاند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلشرز
40 اے اردو بازار لاہور فون: 042-37123219
www.nazeersons.com
info@nazeersons.com

Marfat.com